مسائل غیر مقلدین

مُصنّف
مولانا ابوبکر صاحب غازی پوری

ناشر
ربانی بک ڈپو
کٹرہ شیخ چاند لال کنواں دہلی

مسائل غیر مقلدین

کتاب و سنت اور مذہب جمہور کے آئینہ میں

اس کتاب میں غیر مقلدین حضرات کے اس پُرشور دعوی کو نہایت مدلل انداز میں چیلنج کیا گیا ہے کہ وہ "اہل حدیث" ہیں اور ان کا عمل تمام سنتوں اور تمام صحیح حدیث پر ہوتا ہے اور یہ کہ وہ دینی و شرعی مسائل کے اختیار کرنے میں سلف کے طریقہ پر ہیں۔

تالیف :— محمد ابوبکر غازی پوری

ناشر- مکتبہ اثریہ قاسمی منزل سید واڑہ غازیپور
یوپی - انڈیا

نام کتاب — مسائل غیر مقلدین

کتاب وسنت اور مذہب جمہور کے آئینہ میں

تصنیف — مولانا محمد ابوبکر غازی پوری

کتابت — شمس الحسن ادروی

طباعت — ربانی انٹرپرائز لال کنواں دہلی۔۶

صفحات — ۴۰۴

سالِ اشاعت — نومبر 2009

قیمت — ۱۱۰/روپے

ناشر

مکتبہ اثریہ قاسمی منزل سیدواڑہ غازی پور۔یوپی

اسٹاکسٹ

ربانی بک ڈپو کٹرہ شیخ چاند لال کنواں دہلی ۶



مقدمہ

ازقلم مولانا نورالدین نوراللہ الاعظمی مددگار مہتمم مکتبہ اثریہ غازیپور

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم ــــــ امابعد

ابھی تھوڑے ہی روز قبل فاضل اجل مولانا محمد ابوبکر صاحب غازیپوری مدظلہٗ کی گراں قدر اور نہایت محققانہ عربی تالیف ۔ "وقفة مع اللامذهبية في شبه القارة الهندية" کے نام سے منظر عام پر آکر قارئین کے ہاتھوں پہونچ چکی ہے ۔

کتاب مذکور نے طائفہ غیرمقلدین کے اس جھوٹے دعویٰ کے پرخچے اڑاکر رکھدیئے ہیں کہ وہ اہل توحید، اہل سنت اور سلفی ہیں، اور ان کا عقیدہ و مذہب بھی وہی ہے جو شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی رحمۃ اللہ علیہما کا تھا، توحید و سلفیت کا نعرہ لگانے والا یہ طائفہ برسرعام ننگا ہوچکا ہے، انکے اکابر کے واقعی عقائد (۱) سامنے آجانے کے بعد اب بھی یہ غیرمقلدین وہی سلفیت اور اپنے موحد ہونے کا ڈھونگ رچتے رچاتے رہے تو یہ بےشرمی اور بےحیائی کی انتہا ہوگی اور اگر کوئی یہ کہدے کہ :

---

(۱) جنکو وہ آج تک چھپاتے رہے ہیں، آپکو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ غیرمقلدین حضرات بڑی چابکدستی اور نہایت خفیہ انداز میں اپنی وہ ساری کتابیں منظرعام سے ہٹاتے رہے ہیں جن سے ان کے واقعی عقائد اور انکے رنج و فکر کا پتہ لگتا ہے ۔

بے حیا باش و ہر چہ خواہی کن

تو غلط نہ ہوگا۔

" وقفۃ مع اللامذہبیۃ " نے غیر مقلدوں کے چہرہ سے نقاب الٹ دیا ہے اور عوام و خواص سب جان چکے ہیں کہ " غیر مقلدیت " فی الاصل قبوریوں، بدعتیوں، رافضیوں، نیچریوں اور دھریوں کی جماعتوں کا ملغوبہ اور معجون ہے، اور اس کا خمیر کتاب و سنت اور اسلام سے منحرف انھیں جماعتوں کے عقائد و اعمال سے تیار ہوا ہے، اور غیر مقلدین اپنے منہج اپنی فکر اپنے عقیدے اور خیالات کے اعتبار سے اہل سنت سے خارج مبتدعین اور اسلام سے منحرفین کی وہ جماعت ہے جس نے اپنے چہرہ پر اہلحدیث، اور سلفیت کا نقاب ڈال رکھا تھا تاکہ ان ناموں کی آڑ میں خلق خدا کو گمراہ کر سکے اور اپنی دنیاوی خواہشات و اغراض و مقاصد کو سلفیت کی نقاب کی آڑ میں زیادہ سے زیادہ پورا کر سکے۔

میں نے ابھی اوپر عرض کیا ہے کہ غیر مقلدین کی جماعت کو سلفیت سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ وہ بدعتی، رافضی اور نیچری جماعتوں کا ملغوبہ ہے، ممکن ہے کہ بعض سادہ مزاج لوگوں کو ہماری اس بات کے تسلیم کرنے میں کچھ تردد ہو اور اس کو وہ محض ایک الزام قرار دیں اسلئے ضروری ہے کہ یہاں ان کے بعض عقائد کا ذکر کر دیا جائے تاکہ میری بات کی تصدیق اور تائید ہو سکے، تفصیل اور حوالوں کیلئے " وقفۃ مع اللامذہبیۃ، کا مطالعہ کیا جائے اور جہاں کوئی نئی بات ہوگی اس کا حوالہ یہیں دے دیا جائے گا۔

وباللہ التوفیق۔

(۱) بریلویوں اور بدعتیوں نیز رافضیوں کا عقیدہ ہے کہ بزرگوں کی قبروں، مقامات مبارکہ اور بزرگوں کے متروکہ آثار کی زیارت کرنی باعثِ برکت ہے، اور یہی عقیدہ غیر مقلدین کا بھی ہے۔ چنانچہ مولانا نواب وحید الزمان حیدرآبادی فرماتے ہیں۔

" سلف و خلف ہمیشہ سے بزرگوں کے آثار، انکی زیارت گاہوں، ان کے

مقامات، انکے کنویں اور انکے چشموں سے تبرک حاصل کیا کرتے تھے۔
اور نواب صدیق حسن خانصاحب اپنے والد بزرگوار کے بارے میں لکھتے ہیں۔
"ولایزال النور علی قبرہ الشریف والناس یتبرکون بہ"
یعنی والد محترم کی قبر پر ہمیشہ نور رہا کرتا ہے اور لوگ آپکی قبر سے برکت حاصل کرتے ہیں۔

اور سلفیوں کے مذہب میں اسطرح کا عقیدہ رکھنا شرک اور گمراہی ہے، چنانچہ مشہور سلفی عالم شیخ ابن عثیمین اپنے فتاوی میں لکھتے ہیں۔
"التبرک بالقبور حرام ویجب الانکار علی من یتبرک"
یعنی قبروں سے برکت حاصل کرنا حرام ہے، اور جو قبروں سے برکت حاصل کرے اس پر نکیر کرنا واجب ہے۔

(۲) سلفیوں کے نزدیک بزرگوں کی قبروں سے فیوض وبرکات حاصل کرنا جیسا کہ ابھی معلوم ہوا کفر اور شرک ہے، لیکن غیر مقلدین علماء اسکو جائز قرار دیتے ہیں، نواب وحید الزماں لکھتے ہیں:
"اور یہیں سے وہ شبہ بھی دفع ہوگیا جو بعض کوتاہ بیں لوگوں نے ظاہر کیا ہے کہ کیسے بزرگوں کی قبرونکی زیارت سے فیوض وبرکات حاصل ہوں گے۔

(۳) سلفیوں کے نزدیک غیر اللہ سے توسل کرنا حرام اور شرک ہے لیکن غیر مقلدوں کے مذہب میں یہ جائز ہے، یہی نواب صاحب حیدرآبادی لکھتے ہیں:
"اس بارے میں لوگوں کا اختلاف ہے کہ انبیاء وصالحین کے ذریعہ توسل کیا جائیگا کہ نہیں، تو کچھ لوگوں نے تو مطلقاً ناجائز بتلایا ہے، اور کچھ لوگوں نے زندوں سے جائز بتلایا ہے اور مردوں سے ناجائز اور کچھ لوگوں نے اسکو مطلقاً (یعنی مردوں اور زندوں دونوں سے) جائز بتلایا ہے اور ہمارے

اصحاب کا یہی تیسرا مذہب ہے :

اور یہی نواب صاحب اپنی کتاب نزل الابرار میں لکھتے ہیں :

"التوسل بانبیائہ والصالحین من عبادہ جائز ویستوی فیہ الاحیاء والاموات" (۱)

یعنی انبیاء اور بزرگوں سے وسیلہ پکڑنا جائز ہے اور اس بارے میں زندہ اور مردے برابر ہیں۔ (یعنی مردوں سے بھی توسل کرنا جائز ہے اور زندوں سے بھی)

(۴) سلفیوں کا عقیدہ ہے کہ بحرمۃ فلاں اور بجاہ فلاں سے دعا کرنا شرک اور حرام ہے اس سلسلہ میں سعودیہ کے سلفی علماء کی کمیٹی کا یہ فیصلہ ہے۔

التوسل الی اللہ فی الدعاء بجاہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم او ذاتہ او منزلتہ غیر مشروع لانہ ذریعۃ الی الشرک۔

یعنی دعا میں بجاہ الرسول، یا بذات الرسول یا بمنزلۃ الرسول سے توسل کرنا غیر مشروع ہے اس وجہ سے کہ یہ شرک کا ذریعہ ہے"

جبکہ غیر مقلدین کے وہ علماء بھی اسکو جائز کہتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں جنکو غیر مقلدین کا گروہ مجددیت کے مقام بلند پر فائز کرتا ہے۔ مثلاً نواب صدیق حسن خانصاحب مرحوم جوکہ غیر مقلدوں کی صف کے سب سے بڑے عالم ہیں، شیخ ابن عربی(۲) سے

---

(۱) ھدیۃ المھدی میں پوری ایک فصل کئی صفحوں کی اس توسل کے جواز کے بیان میں نواب حیدرآبادی صاحب نے قائم کی ہے، اس پوری فصل کو پڑھنے کے بعد آپ کو معلوم ہوگا کہ بریلویوں اور غیر مقلدوں کے عقیدہ میں اس بارے میں کوئی فرق نہیں ہے۔

(۲) یہی شیخ ابن عربی جنکو ابن تیمیہ ملحد اور زندیق اور کافر کہتے ہیں، اور تمام سلفی حضرات شیخ ابن عربی کے بارے میں ابن تیمیہ ہی کے ہم قدم ہیں۔

اپنے غایت درجہ کا تعلق اور حسن اعتقاد ظاہر کرتے ہوئے یوں دعا کرتے ہیں۔

"واحشرنا فی زمرۃ احبابہ بجاہ سید اصفیائہ وخاتم انبیائہ صلی اللہ علیہ وسلم۔"

اور روضۃ الندیہ کے آخر میں اس کتاب کا غیر مقلد مصحح یوں دعا کرتا ہے:

"یقول المتوسل بجاہ النبی الخاتم الفقیر الی اللہ تعالی محمد قاسم۔"

(۵) غیر اللہ کے ذریعہ مدد چاہنا بریلویوں اور شیعوں کا عقیدہ ہے مگر غیر مقلدین غیر اللہ سے مدد چاہنے کو جائز قرار دیتے ہیں، نواب وحید الزمان حیدر آبادی اپنی کتاب ھدیۃ المھدی کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:

"اے اللہ اس کتاب کی تالیف میں انبیاء، صالحین اور ملائکہ مقربین کی ارواح سے مدد فرمائیے، اور خاص طور پر ہمارے امام حسن بن علی کی روح سے (۱) اور شیخ ابن تیمیہ حرانی کی روح سے اور شیخ مجدد الف ثانی کی روح سے میری مدد فرمائیے۔"

(۶) یارسول اللہ، یامدار، یاعلی، یاغوث، یاحیدر وغیرہ سے ندا کرنا یہ بریلویوں اور شیعوں کا عمل اور عقیدہ ہے اور یہی عقیدہ غیر مقلدوں کا بھی ہے۔

نواب وحید الزماں حیدر آبادی فرماتے ہیں:

"اگر کوئی غلبہ محبت میں غیر اللہ کو یہ کہہ کر پکارے، یارسول اللہ، یاعلی یاحیدر یامدار یاسالار، یامحبوب، یاغوث تو کوئی حرج نہیں جائز ہے"

(۷) مصیبت میں غیر اللہ کو پکارنا اور ان سے استغاثت چاہنا یہ خالص مشرکانہ عمل ہے اور اس طرح کا عقیدہ بدعتیوں، بریلویوں اور شیعوں کا ہے، اہلسنت اسطرح کے

---

(۱) یہ غیر مقلدوں کی شیعیت بول رہی ہے

عقیدہ کو شرک سمجھتے ہیں اور سلفیوں کے نزدیک تو یہ شرک اکبر ہے، مگر غیر مقلدوں کے مذہب میں غیر اللہ سے مدد چاہنا اور استعانت کرنا جائز ہے، نواب صاحب بھوپالی مرحوم کا ایک طویل قصیدہ ہے اس کے چند بند کا درج ذیل ترجمہ ہے۔

۔ اے میرے آقا، اے میرے سہارے، اے میرے وسیلہ، اے میری پریشانی و آسانی میں کام آنے والے۔ میں تیرے دروازہ پر نہایت عاجزی کے ساتھ آہ آہ کرتے ہوئے حاضر ہوا ہوں، تیرے علاوہ میری مدد کرنے والا کوئی دوسرا نہیں ہے بس آپ ہی اے رحمۃ اللعالمین میری گریہ و عاجزی پر رحم فرمائیے۔ نیز نواب صاحب فرماتے ہیں:

قبلہ دیں مددے کعبہ ایماں مددے

ابن قیم مددے قاضی شوکاں مددے (۱)

(اے قبلہ دیں تو مدد فرما، اے کعبہ ایماں تو مدد فرما

اے ابن قیم تو مدد فرما اے قاضی شوکانی تو مدد فرما۔)

(۸) سلفیوں کا عقیدہ ہے کہ قبروں کی مجاوری اور سدانت ممنوع اور حرام ہے جبکہ بریلویوں اور شیعوں کے نزدیک یہ جائز اور برکت والا کام ہے، اور جو عقیدہ بریلویوں اور شیعوں کا ہے وہی عقیدہ غیر مقلدین حضرات کا بھی ہے۔

نواب حیدرآبادی فرماتے ہیں۔

کسی نے بھی نہیں کہا ہے کہ نبیوں اور بزرگوں کے قبروں کی مجاوری اور انکی خدمت کرنا

---

(۱) بھلا اس عقیدہ کو سلفیت سے کیا نسبت، یہی تو بریلویوں کا عقیدہ ہے، اللہ کے علاوہ مصیبت و پریشانی میں غیر اللہ کو پکارنا سلفیوں کے مسلک و مذہب میں شرک اکبر ہے، سلفیوں کا فتوی اس بارے میں یہ ہے "آنحضور کو پکارنا اور آپ کے نام کی نذر کرنا، اور آپ سے آپکی موت کے بعد ضرورتوں کو پورا کرنے یا مصیبتوں کو دفع کرنے کیلئے مدد چاہنا یہ شرک اکبر ہے اس سے آدمی ملت اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، خواہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کو دور سے پکارے یا قبر کے پاس رہ کر۔"

شرک ہے، خود حضرت حسن بن حسن کی بیوی نے اپنے شوہر کی قبر پر سال بھر تک مجاوری کی تھی۔

(۹) سلفی حضرات دعا و تعویذ کے قائل نہیں وہ اسکو شرک سمجھتے ہیں، لیکن غیر مقلدین علماء کے نزدیک دعا تعویذ کرنا جائز ہے، نواب صدیق حسن خاں مرحوم کی دعا و تعویذ کے سلسلہ میں مستقل ایک تصنیف ہے جس کا نام کتاب التعاویذ ہے اور لطف یہ ہے کہ اس کتاب میں تعویذ کے ایسے ایسے نسخے ہیں جنکو وہ لوگ بھی شرک اور ناجائز کہے بغیر نہیں رہ سکتے جو دعا تعویذ کے کسی نہ کسی درجہ میں قائل ہیں نواب صاحب اپنی اس کتاب کے آخر میں لکھتے ہیں۔

"میں نے اپنی اس کتاب میں جو اوراد و ظائف اور تعویذات ذکر کئے ہیں۔ وہ صرف وہی ہیں جو نفیس سے نفیس تر اور جو انکی مروج کی بیوح ہیں، اور جو نامشروع تھے میں نے ان کا تذکرہ چھوڑ دیا ہے، اگرچہ فی الواقع وہ بھی جائز ہی ہیں۔ (۱)

سلفیوں کے امام وقت شیخ ابن باز فرماتے ہیں:

"تعویذ گنڈا شرک ہے، آنحضور کا ارشاد ہے جس نے تعویذ لٹکائی اس نے شرک کیا۔

نیز ابن باز مزید یہ فرماتے ہیں:

"اگر ہم نے قرآن کی آیت اور مباح دعاؤں سے تعویذ کو جائز قرار دیا تو بھی شرک کا دروازہ کھلے گا اسلئے اس کے سدباب کی خاطر ہر طرح کی تعویذ کو ناجائز قرار دیا جائے گا اور یہی بات درست اور صحیح ہے۔

---

(۱) خوب! یعنی نامشروع ہونے کے باوجود بھی فی الاصل وہ جائز ہی ہیں، یہ ہے غیر مقلدوں کی سلفیت۔ لاحول ولا قوۃ۔

(۱۰) سلفیوں کا عقیدہ ہے کہ ابدال، غوث، قطب وغیرہ کی باتیں بے حقیقت ہیں ان کا کوئی وجود نہیں ہے اور اس سلسلہ کی جو روایات ہیں وہ بے اصل ہیں۔

لیکن غیر مقلدین کے عقیدہ میں ابدال وغیرہ خدا کے وہ بندے ہیں جن سے زمین کا نظام قائم ہے اور جنکے وسیلے سے بارش ہوتی ہے اور لوگوں کو مدد پہنچتی ہے۔

(۱۱) سلفی حضرات تصوف اور بیعت کو بدعت سمجھتے ہیں، اور تصوف کو خرافات کی دنیا بتلاتے ہیں، اہل تصوف پر سخت نکیر کرتے ہیں، لیکن غیر مقلدین کے تمام بڑے تصوف اور بیعت کے قائل تھے، خود بیعت ہوتے تھے اور دوسروں کو بیعت کرتے تھے۔

میاں صاحب دہلوی کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ بیعت کرتے تھے، پنجاب اور بنگال میں انکے مریدوں کی ایک بڑی تعداد تھی، اور نواب صدیق حسن خاں اپنے والد کے بارے میں لکھتے ہیں کہ انکے ہاتھ پر جن لوگوں نے بیعت کی ان کی تعداد دس ہزار تھی، خود نواب صاحب اور ان کے لڑکے نواب نور الحسن بھی مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی کے مرید تھے، غزنویوں کا پورا خاندان بھی متصوفین کا تھا۔

(۱۲) سلفیوں کا عقیدہ ہے کہ وحدۃ الوجود کا فلسفہ الحاد و کفر ہے اور شیخ ابن عربی جو اس فلسفہ کے موجد ہیں زندیق اور ملحد تھے۔

لیکن غیر مقلدین کے تمام بڑے وحدۃ الوجود کے قائل ہیں، اور شیخ ابن عربی کو کبار اولیاء اللہ میں سے شمار کرتے ہیں اور جو ابن عربی پر تنقید کرتا ہے اور انکے کفر و زندقہ کا قائل ہے انکے بارے میں ان کا عقیدہ ہے کہ وہ بڑے خطرہ میں ہے شیخ ابن عربی کو میاں نذیر حسین صاحب دہلوی "خاتم الولایۃ المحمدیۃ" کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ اور نواب صدیق حسن خاں ان کے زمرہ میں قیامت کے روز اپنے اٹھائے جانے کی بجائے خاتم الاصفیاء صلی اللہ علیہ وسلم دعا کرتے تھے، اور نواب وحید الزماں نے اپنی کتاب "ہدیۃ المہدی" میں

ان لوگوں پر سخت تنقید کی ہے، جو ابن عربی پر اعتراض کرتے ہیں اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ وغیرہ کے بارے میں فرمایا ہے کہ انھوں نے شیخ ابن عربی کی باتیں سمجھی ہی نہیں اور ان پر انکا اعتراض بلا وجہ ہے۔

(۱۳) غیر مقلدین کے نزدیک تقلید شرک اور حرام اور بدعت ہے، لیکن سلفیوں کے شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب خود امام احمد بن حنبل کے مقلد تھے، اور ائمہ اربعہ میں سے کسی نہ کسی امام کی تقلید واجب جانتے تھے، شیخ محمد بن عبد الوہاب فرماتے ہیں۔

" ہم فروع میں امام احمد بن حنبل کے مذہب پر ہیں، اور اگر کوئی ائمہ اربعہ میں کسی امام کی بھی تقلید کرتا ہے تو ہم انکا انکار نہیں کرتے بلکہ ہم خود ان چاروں اماموں میں سے کسی ایک کی تقلید پر لوگوں کو مجبور کرتے ہیں۔"

(۱۴) غیر مقلدین کرامات اور معجزات کے منکر ہیں جیسا کہ مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری کی عربی تفسیر سے واضح ہے، مولانا امرتسری نے اپنی اس تفسیر میں جگہ جگہ معجزات اور کرامات کا انکار کیا ہے، اور کرامات اور معجزہ سے متعلق آیات کی تفسیر اہل سنت والجماعت اور سلفیوں کے طریقے کے خلاف نیچریوں اور معتزلہ وغیرہ گمراہ فرقوں کے عقائد کے مطابق کی ہے۔

(۱۵) سلفیوں کے شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسی معنی میں عرش پر مستوی ہے جیسا کہ لغۃ استواء علی العرش کا مفہوم معلوم وظاہر ہے۔

حالانکہ غیر مقلدین کے اکابر استواء علی العرش کی تفسیر جمہور اہلسنت کے عقیدہ کے مطابق کرتے ہیں اور اس بارے میں ان کا مذہب یہ ہے کہ استواء علی العرش کی کیفیت معلوم نہیں ہے۔ فتاویٰ نذیریہ میں ہے۔

" استواء علی العرش کی کیفیت معلوم نہیں "۔ (ج ۱ ص ۳)

یہ عقیدہ سلفیوں کے عقیدہ کے خلاف ہے، اور سلفی اس طرح کا عقیدہ رکھنے والوں کو گمراہ کہتے ہیں۔

(۱۶) سلفیوں کا عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ نہیں ہیں، وہ قبروں میں اسی طرح مردہ مدفون ہیں جسطرح عام مسلمان مدفون ہوتے ہیں۔

لیکن غیر مقلدوں کا عقیدہ اسکے برخلاف یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور شہداء اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں، فتاوی نذیریہ میں حضرت ابو ہریرہ کی ایک روایت ذکر کرکے میاں صاحب فرماتے ہیں۔

۔ اس سے آنحضور کا قبر میں زندہ ہونا معلوم ہوا۔ (ص ۱/۱۲)

اور ایک دوسری جگہ اسی فتاوی میں ہے۔

۔ اور حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں خصوصاً آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم۔ (ص ۵۲، ج ۱)

(۱۷) شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور تمام سلفیوں کا مسلک ہے کہ صحابی کا قول وعمل دین میں حجت ہے، لیکن غیر مقلدین کا عقیدہ ہے کہ

۔ قول صحابی حجت نیست ۔ (فتاوی نذیریہ۔ ج ۱ ص ۳۴۰)

(۱۸) سلفیوں کا عقیدہ ہے کہ اعمال ایمان کا جزء ہیں اور یہی مذہب امام بخاری کا بھی ہے مگر غیر مقلدوں کا عقیدہ سلفیوں اور امام بخاری کے خلاف یہ ہے کہ اعمال ایمان کا جزء نہیں ہیں، فتاوی نذیریہ میں ہے۔

ولبسیارے حدیث ایں معنی کہ عمل جزء ایمان نیست دلالت واضحہ می کنند (ص ۵۴۹، ج ۱)

یعنی بہت سی احادیث سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ عمل ایمان کا جزء نہیں ہے۔

(۱۹) سلفیوں کے مذہب میں فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنی جائز نہیں، لیکن غیر مقلدین کے اکابر کا فرمان یہ ہے۔

" ہاتھ اٹھاکر بعد نماز فرض کے دعا مانگنا درست ہے "۔

(فتاویٰ نذیریہ ج۱ ص ۵۶۴)

(۱۹) غیر مقلدوں کا عقیدہ ہے کہ عیدگاہ مسجد نبوی سے افضل ہے، فتاویٰ نذیریہ میں ہے۔

" اور سوائے عیدگاہ مساجد دیگر سے افضل ہے حتیٰ کہ مسجد نبوی سے بھی "

(ص ۶۲۵ ج ۱)

(۲۰) سلفیوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ کے لیے جہت ثابت ہے، لیکن غیر مقلدوں کا یہ عقیدہ نہیں ہے وہ اللہ کیلئے کسی جہت کو ثابت نہیں مانتے۔

(۲۱) بریلویوں اور بدعتیوں کا عقیدہ ہے کہ تمام کائنات اور تمام مخلوق کی اصل " نور محمدی " ہے اسی نور محمدی سے انکا وجود ہوا ہے اور یہی مذہب غیر مقلدین کا بھی ہے۔ علامہ نواب وحید الزماں فرماتے ہیں ہیں۔

فالنور المحمدی مادۃ اولیۃ لخلق السموات والارض ومافیھا۔

یعنی نور محمدی تمام آسمان اور زمین اور جو کچھ آسمان وزمین میں ہے سب کے وجود اور پیدائش کی اصل ہے۔

یہ عقیدہ سلفیوں کے عقیدہ کے خلاف ہے اور گمراہی ہے۔

(۲۲) غیر مقلدوں کا عقیدہ ہے مردے قبروں میں سنتے ہیں، لیکن سلفیوں کا عقیدہ ہے کہ مردوں کو سماع حاصل نہیں، نواب حیدرآبادی فرماتے ہیں:

فالسماع فلاشك ان ذلك ثابت للشھداء ولسائر الموتیٰ۔

یعنی اس میں کوئی شک نہیں کہ سننا شہداء اور تمام مردوں کیلئے ثابت ہے۔

یہ بالکل بریلویوں اور قبوریوں والا عقیدہ ہے۔

(۲۳) بریلویوں اور بدعتیوں کا عقیدہ ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں اور تمام مخلوقات میں آپ کی ذات سمائی ہوئی ہے، یہی عقیدہ

غیر مقلدین حضرات کا بھی ہے، نواب صدیق حسن خان بھوپالی فرماتے ہیں:
"بعض عارفین کا قول ہے کہ تشہد میں "ایہا النبی" کا خطاب اس وجہ سے ہے کہ حقیقت محمدیہ تمام موجودات میں موجود ہے اور وہ نمازیوں کی ذات میں سرایت کیے ہوئے ہے"
یہ خالص کفریہ عقیدہ ہے، سلفیوں کو اس عقیدہ سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

(۲۴) غیر مقلدوں کے بعض علماء کا عقیدہ ہے کہ، حضرت عیسیٰ کی پیدائش عام انسانوں کی طرح ماں باپ سے ہوئی تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے والد اور مریم علیہا السلام کے شوہر موجود تھے، یہ قرآن کا کھلا انکار اور خالص کفر ہے، کوئی شخص اس عقیدے کے ساتھ مسلمان نہیں رہ سکتا۔

(۲۵) غیر مقلدین شیعوں کی طرح بارہ امام کے قائل ہیں۔

(۲۶) غیر مقلدین کا عقیدہ امام غائب کے بارے میں وہی ہے جو شیعوں کا ہے۔

(۲۷) غیر مقلدوں کا عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت فاسق تھی اور ان کو رضی اللہ عنہ کہنا جائز نہیں۔

(۲۸) غیر مقلدوں کا عقیدہ ہے کہ ہمیں پتہ نہیں کہ صحابہ کرام میں سے کون افضل ہے۔

(۲۹) غیر مقلدوں کو شیخین کی فضیلت حضرت علی پر تسلیم نہیں۔

(۳۰) غیر مقلدوں کا عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام کے بعد امت میں ایسے لوگ ہوسکتے ہیں جو صحابہ کرام سے افضل ہوں۔

(۳۱) غیر مقلدین کا عقیدہ ہے کہ بہت سے متاخرین علماء عوام صحابہ کرام سے افضل تھے۔

(۳۲) غیر مقلدین علماء کے نزدیک متعہ قرآن کی نص قطعی سے ثابت ہے۔

(۳۳) شیعوں کے نزدیک اجماع کوئی چیز نہیں نہ وہ دین میں حجت ہے، یہی مذہب غیر مقلدوں کا ہے۔

(۳۴) شیعوں کے نزدیک خطبہ جمعہ میں خلفاء راشدین کا ذکر بدعت ہے اور یہی مذہب غیر مقلدوں کا بھی ہے، نواب حیدرآبادی " اہلحدیث " کی شناخت کے سلسلہ میں لکھتے ہیں۔

"اہلحدیث خطبہ جمعہ میں خلفاء کا ذکر نہیں کرتے اس وجہ سے کہ وہ بدعت ہے۔"

(۳۵) شیعوں کے نزدیک جمعہ کی اذان اولیٰ بدعت ہے، انکے نزدیک صرف ایک اذان ہے اور یہی مذہب غیر مقلدین کا بھی ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور تمام سلفی جمعہ کی نماز کیلئے دو اذان کے قائل ہیں اور اسی کو سنت سمجھتے ہیں۔

(۳۶) جس طرح شیعہ صحابہ کرام پر تبرا بھیجتے ہیں غیر مقلدین بھی صحابہ کرام کی ایک جماعت پر تبرا بھیجتے ہیں، اور انکی شان گرامی میں نازیبا بات کہتے ہیں۔ حتیٰ کہ حضرت عائشہ صدیقہ ام المومنین زوجۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بھی انکا عقیدہ نزاگندہ ہے۔

یہ ان عقائد کی کچھ تفصیل ہے جو غیر مقلدین جماعت کے شیوخ و علماء نے اپنی اپنی کتابوں میں ذکر کئے ہیں، یہ علماء و مشائخ وہی ہیں جن کے سہارے غیر مقلدیت کی عمارت قائم ہے، ان میں کا کوئی مجدد ہے اور کوئی محدث، اور کوئی وہ ہے جو ورع و تقویٰ اور علم و کمال میں امامت کا درجہ رکھتا ہے۔

ان عقائد پر آپ ایک بار اور نظر ڈال لیجئے اور غور فرما کر بتلائیے کہ جن کے اس قسم کے عقائد ہوں، انکو سلفیت اور اہلسنت سے کیا نسبت ہو سکتی ہے؟ اب اگر ان تمام عقائد کے باوجود کوئی جماعت اپنے کو سلفی کہلوائے اور اپنے کو اہل سنت و اہلحدیث ہونے کا شور مچاتی رہے تو اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ

" ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔

بہرحال، عرض کرنا ہے کہ حضرت مولانا محمد ابوبکر صاحب مدظلہ کی " دقیقہ

مع اللامذهبیۃ۔ کی تالیف نے غیر مقلدین حضرات کے چہرہ سے سلفیت کا جھوٹا نقاب الٹ دیا ہے اور اب وہ اس لائق نہیں رہ گئے ہیں کہ عوام کا سامنا کرسکیں اور اپنے کو سلفی اور اہل سنت کہیں اور کہلوائیں۔ غیر مقلدیت کا جو واقعی چہرہ ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔ (اور مزید روشنی حاصل کرنے کیلئے وقفۃ کا مطالعہ کریں) اب اس کے باوجود بھی اگر کسی غیر مقلد کو یہی زعم ہے کہ وہ موحد اور سلفی اور اہلسنت ہی میں سے ہے تو کسی کے منہ پر بند تو نہیں باندھا جاسکتا اور نہ کسی کی زبان وقلم کو پکڑا جاسکتا ہے، قادیانی اپنے کو سب سے بڑا مسلمان کہتے ہیں، اور شیعہ اپنے کو برسر حق ہونے کے مدعی ہیں، بریلوی جماعت خود حق پرستوں اور اہل ایمان کی سب سے بڑی جماعت بنتی ہے، البتہ اہل عقل واہل علم کسی کے بارے میں اسکے عقائد اور اسکے مذہب کی روشنی میں کوئی فیصلہ کرتے ہیں۔

غیر مقلدین کے عقائد کے کچھ نمونے ہم نے جو یہاں ذکر کئے ہیں وہ آپ کے سامنے ہیں اب ناظرین خود فیصلہ کریں کہ کیا ان عقائد کے حاملین کو سلفی اور اہل سنت کہا جاسکتا ہے؟

غیر مقلدین سلفی اب ہوئے ہیں یا ہورہے ہیں ورنہ کچھ مدت پہلے تک ان کے ناموں کے ساتھ سلفیت کا دُم چھلا نظر نہیں آتا تھا۔ کسی نے میاں نذیر حسین محدث دہلوی کو سلفی نہیں لکھا، کسی نے نواب صدیق حسن خاں کو سلفی نہیں کہا۔ کسی غیر مقلد نے حافظ عبداللہ محدث غازی پوری رحمۃ اللہ علیہ کو سلفی نہیں لکھا اور نہ حافظ عبدالرحمٰن محدث مبارکپوری کبھی غیر مقلدوں کے بیچ سلفی نام سے جانے پہچانے گئے، پچاس سال قبل تک کے غیر مقلدین علماء کی فہرست پر نظر ڈالئے آپ کو ایک غیر مقلد عالم بھی سلفی نام کے ساتھ نظر نہیں آئے گا۔ غیر مقلدین اپنے کو پہلے موحد پھر محمدی کہلاتے تھے اور ایک زمانہ کے بعد، نہایت جادوئی طریقے سے اہل حدیث ہوگئے۔ اور آج سے کچھ قبل تک اسی نام پران کا قبضہ رہا۔

اور وہ اسی نام کو اپنے لئے باعثِ افتخار سمجھتے رہے، اور سلفی ہونے کے باوجود اب بھی وہ اس نام سے آسانی سے دستبردار ہونے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

غیر مقلدین نے "اہلحدیث" نام کو اختیار کر کے لوگوں کو یہ تاثر دینا چاہا ہے کہ انکی جماعت وہ جماعت ہے جو حدیث پر عمل کرتی ہے۔ اور تمام صحیح حدیث پر عمل کرنا ہی اس کا مذہب ہے، اس بات کو خود غیر مقلدین علماء بار بار دعویٰ کی شکل میں دہراتے رہے ہیں چنانچہ ایک صاحب بڑے طرب میں فرماتے ہیں۔

"وہ (یعنی اہلحدیث) بخاری، مسلم کی حدیثوں کو اور تمام صحیح حدیثوں کو قابل عمل جانتے ہیں" (ملت محمدی ص)

غیر مقلدین نے اپنی اس بات یا اپنے اس دعویٰ کو بڑے پروپیگنڈائی انداز میں پھیلایا ہے اور بہت سے وہ لوگ جو غیر مقلدین کے مذہب سے صحیح واقفیت نہیں رکھتے انکے اس دعویٰ کو صحیح سمجھنے لگے ہیں، موجودہ دور کی اس مشغول دنیا میں کسے اتنی فرصت ہے کہ وہ کسی بات کی اصل حقیقت معلوم کرنے کیلئے کچھ تگ و دو کرے اور اگر کرنا بھی چاہے تو غیر مقلدین علماء کی کتابوں تک اس کی رسائی آسان نہیں۔

مگر ضرورت بہر حال تھی کہ غیر مقلدین کے اس فریب سے لوگوں کو نکالا جائے اور جو اصل واقعہ ہے اس کو سامنے لاکر غیر مقلدین کے مذہب کی حقیقت سے لوگوں کو متعارف کرایا جائے۔

پس جس طرح غیر مقلدین کی سلفیت سے لوگوں کو واقف کرانے کے لئے مولانا محمد ابوبکر غازی پوری مدظلہ نے "وقفۃ مع اللامذہبیۃ" جیسی اچھوتی اور نادر کتاب تصنیف فرما کر لوگوں کے سامنے ایک صاف شفاف آئینہ رکھ دیا ہے جس میں غیر مقلدین کا واقعی چہرہ دیکھا جا سکتا ہے اور انکی مصنوعی سلفیت کے بارے میں واقعی اور صحیح رائے قائم کی جا سکتی ہے اسی طرح غیر مقلدوں کے اہلحدیث ہونے کی حقیقت

سے لوگوں کو آگاہ کرنے کیلئے مولانا غازی پوری موصوف کا ایک بار قلم پھر حرکت میں آیا اور " وقفۃ " کے فوراً ہی بعد انکی یہ دوسری تازہ ترین اور گراں قدر تصنیف " مسائل غیر مقلدین کتاب وسنت اور مذہب جمہور کے آئینہ میں " آپ کے ہاتھوں پہونچ رہی ہے۔

اس کتاب میں غیر مقلدین اکابر کی تصنیفات سے مسائل دینیہ ذکر کر کے یہ دکھلایا گیا ہے کہ غیر مقلدین کے بیشتر مسائل کتاب وسنت اور مذہب جمہور سے الگ ہیں، اور یہ کہ غیر مقلدین کا یہ دعویٰ کہ وہ کتاب وسنت سے سرمو تجاوز نہیں کرتے اور جو بھی صحیح حدیث ہو اس پر ان کا عمل ہوتا ہے یہ محض زبانی جمع خرچ اور نرا دعویٰ ہے جبکہ واقعہ اسکے بالکل خلاف ہے۔

مولانا غازی پوری کی یہ کتاب بھی انکی پہلی کتاب کی طرح بڑی دلچسپ معلومات افزا اور طبیعت کو باغ و بہار بنانے والی تصنیف ہے، اور امید ہے کہ جس طرح انکی پہلی کتاب وقفہ نے غیر مقلدیت کے آہنی قلعہ میں زبردست شگاف ڈالدیا ہے کہ اس سے انکی سلفیت کی بنیاد نیچے سے کھسکتی نظر آرہی ہے، اسی طرح یہ کتاب بھی انکے "اہل حدیث" ہونے کے دعویٰ کی بنیاد کو مسمار کر کے رکھدے گی اور انکے اس دعویٰ کا کھوکھلاپن ظاہر ہو گا۔

ممکن ہے کہ مؤلف موصوف نے اپنی اس کتاب میں غیر مقلدوں کے خلاف جو تیکھا لب ولہجہ اختیار کیا ہے اس سے کسی صاحب کو شکوہ یا تکلیف ہو، مگر حق یہ ہے کہ غیر مقلدین کی کتابوں اور انکی تحریرات سے جنکو سابقہ پڑتا رہتا ہے وہ مولانا غازی پوری کے اس تیکھے لب ولہجہ کی شکایت ہرگز زبان پر نہیں لائیں گے۔

غیر مقلدین حضرات کا حال تو یہ ہے کہ وہ ائمہ مجتہدین، محدثین وفقہاء اور ان کے بعد کے لوگوں کا ذکر تو جانے دیجئے صحابہ کرام حتی کہ نبی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم

کے بارے میں جو گستاخانہ اور بے باکانہ لب و لہجہ اختیار کرتے ہیں کوئی صاحب دین اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا اور کوئی باغیرت مسلمان اسکو قطعاً برداشت نہیں کرے گا۔

غیر مقلدین کے اکابر ہی تو ہیں جو آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ لکھ گئے ہیں۔

"شریعت اسلام میں تو خود پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی طرف سے بغیر وحی الہٰی کے کچھ فرمائیں تو وہ حجت نہیں" (طریق محمدی صفحہ ۳)

"تعجب ہے کہ جس دین میں نبی کی رائے حجت نہ ہو اس دین والے ایک امتی کی رائے کو اصل اور حجت سمجھنے لگے" (ایضاً صفحہ ۳۰)

اور یہی صاحب حضرت عمر کے بارے میں لکھتے ہیں:

"پس آؤ سنو بہت صاف صاف اور موٹے موٹے مسائل ایسے ہیں کہ حضرت فاروق اعظم نے ان میں غلطی کی"۔

"ان مسائل کے دلائل سے حضرت فاروق بے خبر تھے"۔ (ایضاً صفحہ ۴۰)

پھر یہ "باخبر صاحب" دس فقہی مسئلے ذکر کر کے یوں گوہر افشانی کرتے ہیں:

"پھر بھی ان موٹے موٹے مسائل میں جو روزمرہ کے ہیں دلائل شرعیہ آپ سے (حضرت عمر سے) مخفی رہے"۔ (ایضاً صفحہ ۴۲)

کیا کوئی سنی مسلمان جو عمر فاروق کے مقام و مرتبہ سے کچھ بھی واقف ہے جناب ممدوح کی شان میں اس قسم کی بکواس (اس کے خود کرنے کی بات تو الگ ہے اسکو) برداشت بھی کر سکتا ہے مگر یہ اہلحدیثیت کے مارے خم ٹھونک کر میدان میں آئے ہیں اور بڑی شان سے اسی قسم کی بکواس سے اپنی اہلحدیثیت کا برملا اور فخریہ اظہار کرتے ہیں۔

غیر مقلدین کے ایک مایہ ناز محقق حکیم فیض عالم صدیقی آجکل پیدا ہوئے ہیں

اور طبقہ غیر مقلدین میں انکی بڑی پذیرائی ہے، انکی ایک کتاب کا نام ہے "سیدنا حسن بن علی" اس کتاب میں حکیم صاحب موصوف نے ایک نہایت ہی روح فرسا عنوان قائم کیا ہے۔

"سیدنا علی کی نام نہاد خلافت اور سیدنا حسن"

اس عنوان کے تحت حکیم صاحب نے بزعم خویش دو چیزیں ثابت کرنے کی کوشش کی ہے ایک تو یہ کہ (معاذ اللہ) حضرت علی خلافت کے اہل نہیں تھے دوسرے یہ کہ آپ کی خلافت نام نہاد تھی، اس پر انھوں نے بہت زور صرف کیا ہے، اس کتاب میں حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی صحابیت کا انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حضرت حسنین کو زمرہ صحابہ میں شمار کرنا صریحاً سبائیت کی ترجمانی ہے"[1]

(ص ۲۳)

اور نزل الابرار میں نواب وحید الزماں لکھتے ہیں:

"اس سے معلوم ہوا کہ کچھ صحابہ فاسق تھے جیسا کہ ولید اور اسی کے مثل کہا جائے گا، معاویہ، عمرو مغیرہ اور سمرہ کے حق میں کہ وہ بھی فاسق ہیں"

اور یہی نواب صاحب ان صحابہ کرام کے بارے میں فرماتے ہیں:

"لایجوز لهم الترضی" (انکو رضی اللہ عنہ نہیں کہا جائیگا)

ان نواب صاحب کی تبرا بازی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں حد کو پہونچی ہوئی ہے انھوں نے مختلف کتابوں میں بالکل شیعوں کے انداز میں حضرت معاویہ پر تبرا بھیجا ہے اور انکے بارے میں نہایت گستاخانہ باتیں کی ہیں، ایک جگہ لکھتے ہیں:

"ایک سچے مسلمان جسکے دل میں ذرہ برابر بھی پیغمبر صاحب کی محبت ہو

---

(۱) تفصیل کیلئے دیکھو مقدمہ رسائل اہلحدیث جلد دوم شائع شدہ لاہور پاکستان

دل یہ گوارا کرے گا کہ وہ معاویہ کی تعریف و توصیف کرے، البتہ ہم اہلسنت کا[1] طریق ہے کہ صحابہ سے سکوت کرتے ہیں (۲) اسلئے معاویہ سے بھی سکوت کرنا ہمارا مذہب ہے اور یہی اسلم اور قرین احتیاط ہے، مگر انکی نسبت کلمات تعظیم مثل حضرت اور رضی اللہ عنہ کہنا سخت دلیری اور بے باکی ہے، اللہ محفوظ رکھے (دیکھئے حوالہ کیلئے رسائل اہلحدیث جلد دوم)

اب ذرا حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن عاص کے متعلق خان صاحب حیدرآبادی کا سکوت اور انکی احتیاط ملاحظہ فرمائیے، ان دونوں صحابہ کرام کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے۔

"مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ معاویہ اور عمرو بن عاص دونوں باغی اور سرکش اور شریر تھے۔ (رسائل اہلحدیث جلد دوم صـ۹۲)

اور حکیم فیض عالم حضرت ابوذر غفاری کے متعلق لکھتے ہیں:

"اس شجرہ میں دوسرے نمبر پر حضرت ابوذر غفاری کا نام ہے جو ابن سبا کے کمیونسٹ نظریہ سے متاثر ہو کر ہر کھاتے پیتے مسلمانوں کے پیچھے لٹھ لیکر بھاگ اٹھتے تھے۔" (خلافت راشدہ صـ۱۴۲)

جو صحابہ کرام کے بارے میں اس قدر بدزبان ہو وہ اگر حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو سب و شتم کرے تو جائے تعجب نہیں، چنانچہ یہ حکیم صاحب حضرت امام ابوحنیفہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"امام ابوحنیفہ کے فرضی اور مزعومہ فضائل کی داستانیں شیعیت کے مزعومہ ائمہ سے بھی کئی گنا زیادہ ہیں" (اختلاف امت کا المیہ صـ۳۷)

---

(۱) جی ہاں بزعم خویش۔ (۲) صحابہ کرام کو فاسق بھی کہہ رہے ہیں اور سکوت بھی کر رہے ہیں، کیا خوب یہ سکوت ہے۔

اور فقہ حنفی کے متعلق حکیم صاحب اپنی اسی کتاب میں لکھتے ہیں :

"میں مکرر اس کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ آج فقہ حنفی کے نام سے جو اسفار لہو الحدیث (دل بہلانے والی باطل تو توں) کا مجموعہ دنیا میں پھیلے ہوئے مسلمانوں کے ایک حصہ کو گمراہ کرنے کا موجب بن رہا ہے"

(صـ۱۴)

اور چونکہ دیوبندی جماعت نے غیر مقلدوں کا ناطقہ بند کر رکھا ہے اس وجہ سے ہندوپاک کے تمام غیر مقلدین دیوبندیوں سے بطور خاص چڑھے ہوئے ہیں، اور وہ دیوبندیوں کو کافر مشرک یہودی وغیرہ سب کچھ کہہ ڈالتے ہیں اگر آپ کو تفصیل کے ساتھ اس کا نمونہ دیکھنا ہو تو غیر مقلدین جماعت کی طرف سے حال ہی کی شائع شدہ عربی کتاب "الدیوبندیہ" کو ملاحظہ فرمالیا جائے۔

حکیم فیض عالم اپنی کتاب "اختلاف امت کا المیہ" میں دیوبندیوں پر یوں برستے ہیں :

"کتاب وسنت کی روشنی میں دیوبندی اور بریلوی دونوں ہی بدعتی ہیں۔ (صـ۱۳۵)

اور مولوی محمد جوناگڈھی "نکاح محمدی" میں فرماتے ہیں :

" اے دیوبند کے مفتیو اور مدرسو جو تم یہ لمبی لمبی تنخواہیں لیکر درس و افتاء پر بیٹھے ہوا سے امام ابوحنیفہ حرام بتلاتے ہیں " (نکاح محمدی صـ۲)

اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کو فتاویٰ نذیریہ کے مقدمہ نگار نے دیوبندیوں کا گرو گھنٹال کہا ہے۔

غیر مقلدین حضرات کے لب ولہجہ کے ان نمونوں اور صحابہ کرام، اعلام امت، فقہائے عظام اور دنیائے اسلام کی برگزیدہ شخصیتوں حتیٰ کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم تک کے بارے میں انکے اس بے باکانہ اظہار خیال کے باوجود بھی اگر اس کتاب کے مؤلف کے لب و لہجہ کے تیکھا پن سے کسی کو شکایت ہوتی ہے تو میں نہیں سمجھ سکتا

کہ اس کے ہاتھ میں حق انصاف کا ترازو ہے جو لوگ اپنا لب ولہجہ درست نہ رکھتے ہوں انکو کسی دوسرے کے لب ولہجہ کی نادرستگی سے کبیدہ خاطر نہ ہونا چاہئے۔

پیش نظر کتاب اس حیثیت سے بھی بڑی گرانقدر ہے کہ ابتک اس موضوع پر اتنی مفصل کتاب ہمارے سامنے نہیں تھی، مؤلف کی کاوش اور معلومات کی فراہمی میں انکی جد وجہد ہم جیسے کوتاہ ہمت لوگوں کیلئے بڑی سبق آموز ہے، ہمیں خوب معلوم ہے کہ مولانا غازی پوری مدظلہ کا وقت خصوصاً انکے والد کے مسلسل علالت اور انکے صاحب فراش ہونے کی وجہ سے بڑا مصروف اور مشغول ہے، مگر اللہ نے انکو بڑی قوت ارادی، صبر وحوصلہ اور بڑے عزم وہمت سے نوازا ہے وہ اپنی تمام مشغولیتوں اور ذہنی عدم سکون کے باوجود علمی کام کیلئے بھی کسی نہ کسی طرح وقت نکال ہی لیتے رہیں، یہ انکے عزم وحوصلہ ہی کی بات ہے کہ اتنے کم وقت میں دقیقۃ مع اللامذھبیۃ اور مسائل غیر مقلدین، جیسی اہم اور علمی اور اتنے حجم کی کتابیں انکے قلم سے وجود میں آگئیں۔

ہمیں امید ہے کہ قارئین کو پیش نظر کتاب بھی انکی پہلی کتاب کی طرح پسند آئے گی اور وہ اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤلف موصوف کی حیات میں برکت دے اور انکے قلم کی شادابی کو باقی رکھے اور ہمیں انکے علم ومعلومات سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کا موقع حاصل ہوتا رہے۔ آمین یارب العالمین۔

نورالدین نوراللہ اعظمی

خادم مکتبہ اثریہ غازی پور

۱۰ محرم الحرام ۱۴۱۷ھ مطابق ۲۹ مئی ۱۹۹۶ء

سہ شنبہ

مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فرقہ غیر مقلدین (جو بہت دنوں تک اہلحدیث ہونے کا مدعی بنا رہا اور اب ادھر کچھ عرصہ سے کسی خاص غرض اور مصلحت کے پیش نظر اپنے سلفی ہونے کا زیادہ ڈھنڈورا پیٹ رہا ہے) نے اس وقت ہندو پاک میں اپنی شرپسندی، سلف بیزاری صحابہ کرام اور ائمہ فقہ و حدیث اور جمہور علمائے اسلام کے خلاف طعن و تشنیع، بدزبانی، اور شیعوں کے انداز میں تبرا بازی میں خاص شہرت حاصل کر لی ہے۔

خلیجی ممالک کی دولت نے (جو ان کو عطایا و صدقات کی شکل میں مل رہی ہے) ان کا دماغ خراب کر دیا ہے اور اب ان کی زبان و قلم کی پوری طاقت کا استعمال اسی مقصد کیلئے ہو رہا ہے کہ اہل توحید و اہل ایمان کتاب و سنت پر عمل کرنے والے اور عشق نبی کے متوالے صرف ہم ہیں، بقیہ مسلمانوں کی تمام جماعتیں، تمام مذاہب اور تمام فرقے اسلام سے خارج اور کتاب و سنت سے دور ہیں، سرچشمہ ہدایت صرف ان کے ہاتھ میں ہے، انکے علاوہ بقیہ تمام مسلمان گمراہ ہیں، بددین ہیں، بدعتی ہیں، کافر ہیں مشرک ہیں۔

ان کی کتابوں کو دیکھو اور پڑھو تو معلوم ہوتا ہے کہ دعوے کرنا، چیلنج کرنا انکا مزاج بن گیا ہے، دین کے یہ ٹھیکیدار ہیں، کتاب و سنت پر ان کا تنہا قبضہ ہے جو یہ سمجھیں اور جو یہ کہیں اور جو یہ عمل کریں وہی خدا کی نازل کردہ شریعت ہے اور وہی نبی فداہ ابی و روحی صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، اور امت کے بقیہ لوگ خواہ وہ صحابہ کرام کی جماعت ہو، یا فقہاء، محدثین کا مقدس گروہ ہو، یا وہ متاخرین علماء

سمجھا، نہ ان کی فہم و ادراک قابل اعتبار ہے، اور نہ ان کا عمل قابل اتباع ہے اور نہ ان کی روشن و پاک و مطہر زندگی کا کوئی اخلاقی و دینی پہلو قابل تقلید ہے۔

بس پوری امت مسلمہ میں ڈیڑھ سو سال قبل کی، "تولد شدہ، غیر مقلدوں کی جماعت"(۱) ہی برسر حق ہے، وہی "طائفہ منصورہ" ہے اور انہیں کے پاس دین کامل ہے، اسی جماعت کا عمل کتاب و سنت پر ہے، اب اگر کوئی جنت کا راستہ چاہے تو انھیں کے "آہنی قلعے" میں آجائے اور "شیشوں کے محلات" سے دور رہے۔ (۲)

اور یہ شیشوں کے محلات میں رہنے والے کون ہیں؟ تمام مقلدین احناف ہوں کہ شوافع، مالکیہ ہوں کے حنابلہ یہ تمام ہی گمراہ ہیں اور اپنے اپنے اماموں

---

(۱) جس نے پہلے تو "موحد" کا لقب اختیار کیا، پھر وہابی۔ سے پھر فخر سے انھوں نے اپنے کو "غیر مقلد" مشہور کیا، اور آخر میں ایک زمانہ تک وہ "اہلحدیث" ہونے اور کہلانے کا شور مچاتے رہے، اور پھر جب خلیجی ممالک میں پٹرول برآمد ہوا اور دولت کی ریل پیل ہوئی اور اس جماعت کے "زیرکوں" نے دیکھا کہ سعودی علماء کی جماعت و مشائخ نجد و حجاز اپنے ناموں کے ساتھ سلفی لکھ رہے ہیں تو جھٹ ان کی جماعتوں میں شامل ہونے کی خاطر انھوں نے ایک مزید چھلانگ لگائی اور "سلفیت" کا سائن بورڈ لگا کر ان کے سامنے جا کھڑے ہوئے کہ اے دیکھو ہم بھی تمہاری ہی خمیر کے ہیں۔ اور اب ہند و پاک کے سارے ہی "اہلحدیث" "سلفی" ہوگئے یا ہو رہے ہیں، اور اب یاروں کے مزے ہی مزے ہیں، خلیج کی دولت نے ان کی زندگی کو پر عیش تو بنا ہی دیا تھا اس نے ان کے دماغ کو بھی خراب کر دیا ہے، ہاں ان کے سلف میں پچاس سال قبل تک کوئی سلفی نام کا نظر نہیں آتا۔

(۲) مولانا مقتدیٰ حسن ازہری استاد جامعہ سلفیہ بنارس اپنے خاص غیر مقلدانہ لہجے میں فرماتے ہیں: ہم صرف کتاب و سنت کی بات کرتے ہیں، اور جسے کتاب و سنت کی روشنی میں بات کرنی ہو وہ ہم سے بات کر سکتا ہے، ہم شیشے کے محل میں نہیں رہتے۔ (مجلہ "المآثر" مئو)

کی تقلید میں گرفتار، وہی تقلید جو غیر مقلدین کے نزدیک شرک اور گمراہی ہے۔

غیر مقلدین کا عام عقیدہ تمام مقلدین کے بارے میں یہی ہے کہ وہ مبتلائے معصیت و شرک ہیں، اسلئے ان کی زبان و قلم سے تمام مذاہب متبوعہ کے علماء، فقہاء، محدثین اور بزرگان دین کو زخم لگتے ہیں، اور یہ غیر مقلدین ان کو زخم لگا کر مسکراتے ہیں اور تھوڑے تھوڑے وقفے سے فقہ اور تقلید کی مذمت میں کوئی نہ کوئی اشتہار اور کوئی نہ کوئی کتاب ان کی طرف سے شائع ہوتی رہتی ہے۔

اور یہ دین و امت کی اتنی بڑی اور اتنی عظیم خدمت ہے کہ اس وقت پوری جماعت "اہلحدیث" برصغیر میں اسی کام پر لگی ہوئی ہے اور اس کیلئے اس کے پروگرام بڑے مرتب، بڑے منظم اور بڑے مسلسل ہیں۔

یوں تو جیسا میں نے عرض کیا کہ غیر مقلدوں کے نزدیک ان کے علاوہ تمام مسلمان گمراہ ہیں اور ہر مقلد مشرک ہے، لیکن چونکہ ہندوستان و پاکستان میں احناف کی اکثریت ہے اسلئے ان کا نشانہ اس برصغیر میں بطور خاص احناف ہی ہیں اور احناف کے خلاف انکی دریدہ دہنی، بدزبانی اور تبرا بازی اخلاق و شرافت کی آخری حد کو پار کر چکا ہے۔ ان کے سلف میں تو احناف علماء کا کچھ احترام بھی تھا، علم کی نسبت ہی سے سہی انکی کچھ عزت بھی تھی، اور چونکہ ان کے زمانہ میں اخلاق و شرافت کی بہر حال کچھ نہ کچھ قدر تھی اس وجہ سے ان کو اس کا کسی نہ کسی درجہ میں لحاظ بھی تھا۔

مگر یہ نئی پود جو پچاس سال کے اندر کی ہے اور خلیج کی دولت کی لالچ میں سلفیت کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہے، اس نے علم و اخلاق شرافت و مروت اور کیرکٹر و کردار کا جنازہ نکال کے رکھ دیا ہے، اب غیر مقلدوں کی کتابوں میں احناف اور فقہ حنفی کے خلاف جو زہر اگلا جا رہا ہے اور جس قسم کی گالیوں سے، احناف، فقہ حنفی اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تواضع کی جاتی ہے ان کے نمونے کچھ اس قسم کے آپ کو ملیں گے۔

"اور اسی طرح ہمارے مذہب اسلام کا مقابلہ مذہب حنفی کیسے کر سکتا ہے؟ قرآن وحدیث کا مقابلہ فقہ حنفی کیا کر سکتا ہے جو ایک قسم کا کوک شاشتر ہے، بے شمار گندگیوں کا مجموعہ ہے، مختلف خیال لوگوں کی گپ شپ کا ایک پلندہ ہے، متضاد خیالات کا ایک چوں چوں کا مربہ ہے۔" (مذہب حنفی کا مذہب اسلام سے اختلاف)

صلا

"پھر اہلحدیث کو کیا پڑی کہ اتنے کامل ومکمل پاک معنی دین وشریعت کو چھوڑ کر حنفیوں کی ذہنیات میں اپنا سر کھپائے، اس چوں چوں کے مربہ کو کھنگالے اور اس کوک شاشتر کی ورق گردانی میں اپنا وقت برباد کرے۔

یہ بد قسمتی حنفیوں ہی کو مبارک ہو کہ اسلام جیسا کامل ومکمل دین انکو کافی نہیں بلکہ اس کو وہ ناقص سمجھ کر مذہب حنفی کے نام سے ایک نیا دین انھوں نے جاری کیا ہے جو باقاعدہ اسلام سے علٰحدہ ایک پوری شریعت ہے۔" (ایضا صلا)

"اہلحدیث جماعت اس وقت سے چلی آرہی ہے جبکہ آپ کے حنفی مذہب کے بانی اور رب امام ابو حنیفہ عدم سے وجود میں بھی نہیں آئے تھے۔" (ایضا صلا)

"یہ تمہارے ہی امام تھے جو شراب کشید کیا کرتے تھے اور اس کی تجارت کرتے تھے۔" (صلا ایضا)

"یہ طوائفوں کے بازار حنفی مذہب ہی نے تو کھلوا رکھے ہیں، یہ ساری طوائفیں اپنے آپ کو حنفی سنی مذہب بتاتی ہیں۔" (ایضا صلا)

"تمہارا مذہب سراسر قرآن وحدیث کے خلاف ہے، اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ ان تمام گندگیوں کو چھوڑ دو، اور فقہ کی گندی کتابوں کو چھوڑ دو۔" (ایضا صلا)

"یہودی وہ قوم ہے جو اسلام کی دشمن اور قرآن وحدیث کی دشمن ہے یہ حنفی بھی سانچے میں فٹ ہوتے ہیں، ان کو حدیث رسول سے چڑھ ہے، قرآن سے دشمنی ہے محمدی نام سے چڑھ ہے، حنفی نام سے محبت ہے جو امام ابو حنیفہ کی بیٹی حنیفہ کی

نسبت ہے " (ایضاً ص۱۹)

" یہ تو حنفی یہودیوں کی فطرت ہے جو قرآن کی آیتوں میں تحریف کرتے ہیں اضافے کرتے ہیں اور انکار کرتے ہیں " (ص۲۰ ایضاً)

" لیکن چونکہ ان کا مذہب حنفی ہے، ان کا رب ابوحنیفہ ہے ان کے نبی علمائے احناف ہیں، یہ صرف انہیں کا کلمہ مانیں گے اللہ اور رسول کا حکم نہیں مانیں گے "

" ہاں حنفیوں کے رب ابوحنیفہ اور ان کے نبیوں علمائے احناف نے شریعت حنفیہ کی طرف سے حکم دیا ہے " (ص۲۴ ایضاً)

" لیکن چونکہ ان کا رب ابوحنیفہ ہے، اور ان کے نبی علمائے احناف ہیں اسلئے یہ انکی بتائی ہوئی نماز پڑھتے ہیں " (ص۲۵ ایضاً)

" حنفیہ عورتوں کو حکم دیتے ہیں کہ وہ کتوں کی طرح ہاتھوں کو زمین پر بچھا کر سجدہ کریں (۱) (ص۲۶ ایضاً)

---

(۱) اس بیچارے مسکین ابوالاقبال سلفی کو معلوم نہیں کہ خود انکا مذہب اس بارے میں کیا ہے مشہور غیر مقلد عالم نواب وحید الزماں حیدرآبادی لکھتے ہیں: وصلوٰة المرأة کصلوٰة الرجل غير انها ترفع يديها الى ثديها عند التحريم ولا تتجافى فى السجود بل تنخفض وتلصق بطنها بفخذيها وتضم (کنز الحقائق ص۲۲) یعنی عورتوں کی نماز مردوں کی طرح ہوتی ہے لیکن عورت تحریمہ کے وقت اپنا ہاتھ اپنے دونوں پستانوں تک اٹھائے گی اور سجدہ میں اپنے پیٹ کو زمین سے دور نہیں رکھے گی، بلکہ جھک کر اور اپنے پیٹ کو اپنی دونوں رانوں سے ملا کر سجدہ کریگی، یعنی احناف ہی کے مذہب کے مطابق غیر مقلدوں کے مذہب میں بھی عورتوں کو نماز پڑھنے کا طریقہ بتلایا جا رہا ہے۔ میرا اپنا تجربہ ہے کہ موجودہ غیر مقلدین میں سے بیشتر عوام ہی نہیں علماء تک کو نہ یہ معلوم ہے کہ ان کے دینی و شرعی مسائل کیا ہیں اور نہ یہ معلوم ہے کہ ان کے واقعی عقائد کیا ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی کتابوں میں ان باتوں پر بھی نکیر کرتے ہیں جو خود ان کے مذہب کی ہیں، اب یہیں دیکھئے یہ کتے والی نماز خود انکے مذہب کی ہے، مگر یہ بیچارے اس سے جاہل اور ناواقف ہیں۔

. رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے اس طریقہ پر نماز نہیں پڑھتے کیونکہ ان کا مذہب اسلام نہیں حنفی ہے، ان کا رب اللہ نہیں ابوحنیفہ ہے اور ان کے نبی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نہیں بلکہ علمائے احناف ہیں۔ (ایضا ص۲۶)

. حنفیہ ان تمام حدیثوں کو نہیں مانتے آخر سوال یہ ہے کہ کیوں نہیں مانتے؟ صرف اسلئے نہیں مانتے کہ ان کے رب ابوحنیفہ نے اس کا حکم نہیں دیا۔ (ص۳۵ ایضا)

. مذہب حنفی میں شریعت سازی کا حق امام ابوحنیفہ اور علمائے احناف کو ہے، یہ ہے فرق مذہب اسلام اور مذہب حنفی میں، جب کہ حنفی مذہب بالکل ایک علاحدہ مذہب ہے۔ (ایضا ص۴۲)

. حنفی مذہب کی بنیاد ساری کی ساری من گھڑت، ضعیف اور جھوٹی بے بنیاد حدیثوں پر ہے۔ (ص۴۳ ایضا)

. حنفیہ منافق ہیں۔ حنفی مذہب کی نماز کیا ہے ایک مذاق ہے (ص۴۵ ایضا)

. سچ کہا کہنے والے نے دیوبندی اس مذہب کے یہودی ہیں۔ (ص۵۱ ایضا)

. حنفیہ حضرات بظاہر تو کلمہ لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ پڑھتے ہیں لیکن عملاً ان کا کلمہ لا الہ الا ابوحنیفۃ وعلماء الاحناف اربابا من دون اللہ ہے۔ (۱) (ایضا ص۶۹)

یہ ہیں صرف ایک کتاب "مذہب حنفی کا اسلام سے اختلاف" سے چند نمونے جس سے آپ اندازہ لگالیں کہ اہلحدیث اور سلفی نام کے کیمپوں میں کس طرح کی تربیت ہو رہی ہے، اور دین و دعوت اور سلفیت کے اشاعت کے نام پر غیر مقلدین کے مدرسوں اور مرکزوں میں جو کام ہو رہا ہے اس کی نوعیت کیا ہے، ان کے مدارس

---

(۱) ٹھہرو ٹھہرو میرے بھائی! دیکھو عبارت غلط ہو رہی ہے۔ یوں لکھو، الا ابوحنیفۃ وعلماء الاحناف ارباب من دون اللہ۔

اور معابد سے جو لوگ پڑھ پڑھ کر نکل رہے ہیں ان کا فکر، ان کا مزاج کس سانچے میں ڈھل رہا ہے۔ ان کے ذہن و دماغ میں جو زہر گھولا جارہا ہے وہ اُمتِ مسلمہ کے لئے کتنا قاتل ہے، اور دین و شریعت کیلئے کتنا مہلک ہے۔

ابھی حال ہی میں غیر مقلدوں کی جماعت ہند و پاک کی مشترکہ کوششوں سے "الديوبندية" نامی عربی زبان میں ایک کتاب بڑی آب و تاب سے چھپی ہے اور اسے بڑی خاموشی اور رازدارانہ طریقہ پر دست بدست علمائے عرب و مشائخ نجد و حجاز میں پھیلایا گیا ہے۔ اور عرب حکومتوں کے سربراہوں کے پاس اور سرکاری دفاتر میں اس کے نسخے بھیجے گئے ہیں۔

اس کتاب کے مصنف نے پوری کوشش اور بڑی عرق ریزی اس کام کے لئے کی ہے کہ وہ دیوبندی جماعت کو بدعقیدہ دکھلائے اور کافر و مشرک اور بریلوی اور قبر پرستوں کی جماعت جیسا ایک ضال و مضل فرقہ ثابت کرے۔

جب وہ کتاب میرے ہاتھ میں آئی تو خیال ہوا کہ ذرا اس "داعی کتاب و سنت" اور "عامل بالحدیث والقرآن" اور "اہل حدیث" اور "ہدایت یافتہ" جماعت کے گھر میں بھی جھانک کر دیکھا جائے کہ آخر وہ اپنے ان دعووں میں کتنی سچی ہے، جو جھانک کر دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ اسلام میں شیعوں اور قادیانیوں کے بعد ان سے بڑھ کر جھوٹی جماعت کوئی ہے نہیں، اور یہ معلوم ہوا کہ شیعوں، بریلویوں، بدعتیوں لامذہبوں اور قادیانیوں کے شرکیہ و خرافاتی معتقدات و تعلیمات سے اس فرقہ "اہلحدیث" کا خمیر تیار ہوا ہے، جس کی تفصیل میں نے اپنی عربی کتاب۔

"تحفة مع اللامذهبية في شبه القارة الهندية"

میں دکھائی ہے، اور خدا کا شکر ہے کہ اس کتاب نے اس ضال و مضل اور بدعتی جماعت کی بنیاد کو ہلا کر رکھ دیا ہے، اور اب یہ کتاب و سنت کے جھوٹے مدعی دائیں بائیں دیکھ رہے ہیں کہ آخر یہ ہوا کیا، اور اب کیا کیا جائے، اور ستایا جارہا ہے

کہ اس جماعت کے اکابر لوگوں سے نگاہیں چرا رہے ہیں اور اس پر افسوس کر رہے ہیں کہ ہم نے "الدیوبندیہ"، نامی کتاب شائع کر کے شدید غلطی کی ہے، اور جس چوری کو ہم نے اب تک لوگوں کی نگاہ سے چھپا رکھا تھا۔ د تحفۃ مع الاحناف ہیبۃ، کی اشاعت نے اسے منظر عام پر لا کر ہم کو چوروں کی صف میں کھڑا کر دیا ہے، ایک صاحب نے انکی اس طرح کی باتوں کو سن کر اس جماعت کے ایک بڑے "داعی" کے سامنے یہ مصرع پڑھا۔

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

جن کو غیر مقلدوں کے خلافِ کتاب وسنت عقیدوں سے واقف ہونے سے کچھ بھی دلچسپی ہے ان کو اس کتاب کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیئے، اس کتاب کے مطالعہ سے واضح ہوگا کہ "سلفیت" اور "اہلحدیث" ہونے کے یہ جھوٹے مدعی شرک وبدعت اور رافضیت کے کس دہانے پر کھڑے ہیں۔

جب میں وہ کتاب لکھ رہا تھا تو اسی فرقہ کے کچھ مسئلے مسائل کی بھی کتابوں کو دیکھنے کا موقع ملا جن میں اس قسم کے دعوے تھے۔

"الحمد للہ اہلحدیث کو آج بھی اس بات پر فخر ہے، ہمارا مسلک سچا ہے اور ہمارے امام سب سے بڑے حتیٰ کہ امام الانبیاء ہیں۔

(مذہب حنفی کا مذہب اسلام سے اختلاف ص۸)

"دین کامل اہلحدیث کے پاس موجود ہے قرآن وحدیث کی شکل میں اہلحدیث کا معنی ہی قرآن وحدیث کا ماننے والا ہے"۔ (ایضاً ص۱۹)

"یہ کیسے ممکن ہے کہ اہلحدیث ہو اور قرآن وحدیث کو نہ مانے اہلحدیث کا تو دعویٰ ہی یہ ہے کہ قرآن وحدیث کو مانتے ہیں"۔ (ایضاً ص۱۹)

"ہم صرف کتاب وسنت کی بات کرتے ہیں، اور جسے کتاب وسنت کی روشنی میں بات کرنی ہو وہ ہم سے بات کر سکتا ہے، ہم شیشے کے محل میں نہیں رہتے"

(مولانا مقتدیٰ حسن ازہری کی ایک تقریر)

"اولاً دین اسلام منحصر در دو چیز ست یکے کتاب عزیز و دیگر سنت مطہرہ"
(عرف الجاوی صہ۳)

"ہم اہلحدیث ہیں برادر ہے قول نبی ہمارا رہبر" (طریق محمدی صہ۹)

"بنیاد اہل حدیث است اتباع سنن" (ایضاً صہ۸)

"جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر فیصلہ نہ کرے وہ کافر ہے" (صہ۲۲ ایضاً)

اس طرح کی باتیں اور دعوے غیر مقلدین کی کتابوں میں بکثرت اور جگہ جگہ نظر آئے اس سے یہ احساس ہوا کہ یہ فرقہ دوسروں کو یہ تاثر دینا چاہتا ہے کہ غیر مقلدین جو بزعم خود "اہلحدیث" ہیں ان کا عمل کتاب و سنت پر ہے، اور ان کے تمام مسائل و عقائد کی بنیاد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر قائم ہے اور یہ کہ تنہا یہ وہ فرقہ ہے جو تمام صحیح حدیثوں پر عمل کرتا ہے، اور بقیہ جتنے مذاہب متبوعہ ہیں، خواہ حنفی ہوں خواہ شافعی، مالکیہ ہوں، یا حنابلہ ان تمام کی بنیاد کتاب و سنت کے علاوہ پر ہے یہ اپنے اپنے امام کے اقوال کے پیرو ہیں، نہ ان کو اللہ سے محبت ہے نہ اللہ کے رسول سے، نہ ان کا تعلق کتاب اللہ سے ہے نہ سنت رسول اللہ سے یہ گمراہ ہیں اور گمراہی کی وادی میں بھٹک رہے ہیں۔

غیر مقلدوں کا جس طرح سے یہ دعویٰ کہ اہل حدیث صرف کتاب و سنت پر عامل ہیں اور ان کا عمل تمام صحیح حدیثوں پر ہے ایک بہت بڑا دعویٰ ہے، اسی طرح ان کا یہ الزام کہ ائمہ متبوعین کے مقلدین احناف، شوافع، مالکیہ، حنابلہ وغیرہ کتاب و سنت کو چھوڑ کر اقوال رجال اور اجتہادات ائمہ کی پیروی کرتے ہیں، اہل سنت والجماعت کی اکثریت پر نہایت گھناؤنا الزام ہے جس کی جواب دہی اس فرقہ کو انشاء اللہ آخرت میں کرنی ہوگی۔

احناف، شوافع، مالکیہ اور حنابلہ کا عمل کتاب و سنت پر ہے کہ نہیں ہمیں

جن کا جواب دینے کی ضرورت نہیں ہے، جس کو اللہ نے دو آنکھیں دی ہیں اور وہ بصر و بصیرت سے محروم نہیں ہے ان کی کتابوں کو وہ دیکھ کر خود معلوم کر سکتا ہے کہ ان مذاہب کی بنیاد کتاب و سنت کے علاوہ کس چیز پر ہے، جھوٹوں کی زبان کون پکڑے، چاروں مذاہب کے مسائل فقہیہ مدون ہیں، اور ان تمام مذاہب کی کتابیں بھی دستیاب ہیں، ان کو پڑھئے اور دیکھئے کہ ان کا عمل کتاب و سنت پر ہے یا نہیں، بلکہ یہ معلوم کیجئے کہ کیا اس "کوکبۂ ارضی" پر ان سے زیادہ بھی کوئی فرقہ کتاب و سنت کا عامل ہے؟

لیکن چونکہ غیر مقلدین یعنی بزعم خود اہل حدیث فرقہ نے اپنے پہلے دعویٰ کی نہایت وسیع اور پروپیگنڈائی انداز میں اشاعت کی ہے اور جاہلوں کو اب بھی مسلسل یہ باور کرانے کی کوشش میں لگا ہوا ہے کہ یہی فرقہ تنہا کتاب و سنت پر عمل کرنے والا ہے، اور اس کے سارے مسائل کتاب و سنت سے ماخوذ ہیں، اور یہ کہ صحیح حدیث اس کیلئے اکسیر کا سرمہ ہے۔ ہم نے ضروری سمجھا کہ ذرا ان کے مذہب کے مسائل کی کتابوں کا مطالعہ کر کے ان کے ان بلند بانگ دعوؤں کی صداقت و حقانیت معلوم کی جائے، چنانچہ ہم نے ان کے مذہب کی بعض کتابوں کا مطالعہ کیا۔ مثلاً۔ عرف الجادی من جنان ہدی الہادی، جو منسوب تو ہے نواب صدیق حسن خان صاحب کے لڑکے نواب نور الحسن خان کے نام مگر اصلاً یہ کتاب نواب صدیق حسن خان صاحب ہی کی ہے۔ (۱)

نزل الابرار اور کنز الحقائق نواب وحید الزماں حیدر آبادی کی، اور فتاویٰ نذیریہ جو تین ضخیم جلدوں میں شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین دہلوی علیہ الرحمہ کی طرف منسوب ہے۔

جب ہم نے ان کتابوں کا مطالعہ کیا اور ان میں مذکورہ غیر مقلدوں کے فقہی مسائل کو کتاب و سنت کی کسوٹی پر پرکھا تو یقین جانئے کہ ہم حیرانی و استعجاب کے

---

(۱) نزہۃ الخواطر میں ہے۔ وبعضہا من مصنفات والدہ کنہج المقبول وعرف الجادی وغیرہما۔
(نزہۃ الخواطر) یعنی بعض کتابیں (جو نواب نور الحسن خان صاحب کی طرف منسوب ہیں) وہ انکے والد کی تصنیف ہیں جیسے نہج المقبول اور عرف الجادی وغیرہ۔

اس مقام پر تھے جس کا آپ اندازہ نہیں کر سکتے، جھوٹ اور اتنا کھلا جھوٹ، دعویٰ اس زور و شور کا اور اتنا غلط اور جھوٹا دعویٰ، اللہ اکبر، تمام دنیا کی جماعت کے دعوے بھی اس جھوٹ کے سامنے سرنگوں ہو گئے۔

اور پھر ضروری معلوم ہوا کہ عام مسلمان بھی اس جھوٹ کو معلوم کر لیں، اور اس جماعت کی مکاریوں، فریب کاریوں، غلط بیانیوں اور گمراہ کن دعووں کی حقیقت سے باخبر رہیں۔

اسی مقصد کے پیش نظر یہ کتاب مرتب ہوئی ہے، جس کا نام ہم نے

"مسائل غیر مقلدین کتاب وسنت اور مذہب جمہور کے آئینہ میں" رکھا ہے۔

میں یہاں اس بات کو بہت واضح طریقہ سے عرض کر دوں کہ اس کتاب کا موضوع صرف یہ ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ فرقہ غیر مقلدین جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس کا عمل کتاب وسنت پر ہے اور یہ کہ وہ سلف کا پیرو ہے، اس کے اس دعویٰ میں صداقت کتنی ہے اور بس۔

اس لئے اس کتاب میں جو مسائل ذکر کئے گئے ہیں اس میں صرف یہ دکھایا گیا ہے کہ غیر مقلدوں کے دعووں کے برعکس غیر مقلد مذہب کے یہ مسائل کتاب وسنت اور جمہور علماء کے مسلک کے خلاف ہیں۔

اس کتاب کا ہرگز یہ مقصد نہیں ہے کہ ہم اس میں ائمہ اربعہ کے فقہی مذاہب کو کتاب وسنت کی روشنی میں واضح کریں یا ان کے حق و ناحق ہونے کی بات کریں اسلئے یہ بھی عین ممکن ہے کہ جو مسائل اس کتاب میں غیر مقلدوں کی طرف منسوب کر کے ذکر کئے گئے ہیں، کسی امام مجتہد کا بھی وہی مسلک ہو، لیکن یہ یاد رہے کہ غیر مقلدوں کا صرف اپنے بارے میں یہ دعویٰ ہے کہ وہ کتاب وسنت اور تمام صحیح حدیثوں پر عمل کرنے والے ہیں، مقلدین کے بارے میں تو ان کا عام نقطۂ نظر یہی ہے کہ یہ کتاب وسنت کے مخالف ہیں، اسلئے ہمیں نہ اس کی فکر ہے کہ ہم اپنے

اور نہ اس وقت اس الزام کو دفع کریں نہ فی الوقت اس کی حاجت ہے، نہ ہم نے اپنی اس کتاب میں احناف یا کسی بھی مذہب متبوع پر سے اس الزام کو دور کرنیکی کوشش کی ہے، ہمیں تو صرف یہ دکھلانا ہے کہ غیر مقلدوں کا یہ دعویٰ کہ وہ کتاب وسنت پر عامل ہیں، احادیث رسول کے عاشق ہیں، صحیح حدیث پر عمل کرنیوالے ہیں، اور گلزار محمدی کے بلبلان نالاں ہیں ان دعووں کی سچائی کتنی ہے اور بس۔

ایک بات یہاں اور بھی واضح کر دینی ضروری سمجھتا ہوں کہ ہم تے "اہلحدیث" کا مطلب یہ سمجھا ہے کہ اہلحدیث جماعت وہ جماعت کہلاتی ہے جو اللہ کے رسول کی تمام ثابت شدہ حدیثوں کو قابل عمل واتباع جانے، ایک صحیح حدیث کو بھی کسی جائز یا ناجائز تاویل سے رد نہ کرے۔

اگر کوئی جماعت محض آباء و اجداد اور بزرگوں اور بڑکھوں کی تقلید میں کسی صحیح حدیث کو چھوڑتی ہے تو وہ اس لائق نہیں ہے کہ اسے اہلحدیث کہا جائے۔ یہ کام تو بزعم غیر مقلدین، مقلدوں کا ہے کہ وہ اپنے اماموں کی اتباع میں اتنے غالی ہوتے ہیں کہ ان کے اجتہادات کے بالمقابل صحیح حدیث کو چھوڑ دیتے ہیں اور غلط تاویلات کا سہارا لیتے ہیں۔

اگر غلط تاویلات کا سہارا لیکر آباء و اجداد کی پیروی میں کسی دوسری جماعت نے بھی احادیث صحیحہ ثابتہ کو رد کر دینے کا مشغلہ بنالیا ہے تو پھر ظاہر ہے کہ اسے اہلحدیث نہیں کہا جا سکتا، اور نہ اس عمل کے ساتھ مقلدین کی جماعت اور اس فرقہ اہلحدیث میں کوئی فرق رہ جائے گا۔

بعض احادیث کو لینا اور بعض کو چھوڑنا یہ تو سب مسلمان جماعت کرتی ہے حتی کہ قادیانی تک کچھ حدیث کو لیتے ہیں اور کچھ کو مردود قرار دیتے ہیں، اگر غیر مقلدین مدعی کتاب وسنت اور "اہلحدیث" ٹائیٹل والی جماعت بھی یہی عمل کرے تو اسکو اپنے چہرہ پر سے اہلحدیث کا ٹائیٹل ہٹا دینا چاہیئے۔

البتہ ایک بات جس نے ہمیں بہت پریشانی میں ڈال رکھا ہے وہ یہ ہے کہ یہ غیر مقلدین یعنی بزعم خود اہلحدیث اپنے کو سلفی بھی کہتے ہیں اور ان کا ایک دعویٰ یہ بھی ہے کہ وہ سلف کے طریق پر ہیں، ہمیں پریشانی یہ لاحق ہے کہ انکی مراد سلف سے کونسی جماعت ہے؟ صحابہ کا شمار سلف میں ہے کہ نہیں؟ اہلحدیثوں کے اصول اور عقیدہ کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ واضح ہوتا ہے کہ سلف میں جماعتِ صحابہ کا شمار نہیں ہے، اسلئے کہ غیر مقلدوں کے عقیدہ کے مطابق صحابہ کا قول و فعل حجت نہیں۔

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی فرماتے ہیں:

"آرے اگر سخن ہست در قبول رائے ایشاں نہ روایت"

(عرف الجاوی صہ۲)

"یعنی اگر کلام ہے تو صحابہ کی رائے کو قبول کرنے میں کلام ہے نہ کہ روایت۔

نیز ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

"حدیث جابر در یں باب قول جابر است، و قول صحابی حجت نیست"

یعنی جو حضرت جابر کی حدیث ہے وہ حضرت جابر کا قول ہے اور صحابی کا قول حجت نہیں،

اور یہی نواب صاحب اپنی کتاب التاج المکلل میں فرماتے ہیں:

دفعل الصحابی لایصلح حجۃ (صہ۲۹۳) یعنی صحابی کا فعل قابلِ حجت نہیں ہوتا۔

اور اس جماعت کے شیخ الکل فی الکل مولانا سید میاں نذیر حسین دہلوی فرماتے ہیں:

افعال الصحابۃ رضی اللہ عنہم لاتنتھض للاحتجاج بھا

یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم کے افعال سے حجت اور دلیل نہیں قائم ہوسکتی۔

اور فتاویٰ نذیریہ میں یہی شیخ الکل فی الکل فرماتے ہیں:

"زیرا کہ قول صحابی حجت نیست" (ص ۲۴۰ ج ۱)

یعنی صحابی کا قول حجت نہیں ہے۔

یہی قسم کی بات مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری نے بھی اپنی مایۂ ناز کتاب تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی میں لکھی ہے بلکہ نواب وحید الزماں حیدرآبادی جو مشہور غیر مقلد عالم ہیں ان کے نزدیک صحابہ کی ایک جماعت اس لائق بھی نہیں کہ اس جماعت کے کسی فرد کو رضی اللہ عنہ بھی کہا جائے چنانچہ وہ اپنی مشہور کتاب کنز الحقائق میں تصریح فرماتے ہیں کہ۔

"ویستحب الترضی للصحابۃ غیر ابی سفیان ومعاویۃ وعمرو بن العاص ومغیرۃ بن شعبۃ وسمرۃ بن جندب۔" (ص ۲۳۴)

یعنی صحابہ کیلئے رضی اللہ عنہ کہنا مستحب ہے، سوائے (حضرت) ابوسفیان و (حضرت) معاویہ و (حضرت) عمرو بن عاص و (حضرت) مغیرہ بن شعبہ اور (حضرت) سمرہ بن جندب کے۔ (اس جماعت کو رضی اللہ عنہ نہیں کہا جائے گا۔)

اور نزل الابرار میں انہیں نواب صاحب نے صحابہ کرام میں سے اک جماعت پر فاسق ہونے کا حکم لگایا ہے، فرماتے ہیں۔

"ومنہ یعلم ان من الصحابۃ من ھو فاسق کالولید ومثلہ یقال فی حق معاویۃ وعمرو ومغیرۃ وسمرۃ" (نزل الابرار ص ۹۴/۳)

یعنی اس سے معلوم ہوا کہ کچھ صحابہ فاسق ہیں جیسا کہ ولید اور اسی کے مثل کہا جائیگا معاویہ عمرو مغیرہ اور سمرہ کے حق میں (کہ وہ بھی فاسق ہیں)

یہ غیر مقلدین کی جماعت کے وہ اساطین اور اعلام ہیں جنکے سہارے غیر مقلدیت کی بنیاد قائم ہے، اسلئے "سلف" سے تو مراد غیر مقلدین کے یہاں صحابہ ہو نہیں سکتے۔ بلکہ جماعت صحابہ انکے نزدیک سلف سے خارج ہے۔

تابعین اور ائمہ متبوعین بھی سلف سے خارج ہیں اسلئے کہ ان کی پیروی

اقوال رجال کی پیروی ہے، اور یہ بات غیر مقلد مذہب کی اتنی مشہور ہے کہ اس پر کسی گواہی شہادت کی ضرورت نہیں ،

اگر "سلف" سے مراد محدثین کا گروہ ہے تو محدثین کی عمومی جماعت اور بطور خاص سرخیل محدثین امام بخاری کے بارے میں غیر مقلدوں کا فیصلہ یہ ہے۔

"ان محدثین ان شارحین حدیث ان تفسیر نویس اوران مفسرین کی تقلیدی ذہنیت پر ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے جو اتنی بات کا تجزیہ و تحقیق کرنے سے بھی عاری تھے کہ یہ واقعہ (واقعہ افک) سرے سے ہی غلط ہے۔

لیکن اس دینی و تحقیقی جرأت کے فقدان نے ہزاروں ایسے پیدا کئے اور پیدا ہوتے رہیں گے، ہمارے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح بخاری میں جو کچھ درج فرمادیا وہ صحیح اور لاریب ہے، خواہ اس سے اللہ تعالیٰ کی الوہیت، انبیائے کرام کی عصمت، ازواج مطہرات کی طہارت کی فضائے بسیط میں دھجیاں بکھرتی چلی جائیں [1] کیا یہ امام بخاری کی اسی طرح تقلید جامد نہیں جس طرح مقلدین ائمہ اربعہ کی تقلید کرتے ہیں۔"

(حدیقۃ کائنات از حکیم فیض عالم ص ۱۰۶)

اور اس غیر مقلد محقق و عالم کی امام بخاری کی شان میں مزید گہر فشانی ملاحظہ فرمائیے، یہ بدبخت اس رئیس و رأس المحدثین کے بارے میں لکھتا ہے!

---

(۱) اب اس کے بعد امام بخاری کی بخاری شریف پر کون بدبخت بھروسہ کرے گا، اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری کی کتاب الصحیح الجامع میں بعض احادیث صحیح اور لاریب ہونے سے بالاتر نہیں، بلکہ اس سے بڑھ کر یہ بات معلوم ہوئی کہ اس میں ایسی بھی روایتیں ہیں جن سے اللہ کی الوہیت انبیائے کرام کی عصمت میں فرق آتا ہے اور ان روایت کو صحیح تسلیم کرلینے سے ازواج مطہرات کی طہارت کی فضائے بسیط میں دھجیاں بکھر جاتی ہیں، امام بخاری پر اتنا گھناؤنا الزام اب یہ نام کے اہل حدیث بھی لگانے لگے۔

"دراصل امام بخاری میرے نزدیک اس روایت کے معاملہ میں مرفوع القلم تھے داستان گو کی بچا یک دستی کے سامنے امام بخاری کی احادیث کے متعلق تمام تحقیقات دھری رہ گئیں" (ایضاً ص۱۶)

جب محدثین کے گروہ کی یہ عظیم الشان و جلیل القدر شخصیت بھی بے اعتباری اور علم و فن کے اس درجہ پر ہے تو دوسرے بے چارے محدثین اس فرقہ کے یہاں کس شمار و قطار میں ہوں گے۔

خیال آیا کہ غالباً اس فرقہ کے یہاں "سلف" سے مراد شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد رشید حافظ ابن قیم ہوں گے۔ لیکن ان کے بارے میں غیر مقلدوں کی رائے بھی اس طرح معلوم ہو جاتی ہے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم کی بہت سی باتوں کو غیر مقلدین ردی کی ٹوکری میں ڈالدیتے ہیں جیسا کہ آپ کو اس کتاب سے معلوم ہوگا، بلکہ اس سے بڑھ کر غیر مقلدین ابن قیم کی بات تو درکنار ابن تیمیہ کی فہم اور ان کے علم کے بارے میں بھی شاکی نظر آتے ہیں۔ چنانچہ نواب وحید الزماں حیدرآبادی اپنی کتاب ہدیۃ المہدی میں لکھتے ہیں:

وشیخنا ابن تیمیه قد شدد الانکار علی ابن عربی وتبعه الحافظ (ای ابن القیم) والتفتازانی وعندی انهم لم یفهموا مراد الشیخ ولم یمعنوا النظر فیه۔ ص۱۱۵

یعنی ہمارے شیخ ابن تیمیہ نے ابن عربی پر سخت اعتراض کیا ہے، اور انہیں کی اتباع حافظ ابن قیم اور تفتازانی نے کی ہے، اور میرے نزدیک اصل یہ ہے کہ ان لوگوں نے شیخ ابن عربی کی مراد کو سمجھا نہیں اور نہ اس میں غور کیا"

غرض بڑے افسوس کے ساتھ اس خیال سے بھی باز آنا پڑا، پھر خیال گزرا شاید غیر مقلدوں کی مراد "سلف" سے محمد بن عبدالوہاب شیخ نجد اور ان کے متبعین ہوں مگر اس سلسلہ میں جب تلاش و جستجو ہوئی تو معلوم ہوا کہ یہ خیال بھی غلط بلکہ

بہت غلط ہے یہ غیر مقلدین تو محمد ابن عبدالوہاب کو مقلد اور مشرک سمجھتے ہیں اور ان کی طرف یا انکی جماعت کی طرف انتساب کو بھی گالی سے بدتر جانتے ہیں اور جماعتِ وہابیہ کو ایک فرقہ محدثہ شمار کرتے ہیں۔

ذرا ان کے اکابر واصاغر کی شیخ محمد بن عبدالوہاب کے بارے میں یہ آراء ملاحظہ ہوں۔

فرقہ غیر مقلدین کی عظیم الشان اور پہاڑ جیسے علم والی شخصیت نواب صدیق حسن خاں مرحوم ترجمان وہابیہ میں فرماتے ہیں:

"محمد بن عبدالوہاب کا کیا ذکر ہے اور وہ کس قطار و شمار میں ہے"

(ترجمان وہابیہ صفحہ ۱)

"نہ ہم اپنے دین میں محمد بن عبدالوہاب کے تابع ہیں" ایضاً صفحہ ۱۲

"اور حقیقت یہ ہے کہ ہم لوگ جو ایک خدا کو ماننے والے ہیں اور ایک نبی برحق کی چال چلنے والے ہیں انکو وہابی کہنا ایسا برا لگتا ہے جیسے گالی دینا" ایضاً صفحہ ۱۹

"غرض کہ کوئی علاقہ دینی اور دنیوی ہندوستان کے مسلمان موحدین کو اہل نجد کے لوگوں کے ساتھ حاصل نہیں" ایضاً صفحہ ۲۲

اور غیر مقلدین فرقہ کے دوسرے بڑے محقق اور عالم نواب وحید الزماں حیدرآبادی نے اپنی کتاب ہدیۃ المہدی میں مستقل ایک فصل ہی بڑی طول وطویل شیخ ابن عبدالوہاب کے ان خیالات وعقائد کی رد میں باندھی ہے جو انھوں نے اپنی کتاب "کتاب التوحید" میں قرآن وحدیث کی روشنی میں ذکر کئے ہیں، اور ان کو ان کے عقائد کے بارے میں شدت پسند بتایا ہے حتیٰ کہ ان کو اسی تشدد و تشدید کی بنیاد پر خوارج کی جماعت کا آدمی قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

وشدد بعض اخوانا من المتأخرين فى امر الشرك وضيق دائرة الاسلام .... والتشديد فى الدين سيماء الخوارج المارقين

(درالکلمتین ۔ صفحہ ۲۵)

یعنی ہمارے متاخرین میں سے بعض بھائیوں نے شرک کے سلسلہ میں بڑے تشددات کئے ہیں، اور اسلام کے دائرہ کو تنگ کر دیا ہے، حالانکہ دین میں سختی کرنا یہ خوارج کی علامت ہے، جو دین سے باہر اور اللہ کے عہد کو توڑنیوالی جماعت ہے۔

اور نواب صاحب حیدرآبادی نے کتابیہ کے حاشیہ میں بعض اخواننا کی توضیح یوں فرمائی ہے:۔ "وھو الشیخ عبد الوھاب" یعنی وہ محمد بن عبد الوہاب ہیں۔ اور فرقہ غیر مقلدین کی نہایت مشہور و معروف و مستند شخصیت حافظ عبد اللہ صاحب محدث غازی پوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی دو کتابوں میں محمد بن عبد الوہاب سے اپنی برأت کا اظہار یوں کرتے ہیں:

"علاوہ اس کے ابن عبد الوہاب نجدی جو وہابیوں کا پیشوا تھا خود حنبلی المذہب تھا اور اہلحدیث مذاہب متقلدین میں سے کسی مذہب کے مقلد نہیں تو ان کا تابع ہونا ابن عبد الوہاب نجدی کا کس طرح ممکن ہے، وہابی اہلحدیث میں تو زمین و آسمان کا فرق ہے"۔

"ہرگاہ یہ لقب نہ ان کے اصول مذہب کے موافق ہے اور نہ وہ اس لقب پر راضی ہیں بلکہ اس لقب کو گالی سے بھی بدتر جانتے ہیں"۔

(ابراء اہل الحدیث والقرآن ص۳)

اور یہی حافظ صاحب غازی پوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی ایک دوسری کتاب الکلام النباہ میں فرماتے ہیں:

"ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم کو وہابی کیوں کہا جاتا ہے ہم تو جہاں تک غور کرتے ہیں اسکی کوئی وجہ ہماری سمجھ میں نہیں آئی اور یہ لقب ہمارے نزدیک بہت برا لقب ہے ہم اس کو گالی سے بھی بدتر جانتے ہیں"۔ ص۱

اور غیر مقلد جماعت کی نہایت مشہور شخصیت اور ان کے شیخ الاسلام ابوالوفا

مولانا ثناء اللہ امرتسری اپنے رسالہ مذہب اہلحدیث میں فرماتے ہیں :

"جہلا میں مشہور ہے کہ اہل حدیث کے مذہب کا بانی عبدالوہاب نجدی ہوا ہے (یعنی محمد بن عبدالوہاب) مگر حاشا و کلا ہمیں اس سے کوئی بھی نسبت نہیں "

بلکہ اہلحدیث کے بہت سے افراد کو معلوم نہیں کہ عبدالوہاب کون تھا؟

بلکہ مولانا ثناء اللہ امرتسری نے تو محمد بن عبدالوہاب کے عقائد کو صراحۃً شرکیہ کفریہ قرار دیا ہے، اور اسکے یہودی النسل ہونے کا بزبان خاموشی اقرار کیا ہے، چنانچہ وہ امیر عبدالرحمٰن خان کے نام ایک شائع شدہ اپنی تحریر میں لکھتے ہیں :

"بانی این فرقہ عبدالوہاب نجدی ست کہ یہودی النسل بود و در نہانی عداوت اسلام داشت وغیرہ ہمچون قسم، این چنیں افترایات کہ جہلاء بنسبت فرقہ اہلحدیث مشہور می کنند اصلے ندارند بلکہ این چنیں اعتقادات و مقالات را اہلحدیث کفری دانند نہ اہلحدیث این چنیں اعتقادات دارند نہ عبدالوہاب نجدی را پیشوائے خود دانند بلکہ از کیفیت شخصیۂ او نیز ناواقف اند "

(مذہب اہلحدیث ص وبعدہ)

یعنی اس قسم کی باتیں کہ اہلحدیث فرقہ کا بانی عبدالوہاب نجدی ہے جو کہ یہودی النسل تھا اور پوشیدہ طریقہ پر اسلام کا دشمن تھا، اس طرح کے خیالات جو جاہل لوگ اہلحدیث کے بارے میں مشہور کرتے ہیں اس کی کوئی اصل نہیں ہے، بلکہ اہلحدیث تو اس طرح کے عقیدوں اور اس طرح کی باتوں کو (جن کی نسبت محمد بن عبدالوہاب کی طرف کیجاتی ہے) کفر سمجھتے ہیں، نہ اہلحدیث کے اس طرح کے عقائد ہیں اور نہ وہ عبدالوہاب نجدی کو اپنا پیشوا سمجھتے ہیں بلکہ ان کو یہ بھی نہیں معلوم کہ اس کی شخصیت کیا تھی اور وہ کون تھا،

اور حال کے ایک ایم بی بی ایس محقق ڈاکٹر شفیق الرحمٰن اپنے کتابچہ

"اہل توحید کیلئے لمحۂ فکریہ" میں ارشاد فرماتے ہیں:

قطع نظر روایت کی صحت کے محمد بن عبدالوہاب صاحب نے اس کے آگے خود تشریح فرمائی کہ انھوں نے (یعنی حضرت آدم نے) صرف شیطان کی بات مانی تھی عبادت نہیں تھی"

انھوں نے شیطان کی بات کیوں مانی اسلئے کہ اگر میں بات نہ مانوں گا تو میرا بچہ مرجائے گا، کیا شیطان کے بارے میں یہ بات تسلیم کرنا کہ اگر اس کی بات نہ مانی جائے تو وہ بچہ مار بھی سکتا ہے شرک نہیں ہے؟ ص۲۷

غرض دیکھا آپ نے صحابہ کرام کی جماعت سے لیکر محمد بن عبدالوہاب نجدی اور انکی جماعت تک غیر مقلدوں کے نزدیک کوئی بھی "سلف" کہلانے کے لائق باقی نہیں رہا۔

پس حیرانی یہ ہے کہ غیر مقلدین کی اس سلفیت کی بنا کیا ہے۔ آخر ان کے نزدیک سلف سے مراد امت مسلمہ میں کون لوگ ہیں، اور یہ حیرانی اس وقت تک باقی رہے گی جبتک کہ خود غیر مقلدین فرقہ "جماعتِ سلف" کا تعین نہ کر دے، جسکے طریق پر ہونے اور چلنے کا اس کا دعویٰ ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ غیر مقلدین ہم کو کب اس ورطۂ حیرت سے نکالتے ہیں۔

بہر حال اب ان سطور کو ختم کرتے کرتے اتنی بات اور عرض کرتا چلوں کہ ہم نے اپنی اس کتاب میں غیر مقلدین کے جتنے مسائل ذکر کئے ہیں، انکو نمونہ سمجھئے، اسطرح کے تمام مسائل کا ذکر کرنا اس ایک کتاب میں نہ ممکن تھا اور نہ اسکی ضرورت تھی، یہ ایک جھلک ہے جس سے اس مذہب کا سراپا اور خدوخال کسی حد تک واضح ہوتا ہے اور یہی مقصد ہے۔

اس کتاب میں جو حوالے ہیں پوری کوشش یہ رہی ہے کہ اس میں ممکن حد تک غلطی سے بچا جائے، اگر کسی قاری کو کوئی غلط حوالہ نظر آئے تو از راہ کرم وہ مطلع کر دے، اس کی ذمہ داری قبول کرتے ہوئے اس کی تصحیح کر دی جائے گی۔

کتابت کی غلطیاں بھی ہو سکتی ہیں، اہل علم اور اہل دانش کتابت کی غلطیوں کو اچھالا نہیں کرتے۔ اپنے فہم اور اپنے علم سے کام لیکر وہ از خود اس کی تصحیح کر لیتے ہیں، اور کرم فرماتے ہوئے مصنف اور مؤلف کو بھی مطلع کر دیتے ہیں۔

ناظرین کہیں کہیں لب و لہجہ کی تیزی اور سختی بھی ملاحظہ فرمائیں گے، کیا عرض کروں اپنے مزاج اور اپنی طبیعت کے خلاف بھی کبھی کبھی کوئی کام کرنا پڑتا ہے۔ ابھی آپ نے اس مقدمہ میں دیکھا کہ احناف اور امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے بارے میں غیر مقلدین کا لب و لہجہ کیسا ہوتا ہے؟ مسلک دیوبند سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو یہودی تک بنا دیا گیا ہے، اب اس کے بعد میں اپنے تیز لب و لہجہ کی معذرت بھی کروں تو کیسے کروں، خود قرآن نے اتنی اجازت تو ہمیں بطور حق کے دی ہی ہے۔

فمن اعتدیٰ علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدیٰ علیکم

اگر کوئی تم پر زیادتی کرے تو جتنی زیادتی اس نے کی ہے اتنی تم بھی کر سکتے ہو۔

اور لا یحب اللہ الجھر بالسوء من القول الا من ظلم۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو فتنہ و فساد اور مدعیوں کے شر سے محفوظ رکھے، ادعا نے ہمیشہ شر کو جنم دیا ہے، قادیانی، منکرین حدیث، اہل قرآن مشرقی فتنہ، نیچریت، مودودیت یہ تمام فرقے اور جماعتیں اسی ادعا کی پیداوار ہیں ——— خدا ہمیں صراط مستقیم پر چلائے، اور اس کتاب کو عامہ مسلمین کیلئے نافع بنائے اور قبولیت کے شرف سے نوازے، ہماری غلطیوں کوتاہیوں اور لغزشوں کو معاف کرے۔

والحمد للہ اولا و آخرا، وصلی اللہ علی النبی الامی وآلہ وصحبہ اجمعین ——

محمد ابوبکر غازیپوری

قاسمی منزل، سید واڑہ، غازیپور

۲۲ مارچ ۱۹۹۶ء بمطابق ۲ ذی الحجہ ۱۴۱۶ھ

پہلے اسے پڑھ لیں

• چونکہ اس کتاب میں جو مسائل ذکر کئے گئے ہیں وہ مختلف الانواع ہیں، اس لئے ان کے ذکر میں کسی خاص ترتیب کا لحاظ نہیں رکھا گیا ہے، البتہ جن مسائل پر قدرے تفصیلی گفتگو ہے، انکو مقدم رکھا گیا ہے، اور جن پر مختصر کلام ہے انکو بعد میں ذکر کیا گیا ہے۔

• قارئین دیکھیں گے کہ ہم نے ان مسائل پر نقد و کلام میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور احناف علماء کا نام بہت کم لیا ہے، ایسا ہم نے دو وجہوں سے کیا ہے۔
اول یہ کہ تجربہ یہ ہے کہ احناف کا نام آتے ہی اور امام اعظم ابوحنیفہ کا ذکر سنتے ہی غیر مقلدین حضرات کی پیشانی شکن آلود اور ان کا مزاج برہم ہوجاتا ہے۔ اور ہم اسی بات سے اپنے "موحد غیر مقلدین" بھائیوں کو بچانا چاہتے ہیں تاکہ وہ اس کتاب کو سکون و اطمینان اور ٹھنڈے دل و دماغ سے پڑھ سکیں اور اگر خدا توفیق دے تو وہ اس سے فائدہ اٹھائیں۔
دوم یہ کہ ہمارے ان "موحد غیر مقلدین" بھائیوں کے نزدیک امام اعظم ابوحنیفہ اور احناف علماء و فقہاء کا شمار "اہل حدیث" میں سے نہیں ہے، اور ہمارے یہ "موحدین" بھائیوں کی جماعت ماشاء اللہ اہلحدیثوں کے علاوہ کسی غیر اہلحدیث کی بات ماننے کو تیار نہیں، اسلئے احناف اور امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کا ذکر کرنے سے ہم نے حتی الامکان پرہیز کیا ہے۔
مولانا محمد اسماعیل سلفی غیر مقلدین کی جماعت کے زبردست عالم ہیں اور علم و عمل کے اس دور انحطاط میں انکا مقام اس جماعت میں امامت کا تھا انکا بیان ہے۔

سائر الائمة المجتهدين سوى فقهاء الكوفة منضمون الى اهل الحديث ۔ (حرکة الانطلاق الفکری ص۱۵۳)

"یعنی فقہائے کوفہ کے علاوہ تمام ائمہ مجتہدین کا شمار۔ اہلحدیث میں ہے۔"

ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے:

ويعلم من كلامه فى الكتابين انه يعتبر الائمه كلهم سوى ائمة الكوفه من اهل الحديث ۔ (ص۱۴۷)

"یعنی حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کی دونوں کتابوں (حجۃ اللہ اور مصفیٰ) سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ائمہ کوفہ کے علاوہ تمام ائمہ کو اہل حدیث میں سے سمجھتے ہیں۔"

جب صورت حال یہ ہے تو فقہی مسائل کے ذکر و بیان میں احناف کا نام ہی لینا بیکار تھا کہ غیر مقلدین حضرات کے نزدیک "اہل رائے" کا نہیں "اہلحدیث" کا قول معتبر ہوتا ہے، اسلئے ہم نے کوشش کی ہے کہ اس کتاب میں "اہلحدیث" کا ذکر ہو، اور انھیں کی بات نقل کی جائے۔ (۱)

اس سے ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ واقعی اہلحدیث اور مصنوعی اہلحدیث میں

---

(۱) ان ائمہ عظام اور جماعت اہلحدیث کی مایہ ناز اور قابل فخر شخصیتوں کے بارے میں غیر مقلدین حضرات کو یہ شبہ قطعاً نہ ہونا چاہئے کہ وہ کتاب و سنت سے ہٹ کر کوئی بات کہیں گے اور ان ائمہ حدیث کے بارے میں حضرات غیر مقلدین کو کشادہ ذہن، کشادہ قلب اور کشادہ نظر اور با ادب ہونا چاہئے اسلئے کہ جمود ضیق نظر اور تنگ ذہنی اور ائمہ حدیث کی شان میں بے ادبی اور گستاخی تو تقلید کا خاصہ ہے اور یہ چیزیں مقلدین کے ساتھ خاص ہیں، مولانا اسمٰعیل سلفی لکھتے ہیں: ومن العسير جدا ان يتجنب المقلد عن التعصب واسائة الادب (الانطلاق الفکری ص۱۰۰) یعنی یہ بہت مشکل ہے کہ مقلد تعصب اور بے ادبی سے محفوظ رہے، اور اہلحدیث کے بارے میں فرماتے ہیں ولم توجد فيهم العصبية (ایضاً ص۱۱۲) یعنی اہلحدیث میں عصبیت کا وجود نہیں، ہم چاہتے ہیں کہ اہلحدیث حضرات اپنے عدم جمود اور تحرک اور عدم عصبیت کا ثبوت دیں۔

متغیرین کو فرق کرنا مشکل نہ رہے گا اور ہر ایک کی شناخت آسانی سے ہو سکے گی۔

• شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کو گروہ غیر مقلدین سب سے بڑا "اہل حدیث" شمار کرتا ہے، اور جب وہ انکو "سب سے بڑا اہل حدیث" شمار کرتا ہے تو وہ بزعم خود انکو اپنا ہی جیسا "اہلحدیث" سمجھتا ہے۔ ہم نے اس کتاب کی تیاری کے موقع پر حضرت شیخ الاسلام کے فتاوی کے بیشتر حصہ کا بڑی حد تک مطالعہ کیا ہے اور میں ببانگِ دہل یہ کہتا ہوں کہ یقیناً حافظ ابن تیمیہ بہت بڑے اہل حدیث تھے، لیکن انکی "اہلحدیثیت" کو شوکانی، دہلی، اور بھوپال والی "اہلحدیثیت" سے کوئی نسبت نہیں دونوں کی "اہلحدیثیت" میں "اعمال" میں بھی اور "اعتقادات" میں بھی زمین و آسمان کا فرق ہے، اور اس کتاب کے پڑھنے والے دونوں اہلحدیثیت کا یہ فرق بڑی آسانی سے معلوم کرلیں گے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے جو تفردات ہیں "اہلحدیث" کا طائفہ حاضرہ صرف انھیں تفردات میں ابن تیمیہ کا ہم نوالہ اور ہم پیالہ ہے ورنہ بیشتر مسائل وغیرہ میں دونوں کی راہ الگ الگ اور جدا جدا ہے، انشاء اللہ میں اپنی اس بات کو کسی مستقل مضمون میں اچھی طرح اور دلائل سے واضح کروں گا۔

• آپ کی نگاہ سے اس کتاب کا جو پہلا مسئلہ گزرے گا اس کا تعلق غیر مقلدین حضرات کے عقیدہ سے ہے، اس کو اس کتاب میں ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو ان حضرات کے مذہب کا ایک اجمالی تعارف حاصل ہو جائے اور ان مدعیانِ کتاب وسنت کے "تقویٰ فکری" "تنور ذہنی" اور ان کے "عدم جمود" اور "عدم تقلید" کی آخری حد کیا ہے اس کا کچھ اندازہ ہو سکے۔

اب لیجئے اللہ کا نام اور شروع کیجئے کتاب اور دیکھئے قدرت کا تماشا۔

(۱) مسئلہ

غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ مختلف فیہ مسائل میں ردو انکار جائز نہیں، نواب وحید الزماں حیدر آبادی فرماتے ہیں۔

ولا یجوز الانکار علی امور مختلفة فیها بین العلماء، کغسل الرجل ومسحه فی الوضوء والتوسل بالاموات فی الدعاء والدعاء من الله عند قبور الاولیاء والانبیاء وارسال الیدین فی الصلوٰة ووطی الازواج والاماء فی الدبر والمتعة والجمع بین الصلوٰتین واللعب بالشطرنج والغناء والمزامیر والفاتحة المرسومة او مجلس المیلاد وهو المنقول عن امامنا احمد بن حنبل۔

(هدیة المهدی ص۱۱۸)

یعنی ان امور کا جو علماء کے مابین مختلف فیہ ہیں انکار کرنا جائز نہیں ہے مثلاً وضو میں پاؤں کا دھونا یا اس پر مسح کرنا، دعا میں مردوں کا وسیلہ پکڑنا، انبیاء اور اولیاء کی قبروں کے پاس دعا کرنا، نماز میں قیام کی حالت میں دونوں ہاتھ کا چھوڑے رکھنا، بیویوں یا باندیوں سے وطی فی الدبر کرنا (بیخانہ کے مقام میں ان سے مباشرت کرنا) اور متعہ، اور شطرنج کھیلنا، گانا بجانا، اور مروجہ فاتحہ و نیاز اور میلاد کی مجلس، (ان امور پر انکار کرنا جائز نہیں ہے) اور یہی بات ہمارے امام احمد بن حنبل سے منقول ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل کی طرف اس بات کی نسبت کرنا کہ وہ ان بدعتوں اور غیر شرعی امور پر انکار کو جائز نہیں سمجھتے ہیں، یہ حضرت امام اہل سنت پر ایسا گھناؤنا الزام ہے جس کی جواب دہی غیر مقلدوں کے اس امام کو یوم آخرت میں خدا کے روبرو کرنی ہوگی۔

اب میں غیر مقلدوں سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ امور جو نواب صاحب نے

بیان کئے گئے ہیں وہ «منکر شرعی» ہیں یا نہیں، اگر وہ منکر شرعی نہیں ہیں تو غیر مقلدین ان کے ثبوت کے لئے کتاب و سنت سے دلیل پیش کر دیں، اور اگر وہ منکر شرعی ہیں تو ان پر نکیر کیوں نہیں کی جائے گی۔

اللہ کے رسول کا یہ ارشاد غیر مقلدین بھول گئے کہ اگر تم میں کا کوئی آدمی کسی منکر (کسی غیر شرعی بات) کو دیکھے تو بزور طاقت اسکو بدلے اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے اس کی مذمت کرے اور اس کی بھی ہمت نہ ہو تو کم از کم دل سے اس کو برا سمجھے اور آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ذالک اضعف الایمان « یہ آخری بات ایمان کا کم سے کم حصہ ہے۔

کیا غیر مقلدین ایمان کے اس اضعف درجہ سے بھی محروم ہو چکے ہیں۔

اب آیئے دیکھئے جو مسائل مذکورہ بالا عبارت میں ہیں وہ کیا کیا ہیں۔

پہلا مسئلہ وضو میں پاؤں دھونے یا اس پر مسح کرنے کا ہے، ساری امت کا اتفاق ہے کہ وضو میں پاؤں دھویا جائے گا، مسح کرنا کسی بھی اہلسنت والجماعت کا مذہب نہیں ہے، یہ شیعوں کا مسئلہ ہے اور شیعہ اہلسنت سے خارج ہیں۔

دوسرا مسئلہ توسل بالاموات کا ہے، بلاشبہ غیر مقلدین کے یہاں توسل بالاموات جائز ہے مگر سلفیوں اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے نزدیک یہ شرک ہے، فتاوی شیخ الاسلام میں ہے۔

بخلاف قوله‌م اسئلك بجاه نبينا او بحقه فان هذا مما نقل عن بعض المتقدمين فعله ولم يكن مشهورا بينهم ولا فيه سنة عن النبي صلى الله عليه وسلم بل السنة تدل على النهي كما نقل ذلك عن ابي حنيفة وابي يوسف وغيرهما۔ (فتاوی ج ۱ ص ۲۲۷)

یعنی بخلاف اسکے کہ کوئی اس طرح توسل کرے اسئلك بجاه نبينا یا اسئلك بحق نبينا اس طرح کا توسل کچھ لوگوں سے منقول ہے مگر متقدمین میں

اس طرح وسیلہ پکڑنا معروف نہیں تھا اور نہ اس بارے میں رسول خدا کی کوئی سنت ہے بلکہ سنت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اس سے منع فرمایا ہے، جیسا کہ امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف وغیرہ سے نقل کیا گیا ہے۔

اور شیخ ابن العثیمین مشہور سلفی عالم فرماتے ہیں:

واما ان یسأل الاموات ویتوسل بهم فان هذا محرم ومن الشرك۔

(فتاویٰ ابن العثیمین ج ۱ ص ۲۴۲)

یعنی اگر مردوں سے کوئی سوال کرے یا ان کا وسیلہ پکڑے تو یہ شرک ہے اور حرام ہے۔

اب کوئی پوچھے غیر مقلدین سے کہ کیا شرک اور حرام پر نکیر نہیں کیجائیگی؟

تیسرا مسئلہ قبروں کے پاس جاکر دعا مانگنے کا ہے، لیکن شیخ ابن عبدالوہاب اپنی کتاب میں اسکو ناجائز حرام اور شرک بتلاتے ہیں، ہم آپ کی بات مانیں کہ شیخ الاسلام کی، جو چیز شرک ہے اس پر نکیر نہ کرنے کی وجہ صاف صاف بتائی جائے۔

چوتھا مسئلہ نماز میں دونوں ہاتھ کے چھوڑنے کا ہے، یہ امام مالک کا مذہب ہے۔ لیکن خود غیر مقلدین علماء اس پر نکیر کرتے ہیں، مولانا اسماعیل سلفی لکھتے ہیں۔ والامام مالك نفسه ذكر حديث وضع الايدى فى الموطا ولم نعلم كيف شاع الارسال فى المو الك (حركة الانطلاق الفكرى ص ۲۵۲)

یعنی امام مالک نے خود ہاتھ رکھنے کی حدیث مؤطا میں ذکر کی ہے، ہمیں معلوم نہیں کہ مالکیہ میں ہاتھ چھوڑنا کیسے رائج ہوگیا۔

لیجئے اس حرام کا ارتکاب غیر مقلدین کے اس بڑے عالم نے خود کر لیا۔

پانچواں مسئلہ۔ عورتوں سے ان کے پیخانہ کے مقام میں جماع کرنے کا ہے۔ اب غیر مقلدین ماشاء اللہ بصیرت ابصارت اور وسعت فکری و ذہنی کے

ہیں حقا سو رنج پر پہنچ چکے ہیں کہ اس مکروہ کام پر بھی وہ نکیر کرنے کو تیار نہیں جو حرام قطعی ہے ، اور جس کو قرآن نے بھی منع کیا ہے ، اور جسکے بارے میں خدا کے رسول کا ارشاد ہے ۔

" جو اپنی عورت کی دبر میں جماع کرے وہ ملعون ہے "

آدمیاں گم شدہ ملک خدا خر گرفت ۔

چھٹا مسئلہ ۔ عورتوں سے متعہ کا ہے ، یہ بھی شیعوں کا مسلک ہے ، اہلسنت والجماعت میں سے اس کا کوئی بھی قائل نہیں ۔

ساتواں مسئلہ ۔ جمع بین الصلاتین کا ہے ، جمع بین الصلاتین مطلقاً صرف غیر مقلدین کے بعض علماء کا مسلک ہے ، اور یہ جمہور کے خلاف ہے ، جمع بین الصلاتین حقیقۃً صرف حج کے موقع پر عرفات اور مزدلفہ میں جائز ہے ۔

آٹھواں مسئلہ شطرنج کھیلنے ، گانا گانے اور گانے بجانے کے سامان سے دل بہلانے کا ہے یہ سب شیطانی عمل اور لہو و لعب ہے کتاب و سنت میں ان سے منع کیا گیا ہے ۔ کتاب و سنت پر جس کی نظر ہے وہ اس کا انکار نہیں کر سکتا ۔

نواں مسئلہ ۔ نذر و نیاز اور فاتحہ کا ہے ، خواہ غیر مقلدین اسکو جائز قرار دیں مگر یہ بدعت ہے ، اور ہر بدعت گمراہی ہے ، مردود اور بدعت کام پر نکیر نہ کرنے والا بے ایمان ہے ، وہ خود گمراہ ہے اور دوسروں کو گمراہ کرنا چاہتا ہے ، اور جو یہ کہتا ہے کہ بدعتیوں پر نکیر کرنا جائز نہیں وہ اس لائق نہیں کہ اس کا شمار اہل علم میں سے ہو ۔

دسواں مسئلہ ۔ محفل میلاد کا ہے ، یہ بھی بدعت ہے ، اس کا وجود نہ صحابہ کے زمانہ میں تھا اور نہ تابعین کے اور نہ اس کا ذکر کتاب و سنت میں ہے ۔ پس جو یہ کہے کہ اس پر نکیر نہیں کی جائے گی وہ بہت بڑا بدعتی ہے ، اور بدعتیوں کی صحبت حرام ہے مسلمانوں کو اس سے بچنا چاہئے تاکہ انکا دین و ایمان نہ بگڑے ۔

ناظرین کرام ! ملاحظہ فرمائیں غیر مقلدیت آدمی کو صراط مستقیم سے کس درجہ

دور کر دیتی ہے۔ اور یہ فرقہ کتاب و سنت کا نام لیکر کیا کیا گل کھلاتا ہے۔

غیر مقلدین علماء اپنی کتابوں میں مقلدین اور خصوصاً احناف کو "اہل جمود" کے نام سے یاد کرتے ہیں اگر کتاب و سنت اور سلف کے طریقہ پر مقلدین کا جمود ان غیر مقلدین کو نہیں بھاتا تو نہ بھائے، مگر ہم اپنے ایمان کی سلامتی اور اپنی سعادت اور نجات اسی "جمود" میں سمجھتے ہیں اور ہم اس "تحرک" اور "تنور" سے ہزار بار خدا کی پناہ مانگتے ہیں جسکے نتیجہ میں "منکر" پر انکار بھی ناجائز اور حرام قرار پاتا ہے۔ اور تمام بدعتیں مباح ہو جاتی ہیں، اور صرف زبان پر قرآن و حدیث کا نام رہ جاتا ہے۔

ایک طرف غیر مقلدین علماء کی یہ بدعت نوازی اور بدعتیوں کے ساتھ یہ رواداری اور ان سے تعلق خاطر اور دوسری طرف فقہائے احناف کے بارے میں انکا یہ اظہار خیال اور گندی ذہنیت کا مظاہرہ، مولانا محمد اسماعیل سلفی لکھتے ہیں:

وتصریحات الفقہاء الکرام تدل ظاہرا علی انہم لم یحتاطوا فی اہل البدع والاہواء کما احتاطوا فی المخالفین من اہل السنۃ۔

(حرکۃ الانطلاق الفکری ص۳۸)

یعنی فقہائے کرام کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے جتنا اہل سنت والجماعت کے ساتھ (دینی امور و عبادات کے بارے میں) محتاط رویہ اختیار کیا ہے انہوں نے اتنی احتیاط اہل اہواء اور اہل بدعت کے ساتھ نہیں کی ہے۔

اس سے بڑھ کر کسی شریف آدمی کے لئے اور کیا گالی ہو سکتی ہے کہ ان کو اہل اہواء اور اہل بدعت کے بارے میں نرم خو اور روادار قرار دیا جائے مگر اہلسنت کے بارے میں انکو متشدد قرار دیا جائے۔

اب معلوم نہیں ان محمد اسماعیل سلفی صاحب کو اپنے اس حیدر آبادی بزرگوار کے مسلک و عقیدہ کا علم تھا یا نہیں جنھوں نے اہل اہوار اور اہل بدعت کے ساتھ رواداری کی مثال قائم کرنے میں نہ کتاب اللہ کا خیال کیا اور نہ سنت رسول اللہ کا حتیٰ کہ جو امور اہل سنت والجماعت کے نزدیک خالص شرک اور حرام محض ہیں اس پر بھی ان کے نزدیک نکیر کرنا جائز نہیں۔

اللہ اکبر، اہل بدعت کے ساتھ اس سے بڑھ کر بھی کوئی رواداری ہوسکتی ہے۔

جب تک کہ نہ دیکھا تھا قد یار کا عالم
میں معتقد فتنۂ محشر نہ ہوا تھا

(۲) مسئلہ

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ آدمی کو رخصتوں کا تتبع کرنا چاہیئے اور اس میں کچھ حرج نہیں ہے کہ دوسرے مذاہب میں جو رخصتیں ہیں آدمی ان پر عمل کرے مثلاً شیعوں کے یہاں متعہ جائز ہے تو کوئی حرج نہیں ہے کہ سنی بھی (اور وہ بھی خاص طور سے اہلحدیث) انکے مذہب کی اقتدار و اتباع میں متعہ پر عمل کرے، یا مثلاً کسی مذہب میں گانا بجانا جائز ہے تو کسی اہلحدیث کو گانے بجانے میں تردد نہ ہونا چاہیئے اور وہ گانے بجانے والے مذہب کی اتباع کرے اسی طرح اگر کسی مذہب میں نبیذ (یعنی وہی نبیذ جو آج کے غیر مقلدین کے یہاں شراب کے درجہ میں ہے) حلال ہو تو اہلحدیث کو جائز ہے کہ وہ اس مذہب کی رخصت پر عمل کرتے ہوئے نبیذ پیئے۔

علامہ نواب وحید الزماں حیدرآبادی لکھتے ہیں:

وکذلك لا بأس بتتبع الرخص واختيار قول اهل المدينة فى الغناء واختيار قول اهل الكوفة فى النبيذ واختيار قول اهل مكة فى المتعة اذا اجتهد وعرف ان الحق معهم او قلد احدا منهم ومنع الشيخ ابن القيم تحكم بحت لا دليل عليه، (ص۱۱۲ هدية المهدى)

یعنی اسی طرح اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ آدمی رخصتوں کے پیچھے لگا رہے اور گانے کے سلسلہ میں اہل مدینہ کا قول اختیار کرے، نبیذ کے سلسلہ میں کوفہ والوں کا قول لے لے، اور متعہ کے سلسلہ میں اہل مکہ کے قول پر عمل کرے البتہ پہلے وہ اجتہاد کرے اور یہ جان لے کہ حق انھیں کے ساتھ ہے، اور ان لوگوں میں سے کسی کی تقلید کرے اور شیخ ابن قیم کا اس سے منع کرنا تو یہ ان کی نری زبردستی ہے اور بلا دلیل بات ہے۔

میں کہتا ہوں کہ غیر مقلدیت اصل میں "اباحیت" کی دوسری شکل ہے، یہ اپنی نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کیلئے ہر حرام کام کے مرتکب ہونے کو دین ہی سمجھتے ہیں، اور دین ہی کے پردے میں اور کتاب وسنت کا نام لیکر وہ ہر محظور اور ممنوع کو جائز کیا کرتے ہیں۔

اب آپ خیال فرمائیں کہ اس سے بڑھ کر اور کیا اباحیت ہوگی کہ آپ رخصتوں کے پردہ میں متعہ تک کو جائز قرار دے رہے ہیں جو بالاجماع حرام ہے، اور کسی مذہب میں بھی سوائے شیعوں کے جائز نہیں، نبیذ کے سلسلہ میں غیر مقلدین کا طائفہ حاضرہ آسمان سر پر اٹھائے ہوئے ہے کہ وہ حرام ہے، وہ خمر ہے، تو جو چیز آپ کے نزدیک حرام ہے وہ کسی کی تقلید میں جائز کیسے ہوجائیگی؟ حرام حلال سے کیسے بدلے گا۔ اور پھر تقلید تو خود ہی حرام ہے۔ تو حرام کے ارتکاب سے حرام ہی کو حلال کیا جائے گا، اور کیا ایسا ممکن کہ پاخانہ لگا ہوا کپڑا پیشاب سے پاک ہوجائے، نجس سے نجاست دور ہوگی یا اور نجاستوں کی غلاظت بڑھے گی، آپ کے نزدیک تقلید حرام ہے اور نبیذ بھی حرام ہے تو کیا محض اس بنا پر کہ یہ متعہ کسی کے مذہب میں جائز ہے یا نبیذ اہل کوفہ کے یہاں حلال ہے، اس مذہب کی تقلید یا اہل کوفہ کی محض ان مسئلوں میں تقلید کر لینے سے یہ ہوسکتا ہے کہ وہ حرام حلال ہوجائے۔

گر ہمیں مفتی بود و ہمیں ملا — کار دیں تمام خواہد شد

نبیذ اور شراب کی بحث تو آپ اس کتاب میں پڑھیں گے، آئیے پہلے اس متعہ کے سلسلہ میں اکابر دین وملت کے خیالات معلوم کئے جائیں، تفصیل میں تو جانا ممکن نہیں، اس وجہ سے شیخ الاسلام ابن تیمیہ متعہ کے سلسلہ میں جو فرما گئے ہیں وہی پیش خدمت ہے اور غیر مقلدین حضرات کیلئے کافی ووافی۔

فتاویٰ میں فرماتے ہیں:

فاما ان يشترط التوقيت فهذا نكاح المتعة، الذى اتفق الائمة الاربعة وغيرهم على تحريمه۔ (ص۳۲ ج۱)

یعنی اگر نکاح میں کوئی وقت مقرر کر کے نکاح کرتا ہے (کہ میں اتنی مدت تک کیلئے نکاح کر رہا ہوں) تو یہ نکاح متعہ ہے۔ جسکے حرام ہونے پر چاروں ائمہ اور انکے علاوہ دوسرے ائمہ کا اتفاق ہے۔

اور پھر یہ کہتے ہوئے کہ ایک جماعت کے نزدیک اس میں رخصت ہے جیسا کہ ابتدا اسلام میں ایسے نکاح کی رخصت تھی فرماتے ہیں۔

فالصواب ان ذلك منسوخ كما ثبت فى الصحيح ان النبى صلى الله عليه وسلم بعد ان رخص لهم فى المتعة قال:

"ان الله قد حرم المتعة الى يوم القيمة"

والقرآن قد حرم ان يطأ الرجل الا زوجة او مملوكة۔

یعنی صحیح بات یہ ہے کہ متعہ منسوخ ہو چکا ہے۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول نے فرمایا کہ اللہ نے متعہ کو قیامت تک کیلئے حرام کر دیا ہے۔ (۱)

---

(۱) آپ خیال فرمائیں کہ جو چیز قرآن میں حرام ہے اور جسکو اللہ کے رسول نے قیامت تک کیلئے حرام کر دیا ہے، اس حرام کو غیر مقلدین کے علماء اور مشائخ رخصت کے نام پر کس بے حیائی کے ساتھ جائز قرار دے رہے ہیں، اور ابن تیمیہ نے جو اس کو ناجائز کہہ دیا تو ان کی بے لگامی کے روش قدیم کے مطابق نواب صاحب حیدر آبادی نے فرمایا کہ، ابن تیمیہ کا اس بات کو ناجائز کہنا بلا دلیل اور زبردستی کا ہے، حالانکہ محض خواہشات نفس کو پورا کرنے کیلئے اور محض آرام طلبی کی خاطر کبھی اس مذہب پر عمل کرنا اور کبھی اس مذہب پر عمل کرنا اسکو اصطلاح علماء میں "تلفیق" کہتے ہیں جو تمام علماء کے نزدیک حرام ہے اسلئے کہ یہ شریعت پر عمل کرنا نہ ہوا بلکہ شریعت کا مذاق بنا لینا ہوا، اور شریعت کو مذاق اور کھیل بنا لینا جیسی شنیع حرکت اور جتنا بڑا جرم ہے وہ کھلی چیز ہے، اسلئے علماء نے تلفیق کو حرام کہا ہے مگر ان غیر مقلدین "اہل حدیث" کا حال ہی کچھ اور ہے یہ جو کچھ نہ کر جائیں اور کہہ جائیں سب ممکن ہے، اور یہ سب اہلحدیث ہی برادری کے چیلنج اور دعویٰ کے ساتھ ہوگا۔

یعنی خود قرآن نے اس بات کو حرام کیا ہے کہ آدمی اپنی بیوی یا باندی کے علاوہ کسی دوسری عورت سے وطی (صحبت) کرے۔

اور پھر فرماتے ہیں:

یہ عورت جس سے متعہ ہوا ہے وہ نہ بیوی ہے نہ باندی۔

اور جب متعہ بیوی ہے نہ باندی اور انہیں دونوں سے وطی اور مجامعت جائز ہے تو متعہ والی عورت سے صحبت حرام اور کتاب وسنت کے فیصلہ کے خلاف ہے۔ مگر غیر مقلدین کی شریعت اس حرام کو جائز قرار دینے کیلئے اپنے متبعین کو "حیلہ" بتلا رہی ہے کہ خود اجتہاد کرو بس یہ مزے دار حرام شئے جائز ہو کر تمہارے لئے حلال ہو جائے گی۔ یا اگر تم زور اجتہاد کے وصف سے محروم ہو یعنی تمہارا اشمار اہل علم میں نہیں ہے بلکہ تمہارا تعلق عوام سے ہے تو پھر کرلو کسی امام کی تقلید خواہ شیعہ ہو یعنی اور بن جاؤ چند روز کیلئے "مقلد" تاکہ "نکاح متعہ" کا مزہ تو حاصل کر لو۔ ایسے کسی یہ کھیل اور تماشا بھلا غیر مقلدوں کے مذہب کے علاوہ اور کہاں ہوگا۔

غنا یعنی گانے سے بھی نواب صاحب کو بڑی دلچسپی ہے مگر شاید ان کو معلوم نہیں کہ غنا اگر ان کے نزدیک "لہو الحدیث" میں نہیں داخل ہے تو نہ ہو مگر اکثر ائمہ اور علماء کے نزدیک یہ غنا از قسم "لہو الحدیث" ہے جو بالاتفاق حرام ہے، اور یہی وجہ ہے کہ بقول صاحب تفسیر مظہری:

لم یثبت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولا عن الصحابة رضی اللہ عنہم استماع الغناء۔ (تفسیر مظہری سورہ لقمان)

یعنی نہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم اور نہ صحابہ کرام سے یہ ثابت ہے کہ انھوں نے گانا سنا ہو۔

پھر اسی تفسیر مظہری میں ہے کہ

[illegible] المعازف والمزامیر حرام باتفاق فقہاء الامصار۔

یعنی دنیا کے علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ گانے بجانے کا سامان حاصل کرنا حرام ہے۔

امام بغوی نے حضرت ابو سلمہ کی روایت ذکر کی ہے۔

ما من رجل یرفع صوتہ بالغنا الا بعث اللہ شیطانین احدھما علی ھذا المنکب والاخر علی ھذا المنکب ولایزالان یضربان بارجلھما حتی یکون ھو الذی یسکت۔

یعنی جب آدمی گانا گاتا ہے تو اللہ تعالیٰ دو شیطان کو اسکے دونوں کاندھوں پر کر دیتے ہیں اور وہ دونوں اسکے گانے پر ٹھوکر کرتے رہتے ہیں تا آنکہ خود گانے والا خاموش ہو جائے۔

ترمذی کی حدیث میں ہے کہ قیامت کی بہت سی علامتوں میں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ ایک وقت آئے گا کہ گانے بجانے کی کثرت ہو جائیگی۔

بہرحال میں نہیں سمجھ سکتا کہ جن کو اہلحدیث ہونے کا دعویٰ ہے وہ شریعت کو کھلونا کیوں بنانے پر لگے ہوئے ہیں، کیا خدا کا خوف دل سے بالکل نکل چکا ہے، اور شریعت کے احترام سے سینہ خالی ہو چکا ہے؟

کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا صرف زبان سے نام ہی لینے کا نام اہلحدیث ہے؟

عقل بھی رخصت ہوئی رخصت ہوے ایمان و دیں

آسماں را حق بود گر خوں بیارد بر زمیں۔

مسئلہ -

غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ بیک وقت چار سے زیادہ شادی کیجا سکتی ہے جبکہ غیر مقلدوں کا یہ مذہب کتاب و سنت اور اجماع امت اور تمام سلف و خلف کے خلاف ہے اس وجہ سے خان صاحب بھوپالی نے اس پر ذرا تفصیل سے کلام کیا ہے -

خان صاحب فرماتے ہیں :

وغیلان بن ثقفی نزد قبول اسلام دہ زن نزد خود داشت آنحضرت اورا امر کرد باختیار چہار زن از آنہا -

وایں را اگرچہ ابن حبان و حاکم تصحیح کردہ اند مگر بخاری و ابو زرعہ و ابو حاتم اعلالش نمودہ ، و ابن عبد البر گفتہ کلہا معلولۃ ، واعلہ غیرہ من الحفاظ ، پس چنانچہ باید و شاید منتہض از برائے استدلال بر منع زیادت بر اربع نشود -

و آیہ کریمہ فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلث ورباع بمحاورہ عرب و ائمہ لغت مفید جواز نکاح دودو و سہ سہ و چہار چہار بیک بارست و دراں تعرضے از برائے مقدار عدد زنان نیست

یعنی غیلان بن ثقفی نے جب اسلام قبول کیا تھا تو انکے نکاح میں دس عورتیں تھیں . تو آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو حکم دیا کہ وہ ان دس میں سے صرف چار کو اپنے لئے پسند کرلیں (اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک وقت میں چار سے زیادہ عورتوں کا نکاح میں . جمع کرنا اور ان کو اپنی بیویاں بنانا درست اور جائز نہیں ہے ، لیکن خان صاحب اس حدیث کو رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں)

اس حدیث کی اگرچہ ابن حبان اور حاکم نے تصحیح کی ہے، مگر امام بخاری اور ابوزرعہ اور ابوحاتم نے اسکو معلول قرار دیا ہے، اور ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ اس کی ساری سندیں معلول ہیں، اور دیگر حفاظ حدیث نے بھی اس حدیث کو معلول قرار دیا ہے، اسلئے یہ حدیث اس لائق نہیں ہے کہ اسکو چار عورت سے زیادہ بیک وقت شادی نہ کرنے کے سلسلہ میں بطور دلیل پیش کیا جائے۔

اور آیت کریمہ فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلٰث وربٰع (یعنی تم عورتوں میں سے (ایک کے علاوہ بھی) دو دو تین تین چار چار جو پسند ہو نکاح کرو، کا مطلب محاورہ عرب اور ائمہ لغت کے مطابق یہ ہے کہ ایک بار میں دو دو اور تین تین اور چار چار عورتوں سے شادی کی جا سکتی ہے، اس میں عورتوں کی مقدار سے کوئی تعرض نہیں ہے (کہ صرف چار عورتوں سے بیک وقت نکاح اور بیک وقت شادی کی جا سکتی ہے زیادہ سے نہیں)

پھر فرماتے ہیں۔

اگر کسے نقل مخالف ایں معنی از ائمہ لغت واعراب باشد مقام استفادہ از وے ست بیان تفصیل فرماید۔

یعنی اگر کسی کو اس بارے میں لغت اور اعراب کے اماموں سے اس کے مخالف کوئی بات معلوم ہو تو وہ تفصیل بیان کرے کہ اس سے استفادہ کیا جائے۔

اور چونکہ نواب صاحب مجدد غیر مقلدین و امام غیر مقلدین کی یہ بات اجماع امت کے خلاف ہے، اسلئے نواب صاحب کیلئے ضروری ہوا کہ اس اجماع کی دھجیاں اڑائیں چنانچہ اجماع کے خلاف زہر اگلتے ہوئے فرماتے ہیں:

وتمسک بدعوی اجماع نزد غیر مفزع بایں حلیہ اہون واتیسر خطب ست وچہ قسم ایں اجماع بصحت خواہد رسید حالانکہ ظاہریہ وابن صباغ و عمرانی وگلستہ از محققین متاخرین برخلاف ایں رفتہ اند۔

یعنی اجماع کا شور و شرابا جبکہ بھاگنے کی کوئی جگہ نہ رہی اس میدان کا سب
[illegible] ہے، حالانکہ اس طرح کا اجماع کیسے صحیح ہو سکتا ہے جبکہ ظاہریہ
[illegible] اور عمرانی اور متاخرین میں سے محققین کی ایک جماعت اس اجماع
کے مخالف ہے۔

[illegible] یعنی اس بات کو کہ بیک وقت چار سے زیادہ شادی کرنی جائز ہے
ثابت کرنے کیلئے یہ مزید ارشاد ہوتا ہے۔ (ذرا انداز بھی ملاحظہ فرمائیے گا)

"ودہم قرآن کریم و رسول رحیم کہ نہ زن و زیادہ در بعض اوقات فراہم آوردہ
خلاف اجماع مذکور است، و دعوی خصوصیت مفتقر بدلیل"

یعنی نیز قرآن کریم اور رحم کھانے والے رسول کہ آپ کے نکاح میں نو عورتیں
یا نو سے زیادہ بھی رہی ہیں اس اجماع کے خلاف (دلیل) ہیں، اور یہ دعوی کرنا کہ
یہ آپ کی خصوصیت تھی (کہ آپ کے نکاح میں بیک وقت چار سے زیادہ عورتیں تھیں)
محتاج دلیل ہے"

اور پھر بڑے جوش میں خانصاحب عربی میں فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ
ہے۔

"دیکھو تم حق بات ظاہر کرنے سے بچنا مت، اور قیل وقال کے چکر میں مت
پڑنا، اور خاص طور پر تم کو تو ایسے موقع پر تو قطعاً بزدلی کا اظہار نہ کرنا چاہیے
جہاں بڑے بڑے لوگ بزدل بن جاتے ہیں، اسلئے کہ قیامت کے روز تم سے
سوال نہیں ہو گا کہ بندے کی پسند کیا تھی بلکہ سوال یہ ہو گا کہ تمہارے معبود کی
پسند کیا تھی۔ (عرف الجادی ص۱۱۲ و ص۱۱۱)

خاں صاحب بھوپالی غیر مقلد رحمۃ اللہ علیہ کی یہ طول کلامی اور اجماع امت
کے خلاف انکی بے لگامی و تیز بیانی اور شہادت [illegible] اور خوامخواہ کی یہ غیر مقلدانہ
تعلیاں اس چور کا پتہ دیتی ہیں جو خاں صاحب کے دل میں ہیں اور وہ چور یہ ہے

کہ غیر مقلدوں کا یہ مذہب کہ بیک وقت چار سے زیادہ بھی شادی کی جاسکتی ہے
قرآن وحدیث اجماع امت اور صحابہ وتابعین، فقہاء ومحدثین بلکہ پوری
جماعت اہل سنت کے مذہب کے خلاف ہے اور سوائے شیعوں خوارج
چند ظاہریہ اور غیر مقلدوں کے اہلسنت والجماعت میں سے اس کا کوئی بھی قائل
نہیں ہے کہ بیک وقت چار عورتوں سے زیادہ شادی کرنی جائز ہے۔

اور یہ بات اتنی مشہور اتنی واضح اور اتنی عام ہے کہ اس پر کسی مزید دلیل
کی ضرورت نہیں، اہلسنت کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ صحابہ سے لیکر آج تک پوری
امت اسلامیہ کا یہ متفقہ مذہب ہے کہ بوقت واحد صرف چار عورتوں سے نکاح
کسی مرد کیلئے وہ بھی بشرط "عدل" جائز ہے، چار سے زیادہ بیویوں کا جمع
کرنا حرام اور باطل ہے اور چار میں بھی عدل نہ ہو سکے تو ایک ہی جائز ہے
اس سے زیادہ نہیں۔

اور میں تو یہ کہتا ہوں کہ اس مسئلہ میں کہ عورتوں سے نکاح کرنے اور ان کو
بیوی بنانے میں کسی تعداد کی قید نہیں ہے غیر مقلدین شیعوں اور خوارج سے بھی
آگے ہیں، اسلئے کہ شیعہ زیادہ سے زیادہ نو کے اور خوارج زیادہ سے زیادہ اٹھارہ
کے قائل ہیں۔

غرض ان دونوں فرقوں کے یہاں بھی کسی نہ کسی درجہ میں بہرحال تحدید ہے
مگر یہ شتر بے مہاری کہ نکاح میں کوئی تعداد ہی نہیں ہے محض غیر مقلدوں کا مذہب
ہے — تفسیر مظہری میں ہے۔

اجاز الرافض بھذہ الآیۃ تسعا من المنکوحات واجاز الخوارج
ثمانی عشر (ج۲ ص۲۰۰)

یعنی روافض نے اس آیت کی وجہ سے نو عورتوں کی اجازت دی ہے
اور خوارج نے اٹھارہ عورتوں کی۔

بیان فرماتے ہیں۔

لا یجوز ان تتزوج مافوق الاربعۃ من النساء عند الائمۃ الاربعۃ وجمھور المسلمین۔

یعنی چار عورتوں سے زیادہ بوقت واحد ائمہ اربعہ اور جمہور مسلمین کے نزدیک ناجائز ہے۔

مفسرین نے اس آیت فانکحوا ما طاب لکم الخ کا شان نزول یہ بیان کیا ہے۔

قیس بن حارث کے پاس آٹھ عورتیں تھیں جب یہ آیت اتری تو آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔

طلق اربعًا وامسك اربعًا۔

یعنی چار کو طلاق دے دو اور چار کو رکھو۔

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ اس شان نزول کو بیان کر کے فرماتے ہیں۔

فکان عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بیان للآیۃ وھو اعلم بمرادہ للہ

یعنی نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے بیان سے اس آیت کی خود تشریح ہوگئی اور آپ صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کی مراد کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔

غیلان بن ثقفی جب مسلمان ہوئے تو ان کے نکاح میں دس بیویاں تھیں تو آپ نے ان سے فرمایا۔ ان یتخیر منھن اربعًا۔

(رواہ الترمذی والشافعی واحمد وابن ماجہ)

یعنی ان دس میں سے چار اپنے لئے پسند کر لیں۔

اور نوفل بن معاویہ جب مسلمان ہوئے تو ان کے نکاح میں پانچ بیویاں تھیں تو حضور نے ان سے بھی فرمایا کہ:

فارق واحدۃ وامسك اربعًا یعنی ایک کو علیحدہ کر دو اور چار کو اپنے نکاح

میں رکھو۔

ان روایات کو ذکر کر کے صاحب تفسیر مظہری قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

چار ہی کے حلال ہونے پر اجماع منعقد ہو چکا ہے اور بعض کا قول (کہ چار سے زیادہ بھی جائز ہے) اجماع کے مقابلہ میں باطل ہے اور تمیم کا مذہب (یعنی غیر مقلدوں کی طرح سے شتر بے مہاری کہ اس بارے میں کوئی عدد متعین نہیں ہے) تو کسی اہل بدعت کا بھی نہیں ہے اسلئے کہ خوارج نے اٹھارہ کی تعداد متعین کی ہے اور شیعوں نے نو کی۔

(تفسیر مظہری ج ۲ ص ۲۱۰)

آپ نے دیکھا کہ عدم تقلید آدمی کو انانیت اور اباحیت کے کس مقام پر پہونچا دیتی ہے کہ وہ خوارج اور شیعوں سے بھی آگے نکل جاتا ہے۔

غیر مقلدین ہوا میں گھوڑا دوڑاتے ہیں اور فضا میں فائر کرتے ہیں، انھوں نے اگر اجماع امت کے خلاف اور حدیث رسول کے بالمقابل مذہب اختیار کیا تھا تو اہلحدیث ہونے کے ناطے انکو چاہیئے تھا کہ وہ اپنے اس شاذ مذہب کو کتاب وسنت سے مستحکم کرتے مگر آپ دیکھ رہے ہیں کہ خاں صاحب بھوپالی نے دعویٰ تو اتنا بڑا کیا مگر دلیل ندارد، سوائے لفاظی اور دھوکا دہی کے غیر مقلدین کی جھولی میں کچھ بھی نہیں ہے۔

دھوکہ دہی اسلئے کہ خانصاحب غیلان ثقفی والی حدیث کے بارے فرماتے ہیں کہ بخاری، ابو زرعہ اور ابو حاتم اس حدیث کو صحیح نہیں سمجھتے مگر خاں صاحب یہ دھوکا دینا چاہتے ہیں کہ ان تینوں محدثین کا بھی مذہب ہے جو خاں صاحب اور غیر مقلدین کا ہے، اگر یہ دھوکہ دینا نہیں ہے اور خاں صاحب سچے ہیں تو پھر ان تینوں کی تصریح سے ان کا یہ مذہب ثابت

کر دیں کہ بیک وقت چار سے زیادہ بیویاں رکھنا جائز ہے۔؟

اور غیلانی ثقفی کی اس حدیث کو معلول قرار دینا اور یہ ظاہر کرنا کہ یہ قابل استدلال نہیں ہے، یہ بھی غیر مقلدوں کا دھوکہ دینا ہے، حق یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

زاد المعاد میں اس حدیث کو ذکر کیا گیا ہے۔ اور اس کتاب کے معلقین نے اس حدیث کی تخریج میں جو کچھ فرمایا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے۔

۔ اس حدیث کو امام شافعی، امام احمد، امام ترمذی اور ابن ماجہ نے ذکر کیا ہے اور ابن حبان نے اسکو صحیح قرار دیا ہے۔ حافظ ابن کثیر نے اسکی سند کو بخاری و مسلم کی شرط پر بتلایا ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث کی دوسری سند کے بارے میں تصریح کی ہے کہ وہ صحیح ہے نسائی نے اس حدیث کو صحیح سند سے ذکر کیا ہے، امام دارقطنی نے بھی اس حدیث کو صحیح سند سے ذکر کیا ہے۔

(ج ۱۱۵/۵ ج ۱۱۶/۵)

غرض محدثین کی جماعت اس حدیث کو صحیح قرار دیتی ہے، امام بخاری کے نزدیک بھی یہ حدیث دوسری سند سے صحیح ہے۔

مگر ان تمام باتوں سے صرف نظر کر کے غیر مقلدوں کے یہ مجدد اور امام نواب صاحب بھوپالی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو معلول قرار دیکر کے مسئلہ یہ بیان کر رہے ہیں کہ اے لوگو جتنی چاہے شادیاں کرو۔ نہ میاں کوئی آڑے نہ مانع، اگرچہ ہمارا یہ مذہب جمہور امت کے خلاف ہے، مگر تم جمہور کی پرواہ مت کرو، اجماع کی ہیبت سے مرعوب نہ ہو، دیکھو آؤ ہم کو دیکھو ہم نہ کتاب اللہ کی پرواہ کرتے ہیں نہ سنت رسول اللہ کی نہ صحابہ کی نہ تابعین کی، نہ اجماع کی نہ قیاس کی، نہ فقہاء کی نہ محدثین کی تم بھی اپنی گردن سے بزدلی کا قلادہ اور تقلید

کا پھندا اتار پھینکو اور وہ کرو جو ہم کہتے ہیں، اس لئے کہ ہماری سمجھ سب سے اونچی ہے، اور ہم جو کہتے ہیں دین وہی ہے۔

گل و گلچیں کا شکوہ بلبلِ ناشاد نہ کر
تو گرفتار ہوئی اپنی صدا کے باعث

(۳) مسئلہ۔

غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ تراویح میں کوئی متعین عدد نہیں ہے (۱)
نواب صاحب حیدر آبادی لکھتے ہیں:

ولا یتعین لہ عدد معین (کنز الحقائق ص۳۰)

اور اسی بات کو خاں صاحب بھوپالی بھی فرماتے ہیں:

ودر قدر صلوٰۃ ابی اختلاف است کہ از یازدہ تا بست یک وبست وسہ
وبالجملہ عددے معین در مرفوع نیامدہ (ص۳۴)

یعنی حضرت ابی نے جو تراویح کی نماز پڑھائی تھی کتنی رکعت تھی تو اسکی تعداد میں اختلاف ہے گیارہ سے اکیس اور ۲۳ تک مروی ہے، اور حاصل کلام یہ ہے کہ مرفوع روایت میں اسکی کوئی متعین حد نہیں آئی ہے (۱)

---

(۱) آجکل کے غیر مقلدین آٹھ رکعت تراویح پڑھتے ہیں، جس کا وجود پہلے کبھی نہیں تھا، یہ غیر مقلدوں کی بہت بعد کی ہندوستانی ایجاد ہے، مولانا حسین بٹالوی مرحوم جنہوں نے بڑی کوشش کرکے اور برطانوی گورنمنٹ کی حمایت سے غیر مقلدوں کے نام "اہلحدیث" کا نام الاٹ کرادیا تھا انہیں بٹالوی مرحوم نے سب سے پہلے آٹھ رکعت کی بدعت کو ہندوستان میں جاری کیا تھا۔ ورنہ میاں نذیر حسین مرحوم محدث دہلوی اور شیخ الکل فی الکل کے زمانہ تک ہندوستان میں غیر مقلدین بھی بیس ہی رکعت تراویح پڑھتے تھے، بلکہ مولانا محمد حسین بٹالوی کے اس بدعت کے عمل پر کاری ضرب سب سے پہلے ایک غیر مقلد عالم ہی نے لگائی اور مولانا بٹالوی کی تراویح کے عدد اور حضرت عمر کے بارے میں بکواس کے سلسلہ میں مستقل فارسی زبان میں ایک رسالہ لکھا، یہ غیر مقلد عالم مولانا غلام رسول صاحب تھے جو مولانا نذیر حسین دہلوی مرحوم کے شاگرد تھے اور یہ رسالہ بھی غالباً انھوں نے مولانا دہلوی مرحوم کی خفیہ ہدایت پر لکھا تھا۔

بقیہ حاشیہ

مولانا غلام رسول صاحب اپنے اس رسالہ میں لکھتے ہیں۔

فعل صحابہ وتابعین وائمہ اربعہ وفعل سواد اعظم مسلمین شرقاً وغرباً از عہد عمر فاروق تا ایں وقت بہ بست وسہ بخلاف ایں مفتی غالی کہ بدعت ومخالف سنت می گوید وراہ افراط می پوئید۔

ترجمہ :۔ صحابہ کرام وتابعین اور ائمہ اربعہ اور مسلمانوں کی بڑی جماعت کا عمل ہے جو حضرت عمر کے دور سے لے کر اس وقت تک مشرق ومغرب میں جاری ہے کہ وہ ۲۳ رکعت (بیس تراویح اور تین وتر) ہی پڑھتے رہے، بخلاف اس غالی مفتی کے (مولانا محمد حسین بٹالوی کے) کہ وہ اسکو بدعت اور مخالف سنت کہتا ہے اور افراط کی راہ چلتا ہے۔ (رسالہ تراویح مع ترجمہ دیکھو رسالہ دار العلوم دیوبند شمارہ مارچ ۱۹۶۰ء)

شیخ الکل کے شاگرد رشید یہ فرماتے ہیں کہ انکے دور تک یعنی ۱۲۹۰ تک پورے مشرق و مغرب میں تراویح کی بیس رکعت ہی ہوا کرتی تھی اور خود غیر مقلدین بھی اس بیس رکعت تراویح پر عامل تھے، یہ مولانا محمد حسین بٹالوی تھے جنھوں نے یہ نعرہ بلند کیا کہ تراویح آٹھ رکعت ہے، اور پھر بعد کے تمام غیر مقلدین نے انکی پیروی میں اور احناف کی ضد میں تمام آثار واحادیث سے صرف نظر کرکے اسی مذہب کو اختیار کر لیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا محمد حسین بٹالوی نے اس بارے میں اتنا افراط کیا کہ بیس رکعت تراویح پڑھنے کو جو صحابہ کرام اور اسلاف امت کا اجماعی مذہب تھا مشرکین کا کام بتلایا، مولانا غلام رسول صاحب بڑے افسوس اور بڑے غمزدہ لب ولہجہ میں فرماتے ہیں۔

ایں مفتی لبسبب زور بی اعمال متبعان سنت را بدعت می گوید وسواد اعظم را از صحابہ وتابعین وائمہ مجتہدین وعلماء شرق وغرب از عہد عمر بن خطاب تا امروز مخالف سنت قرار می دہد بلکہ سخن را بجائے رسانیدہ کہ تعریض باافعال مشرکین نمودہ ایں را تقلید آباء و اجداد وعامل قرار دادہ (ایضاً صہ ۵۲)

لیکن غیر مقلدوں کا یہ مذہب جمہور کے خلاف ہے۔
امت کا سواد اعظم اور اکثر طبقہ بیس رکعت ہی تراویح کا قائل ہے، حضرت امام اہلسنت امام احمد بن حنبل کا تراویح کی عدد کے بارے میں بیس ہی رکعت کا مذہب ہے۔ المغنی میں ہے۔

وقیام شہر رمضان عشرون رکعۃ یعنی صلوۃ التراویح (ص ۱۶۵/ج ۲)

یعنی قیام شہر رمضان جسکو تراویح کہتے ہیں وہ بیس رکعت ہے۔
اور یہی مذہب امام ابو حنیفہ امام ثوری اور امام شافعی کا بھی ہے۔
المغنی میں ہے۔

وبھذا قال الثوری وابوحنیفۃ والشافعی (ایضا)

یعنی یہ مفتی (مولانا محمد حسین بٹالوی) سینہ زوری کے ساتھ سنت کی پیروی کرنے والوں کے عمل کو بدعت کہتا ہے اور حضرت عمر کے زمانے سے لیکر اس وقت وقت صحابہ کرام تابعین ائمہ مجتہدین اور مشرق ومغرب کے علماء کی بہت بڑی جماعت کو مخالف سنت قرار دیتا ہے، بلکہ اس مفتی نے بات یہاں تک بڑھا دی ہے کہ ان حضرات کے فعل کو تعریضا مشرکین کا فعل کہتا ہے اور انکو اپنے باپ دادا کی تقلید کا عامل قرار دیتا ہے۔
یہ کسی اور کی نہیں بہت ہی قریب کے زمانہ کے ایک غیر مقلد عالم کی بات ہے جو شیخ الکل فی الکل مولانا میاں نذیر حسین محدث دہلوی کے شاگرد تھے۔
ہمت ہے تو آج کا کوئی غیر مقلد اس غیر مقلد عالم کی تردید کرے اور یہ ثابت کرے کہ انکی یہ بات غلط ہے۔ اور غیر مقلدین تراویح کی بیس رکعت آج سے سو سال پہلے نہیں پڑھا کرتے تھے
" دیکھنا ہے کتنا زور بازوئے قاتل میں ہے "

المغنی میں حافظ ابن قدامہ بیس رکعت تراویح جو جمہور کا مذہب ہے اسکی دلیل میں مندرجہ ذیل روایتیں ذکر کرتے ہیں، فرماتے ہیں۔

ولنا ان عمر رضی اللہ عنہ لما جمع الناس علی ابی بن کعب کان یصلی عشرین رکعۃ،

وروی مالک عن یزید بن رومان قال: کان الناس یقومون فی زمن عمر فی رمضان بثلاث وعشرین رکعۃ وھذا کالاجماع۔

یعنی ہماری دلیل (اس پر کہ تراویح بیس رکعت ہے) یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب لوگوں کو حضرت ابی بن کعب کی اقتدا میں اجتماعی طریقہ پر نماز تراویح پڑھنے کا حکم دیا تو حضرت ابی انکو بیس رکعت ہی پڑھایا کرتے تھے۔

اور حضرت امام مالک یزید بن رومان سے روایت کرتے ہیں کہ لوگ حضرت عمر کے زمانہ میں رمضان میں (تین رکعت وتر کے ساتھ) ۲۳ رکعت تراویح پڑھتے تھے اور یہ مثل اجماع کے بات ہے۔

نیز فرماتے ہیں:

وعن علی انہ امر رجلا یصلی بھم فی رمضان عشرین رکعۃ۔

یعنی حضرت علی نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ رمضان میں لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھائیں۔

حافظ ابن قدامہ بیس رکعت پر اجماع والی بات نقل کرکے فرماتے ہیں۔

وما فعلہ عمر واجمع علیہ الصحابۃ اولی بالاتباع (ص ۱۶۷ ج ۲)

یعنی حضرت عمر نے جو کیا اور جس بات پر صحابہ نے اجماع کر لیا وہی بات اتباع کے زیادہ لائق ہے۔

اگر میں یہ باتیں کسی حنفی کی کتاب سے نقل کرتا تو غیر مقلدوں کو ناک منہ سکوڑنے کا حق تھا مگر المغنی تو وہ کتاب ہے جسکو غیر مقلدین بھی معتبر سمجھتے ہیں اور یہ ابھی

بھی سعودیہ میں ریاض کے دارالافتاء والبحوث کے رئیس اعلیٰ شیخ ابن باز کی سرپرستی میں بڑی آب و تاب سے شائع ہوئی ہے، جی وہی شیخ ابن باز جو غیر مقلدوں کے۔ والدفنا، ہیں اور جن کے حضور غیر مقلدین سر جھکائے رہتے ہیں۔

بہرحال تراویح کے بیس رکعت ہونے پر اجماع والی بات صرف حافظ ابن قدامہ ہی نہیں فرماتے ہیں بلکہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ بھی اسی جانب مائل ہیں۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

تنازع العلماء فی مقدار القیام فی رمضان فانہ قد ثبت ان ابی بن کعب کان یقوم بالناس عشرین رکعۃ فی قیام رمضان ویوتر بثلاث فرأی کثیر من العلماء ان ذلك هو السنۃ، لانہ اقامہ بین المھاجرین والانصار ولم ینکرہ منکر،"

(فتاویٰ ج ۲۳ ص ۱۱۳)

یعنی رمضان کے قیام یعنی تراویح کی مقدار کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے حضرت ابی بن کعب سے ثابت ہے کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھایا کرتے تھے، اور تین رکعت وتر اور اکثر علماء نے اسی کو سنت قرار دیا ہے اسلئے کہ حضرت ابی بن کعب نے یہ نماز مہاجرین اور انصار کے بیچ پڑھائی اور کسی نے بھی اس کا انکار نہیں کیا۔ اور حضرت عطا فرماتے ہیں:

ادرکت الناس وھم یصلون ثلاثۃ وعشرین رکعۃ بالوتر
یعنی میں نے لوگوں کو وتر کے ساتھ تیئیس رکعت تراویح پڑھتے پایا۔
مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۶۳

اور امام شافعی فرماتے ہیں: ادرکت ببلدنا مکۃ یصلون عشرین رکعۃ (ترمذی ص ۹۹ ج ۱) یعنی میں نے مکہ میں لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھتے پایا۔

اور ابن تیمیہ نے تو اس سلسلہ کی آخری اور فیصلہ کن بات کہہ دی اور اپنا فیصلہ سنا دیا۔ فرماتے ہیں۔

من سنۃ الخلفاء الراشدین وعمل المسلمین (ج ۲۳ ص ۱۱۳)

یعنی یہی (بیس رکعت تراویح کا پڑھنا) خلفائے راشدین کی سنت ہے۔ اور اسی پر مسلمانوں کا عمل ہے۔

اس سے واضح اور فیصلہ کن بات غیر مقلدوں کیلئے اور کیا ہو سکتی ہے اور یہ فیصلہ بھی کس کا ہے؟ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا ہے جن کے بہت سے اقوال پر غیر مقلدیت کی عمارت قائم ہے۔

مگر آپ کو کیسے بتلاؤں کہ غیر مقلدین کس قدر بے حیا ہیں اور صحابہ کی جناب میں اور سلف کی شان میں یہ کتنے گستاخ ہیں۔ تراویح کے سلسلہ کی تفصیل آپ کے سامنے ہے، مگر اسکے باوجود ایک غیر مقلد یہی رٹ لگائے جا رہا ہے۔

"بیس رکعت تراویح پڑھنا سنت رسول نہیں ہے بلکہ بدعت ہے۔
نہ بیس رکعت اللہ کے رسول نے اپنی تئیس سالہ زندگی میں کبھی پڑھی نہ صحابہ کرام نے پڑھی ایک بھی صحیح حدیث سے اسکا ثبوت نہیں ملتا۔"
(مذہب حنفی کا مذہب اسلام سے اختلاف)

اب اس کے بعد باقی کیا بچا ہے، لگادیں غیر مقلدین آگ فتاویٰ شیخ الاسلام

ابن تیمیہ میں بھی اور حافظ ابن قدامہ کی کتاب المغنی کی تمام مجلدات میں بھی

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

ونعوذ بك اللهم من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا۔

(۵) مسئلہ۔

تراویح کی موجودہ صورت غیر مقلدین کے نزدیک حضرت عمر کی ایجاد ہے۔
خان صاحب بھوپالی لکھتے ہیں کہ

وا ما تراویح بطوریکہ الآن متعادست در عہد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم واقع نشدہ بلکہ ایجاد حضرت عمر ست رضی اللہ عنہ کہ ابی بن کعب را بر جمع مردم امر کردہ۔

یعنی جس طرح یہ تراویح اس وقت رائج ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس کا وجود نہیں تھا بلکہ یہ حضرت عمر کی ایجاد ہے، حضرت عمر ہی نے ابی بن کعب کو امر فرمایا تھا کہ لوگوں کو اکٹھا کر کے نماز پڑھائیں۔

خان صاحب بہت ہوشیاری سے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ تراویح کا موجودہ عمل بدعت ہے، اور تمام امت آج اسی بدعت پر عامل ہے۔
جو عمل آنحضور کے زمانہ میں نہ ہو غیر مقلدین کے نزدیک وہ سنت نہیں ہوتا، جب سنت نہیں ہوتا تو ظاہر ہے کہ وہ بدعت ہی ہوگا، اسلئے کہ غیر مقلدین کا یہ اصول بھی ہے کہ صحابہ کا عمل اور قول دین میں حجت نہیں مسائل شرعیہ جن سے ثابت ہوتے ہیں صرف وہ دو چیز ہے، ایک قرآن اور دوسری سنت رسول، ایک غیر مقلد صاحب تو بہت کھل کر فرماتے ہیں کہ۔

جو قرآن و حدیث میں ہے وہ دین ہے اور جو ان دونوں میں نہیں وہ دین کی بات نہیں۔ (طریق محمدی صہ ۴۲)

اور خان صاحب بھوپالی فرماتے ہیں۔

ادلہ دین اسلام و ملت حضرت خیر الانام منحصر در دو چیز ست یکے کتاب عزیز دوم سنت مطہرہ۔ (عرف صہ ۳)

یعنی مذہب اسلام میں دلائل شرعیہ صرف دو چیزیں منحصر ہیں ایک کتاب اللہ اور دوسری سنت رسول اللہ۔

اور اسی بات کو ہدیۃ المہدی میں نواب وحید الزماں نے بھی لکھا ہے فرماتے ہیں۔ اصول الشرع اثنان الکتاب والسنۃ۔ (ص ۶۲)

یعنی شرعی اصول صرف دو ہیں کتاب اور سنت

اور چونکہ تراویح کی موجودہ شکل نہ کتاب اللہ سے ثابت ہے اور نہ سنت رسول سے اس وجہ سے وہ نہ سنت ہوگا اور نہ دین اور یہ بات کہ صحابہ کا قول وعمل حجت نہیں ہوتا ہے اس کا اقرار تقریباً سبھی غیر مقلدین کو ہے۔ مثلاً میاں نذیر حسین دہلوی محدث فرمایا کرتے تھے۔

افعال الصحابۃ رضی اللہ عنہ لاتنتھض للاحتجاج بھا (سیرت ثنائی ص ۱۰۶)

یعنی صحابہ کے افعال سے حجت قائم نہیں ہوسکتی ہے۔

اور نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں۔

"قول صحابی حجت نباشد" (ص ۳۰ عرف)

یعنی صحابی کا قول حجت نہیں ہوتا۔

اور کتاب کے ص ۲۰۷ پر فرماتے ہیں۔

"واقوال صحابہ حجت نیست"

یعنی صحابہ کے اقوال حجت نہیں ہیں۔

غرض تراویح کی موجودہ شکل یعنی جماعت کے ساتھ ان غیر مقلدین کے یہاں آنحضور سے ثابت نہیں، اس وجہ سے غیر مقلدین کے اصول کے لحاظ سے تراویح کا جماعت سے پڑھنا بدعت ہوگا۔

مگر تعجب ہے کہ اس بدعت پر غیر مقلدین بھی عمل پیرا ہیں، اور وہ بات جس کا ثبوت قرآن سے نہیں، حدیث رسول اور سنت رسول سے نہیں اسکو ان کے عوام و

خواص سب کر رہے ہیں، اور رمضان میں جماعت کے ساتھ انکی مساجد میں
دھڑلے سے نماز ہوتی ہے، اور ان کے کسی بھی عالم کو توفیق نہیں ہوتی کہ
اپنے لوگوں سے کہیں کہ تم لوگ کیا کر رہے ہو، جماعت سے تو تراویح بدعت ہے
حضرت عمر کی ایجاد ہے رسول اللہ کے زمانہ میں اس کا وجود نہیں تھا۔

بہرحال یہ گفتگو تو غیر مقلدوں کو سامنے رکھ کر کے تھی، ورنہ حق یہ ہے
جماعت کے ساتھ تراویح خود آنحضور سے ثابت ہے۔

ترمذی نسائی اور ابوداؤد میں حضرت ابوذر کی صحیح اور حسن روایت موجود
ہے کہ آنحضور نے صحابہ کرام کے ساتھ تراویح کی باجماعت نماز تین راتوں میں
پڑھائی ہے۔ اور پھر آپ نے امت پر شفقت فرماتے ہوئے اس پر دوام نہیں
فرمایا، مگر چونکہ منشأ نبوی یہی تھا کہ لوگ تراویح کو باجماعت پڑھیں اور اس
منشاء نبوی کو صحابہ کرام خوب سمجھتے تھے۔ اس وجہ سے حضرت عمر نے اپنے زمانہ میں
جماعت کے ساتھ تراویح کو پورے رمضان میں نافذ کر دیا۔ اور چونکہ حضرت عمر
کا یہ عمل عین منشأ نبوی کے مطابق تھا اس وجہ سے کسی صحابی نے اس پر کسی طرح
کی نکیر بھی نہیں کی اور باجماع واتفاق سب نے اس پر عمل کیا اور حضرت عمر
کی ایجاد جان کر عمل نہیں کیا بلکہ اللہ کے رسول کی سنت جان کر اس پر عمل کیا۔

تراویح کے سلسلہ کی بقیہ گفتگو ابھی گزر چکی ہے اسکو ایکبار آپ پھر پڑھ لیں
تاکہ معلوم ہو کہ صحابہ کرام کے زمانہ میں تراویح کا کون سا عدد معمول بہ تھا اور جس تراویح کو صحابہ
کرام منشا نبوی اور سنت نبوی سمجھ کر پڑھا کرتے تھے اسکی رکعات کی تعداد کیا تھی
اور پھر ایک بار اس غیر مقلد کی اس بات میں کہ
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ کہنا کہ انھوں نے بیس رکعت تراویح
پڑھانے کا حکم دیا سراسر ان پر جھوٹا بہتان ہے،، (مذہب حنفی کا مذہب اسلام سے اختلاف)
کتنا وزن ہے اس کو جانچ لیجئے۔

مسئلہ۔

غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ جو روزہ رکھنے پر قادر نہ ہو اسکو روزہ کا فدیہ دینا واجب نہیں ہے۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں۔

"علی کل حال در آیۃ کریمہ وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین دلالت بر وجوب اطعام بر تارک صوم غیر مطیق نیست وچنانکہ در کتاب وسنت دلیلے ایں سخن نیست، ہم چناں در غیر ایں ہر در حجت نیرہ نیز ہم دلیلے براں یافتہ نشود پس حق عدم وجوب الطعام است"

(ص۸ عرف)

یعنی بہر حال اس آیت کریمہ وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین میں فدیہ مسکین (یعنی اس شخص پر کھانا کھلانا جسکو روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو) کی دلیل نہیں ہے، اور جیسا کہ کتاب وسنت میں اسکے وجوب پر کوئی دلیل نہیں ہے اس طرح کتاب وسنت کے علاوہ میں بھی اس پر کوئی روشن دلیل نہیں ہے، اسلئے حق یہی ہے کہ روزہ نہ رکھنے کی صورت میں کھانا کھلانے کا حکم واجب نہیں ہے۔

غیر مقلدوں کا یہ مذہب عام علماء سلفیین کے مذہب کے خلاف ہے، مشہور سلفی عالم کی کتاب المستنقع میں ہے۔

ومن افطر لکبر او مرض لا یرجی برئہ اطعم لکل یوم مسکیناً

(السلسبیل ص۲۹۲ ج۱)

یعنی جو بڑھاپے یا کسی ایسے مرض کی وجہ سے جس سے صحت کی امید نہ ہو روزہ نہ رکھے تو اسکو چاہئے کہ ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائے۔

اوراس کتاب کی جو شرح السلسبیل فی معرفۃ الدلیل کے نام سے شیخ صالح بن ابراہیم البلیہی نے کی ہے، انھوں نے اس عبارت کی شرح میں یہ لکھا ہے۔

لقولہ جل ذکرہ وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین قال البخاری قال ابن عباس نزلت رخصۃ للشیخ الکبیر والمرأۃ الکبیرۃ لا یستطیعان الطعام فیطعمان مکان کل یوم مسکینا۔

یعنی یہ فدیہ کا حکم اللہ کے اس فرمان کی وجہ سے ہے کہ جو روزہ کی طاقت نہ رکھیں وہ ایک مسکین کو کھانا کھلائیں، امام بخاری فرماتے ہیں کہ ابن عباس نے فرمایا کہ یہ آیت اس بوڑھے مرد اور اس بوڑھی عورت کیلئے ہے جو روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں پس انھیں ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔

یعنی یہی آیت جس میں ان غیر مقلدین (نام کے یہ ہندوستانی و پاکستانی سلفیوں) کو روزہ کے فدیہ دینے پر کوئی حجت نیرہ (روشن دلیل) نظر نہیں آتی ہے، نجد و حجاز کے سلفیوں کو یہ حجت نظر آتی ہے اور یہ حجت نیرہ حضرت ابن عباس اور حضرت امام بخاری کو بھی نظر آتی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی بات تو یہ غیر مقلدین نہیں مانیں گے اسلئے کہ ان کا اصول تو یہ ہے کہ "در قول صحابی حجت نیست" صحابی کا قول حجت نہیں ہے، مگر انکو کیا ہو گیا ہے کہ وہ امام بخاری کی بات کو بھی جو انھوں نے صحیح بخاری میں فرمائی ہے رد کر رہے ہیں، حالانکہ امام بخاری کا فرمان تو ان غیر مقلدوں کے نزدیک خدا کے کلام سے بھی بڑھ کر ہوتا ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ امام بخاری سے تعلق کا اظہار محض نمائش ہی نمائش ہو، اور عام غیر مقلدین اور ان کے نواب صدیق حسن خاں بھوپالی اور انکے علماء و احبار کا مسلک امام بخاری کے سلسلہ میں وہی بے اعتباری اور بے اعتمادی کا ہو جیسا کہ اسی جماعت کے ایک محقق "حکیم فیض عالم" کا ہے۔

یہ محقق صاحب اپنی کتاب "صدیقہ کائنات" میں فرماتے ہیں۔

"ان محدثین ان شارحین حدیث ان سیرت نویس اور ان مفسرین کی تقلیدی ذہنیت پر ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے .... ہمارے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح بخاری میں جو کچھ درج فرما دیا وہ صحیح اور لاریب ہے خواہ اس سے اللہ تعالیٰ کی الوہیت انبیاء کرام کی عصمت، ازواج مطہرات کی طہارت کی فضائے بسیط میں دھجیاں بکھرتی چلی جائیں کیا یہ امام بخاری کی اسی طرح کی تقلید جامد نہیں جس طرح مقلدین ائمہ اربعہ کی تقلید کرتے ہیں" (صدیقہ کائنات صفحہ ۱۰۲)

حکیم فیض عالم غیر مقلد محقق کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ امام بخاری کی اس صحیح جامع میں بعض وہ چیزیں بھی ہیں جن سے اللہ کی الوہیت، انبیاء کرام کی عصمت اور ازواج مطہرات کی طہارت کی فضائے بسیط میں دھجیاں بکھرتی چلی جاتی ہیں۔

اور یہی حکیم صاحب مزید گہر افشانی فرماتے ہوئے امام بخاری پر شدید جرح کرتے ہیں اور انکو پایہ اعتبار سے ساقط کرنے کی پوری کوشش میں لگے ہوئے نظر آتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

"دراصل امام بخاری میرے نزدیک اس روایت کے معاملہ میں مرفوع القلم تھیا (یعنی انکا درجہ وہی ہے جو مجنوں پاگل دیوانے اور نا بالغ بچہ کا ہوتا ہے) داستان گو کی چابک دستی کے سامنے امام بخاری کی احادیث کے متعلق تمام چھان بین دھری رہ گئی" (ایضاً)

بہر حال بات دور جا پڑی میں یہ کہہ رہا تھا کہ غیر مقلدین کا یہ مذہب کہ جو روزہ رکھنے پر قادر نہ ہو اسکو روزہ کا فدیہ دینا واجب نہیں ہے، امام بخاری وعلماء نجد و حجاز کے سلفیوں کے مذہب کے خلاف ہے، جیسا کہ شیخ صالح بن ابراہیم بلیہی نے اپنی کتاب "السلسبیل فی معرفۃ الدلیل" میں واضح کیا ہے، یہی سلفی عالم مزید لکھتے ہیں:

روی مالك انه بلغه ان انسا کبر حتی کان لا یقدر علی الصوم فکان یفتدی۔

یعنی حضرت امام مالک نے روایت کیا ہے کہ انکو یہ بات پہونچی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ جب بوڑھے ہو گئے تھے اور ان کو روزہ رکھنے پر طاقت نہ تھی تو وہ فدیہ دیا کرتے تھے۔

اور مزید لکھتے ہیں:

وروی الطبرانی والبیہقی عن قتادة ان انسا رضی اللہ عنہ ضعف عاما قبل موتہ، فافطر وامر اھلہ ان یطعموہ فکان کل یوم مسکینا قال الھیثمی فی المجمع رجالہ رجال الصحیح۔

یعنی طبرانی اور بیہقی نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنی وفات سے پہلے ایک سال کمزور ہو گئے تھے اور آپ نے روزہ نہیں رکھا تھا، تو آپ نے اپنے گھر والوں کو حکم دیا کہ ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائیں (ہیثمی نے کہا ہے کہ اس کی سند صحیح کی سند ہے)

مزید آگے فرماتے ہیں:

وھذا قول علی وابن عباس وابن عمر وابی ھریرة وانس وبہ قال ابوحنیفة والشافعی۔ (ص ۲۹۴/۱۳)

یعنی یہی قول حضرت علی حضرت ابن عباس حضرت ابن عمر حضرت ابوہریرہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہم کا ہے، اور یہی مذہب امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کا بھی ہے۔

اب اس سلفی اور نجدی عالم کو کون بتلائے کہ خواہ یہ مذہب صحابہ کرام کا ہو، تابعین کا ہو، امام اہلسنت حضرت امام احمد کا ہو فقیہ مدینہ امام مالک کا ہو فخر حجاز امام شافعی کا ہو یا امام اعظم ابو حنیفہ کا ہو یا پھر سید المحدثین امام بخاری کا ہو،

ہندوستان، پاکستان کے یہ غیر مقلدین اپنی بات کے آگے کسی کی سننے اور ماننے والے نہیں ہیں، صحابہ کرام سے جو انکو ازلی دشمنی ہے اور اسی بنا پر ان کا اصول ہے کہ

و حجت باثار صحابہ قائم نیست ۔ (منش عرف)

یعنی آثار صحابہ سے حجت قائم نہیں ہوتی ہے۔

بلکہ نواب صاحب بھوپالی تو یہاں تک فرماتے ہیں:

ونہ احدے را او تعالیٰ از عباد خود بایں آثار متعبد ساخت،

(عرف منش)

”خداوند تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے کسی کو صحابہ کرام کے آثار کا غلام بنایا ہے۔ (کہ انکا ماننا اس پر ضروری ہو)

یہ ہے غیر مقلدین علماء کی صحابہ دشمنی یہ بد دین صحابہ کی ضد میں قرآن و حدیث تک کا بے تکلف انکار کرتے ہیں، قرآن کے اس واضح ارشاد سے وہ اندھے ہو چکے ہیں۔

والسابقون الاولون من المھاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ واعد لھم جنت تجری تحتھا الانھار خالدین فیھا ابدا ذالک الفوز العظیم۔

(ترجمہ) مہاجرین و انصار میں سے جو اول اول اور پہلے پہلے ایمان لانے والے ہیں ان سے اور جو ان مہاجرین و انصار کی بھلائی کے ساتھ اتباع کرتے ہیں اللہ ان سے راضی ہے اور یہ لوگ اللہ سے راضی ہیں۔ اللہ نے ان کے لئے باغات تیار کر رکھے ہیں جنکے نیچے نہریں بہ رہی ہیں، یہ لوگ ہمیشہ ان باغات میں رہیں گے، یہ بڑی کامیابی ہے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کے متبعین کو اپنی رضا کا مژدہ

سنایا ہے اور ان کو اس دنیا ہی میں جنت کی بشارت دی ہے اور اس کو بڑی کامیابی بتلایا ہے۔

غیر مقلدین اپنے اس بغض صحابہ کے ساتھ کیا اس بشارت کے مستحق قرار پائیں گے ان غیر مقلدین کی نگاہ سے آنحضور کا یہ ارشاد بھی اوجھل ہو چکا ہے۔

علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین۔

یعنی تمہارے اوپر میری سنت اور خلفاء راشدین کی سنت کو پکڑنا لازم ہے۔

بہر حال اس وقت کا یہ موضوع نہیں ہے کہ غیر مقلدوں کی گمراہی کو واشگاف کیا جائے اس کیلئے کوئی دوسرا موقع ہوگا۔

غرض یہ کہ رہا تھا کہ غیر مقلدوں کا یہ مذہب کہ جو روزہ پر قادر نہ ہو اس کو روزہ کا فدیہ دینا واجب نہیں ہے، یہ کتاب وسنت، آثار صحابہ اور مذاہب ائمہ اربعہ اور سلف وخلف کے بالکل خلاف ہے، یہ انکی خود ساختہ رائے ہے اور نری غیر مقلدیت کا اظہار ہے ایک دوسرے سلفی نجدی عالم وشیخ اپنی کتاب ۔ الاسئلة والاجوبة الفقهية میں اس مسئلہ کے ذیل میں لکھتے ہیں۔

من عجز عن الصوم لكبر كشيخ هرم وعجوز يجهدهما الصوم ويشق عليهما مشقة شديدة او عجز عنه لمرض لا يرجى برئه افطر وعليه اطعام مسكين من كل يوم لقول ابن عباس في قوله تعالى وعلى الذين يطيقونه فدية ليست بمنسوخة، هي للكبير الذي لا يستطيع الصوم۔

(رواه البخاري)

ولابي داؤد بسند جيد عن ابن ابي ليلى حدثنا اصحابنا ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فذكره۔ (صہ $\frac{۱۳۰}{۲۰۲}$)

یعنی جو روزہ رکھنے سے بڑھاپے کی وجہ سے عاجز ہو جیسے بہت بوڑھا مرد یا عورت کہ روزہ رکھنا اس پر دشوار ہو یا کوئی شخص ایسا مریض ہے کہ اس مرض

ے افاقہ کی امید نہیں تو اس کو روزہ نہ رکھنا ہے، اور اس پر واجب ہے کہ ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائے، اور اس کی دلیل حضرت ابن عباس کا قول ہے جسکو بخاری نے ذکر کیا ہے کہ قرآن کی یہ آیت وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ منسوخ نہیں ہے۔ بلکہ یہ اس شخص کے حق میں ہے جو روزہ کی طاقت نہ رکھتا ہو۔

اور اسکی دلیل وہ حدیث بھی ہے جس کو ابو داؤد نے عمدہ سند سے حضرت ابو یعلی سے روایت کیا ہے کہ ہمارے مشائخ نے اسکو آنحضور سے نقل کیا ہے، اور پھر آنحضور کا ارشاد ذکر کیا ہے۔

اور علامہ حافظ ابن عبد البر الکافی میں فرماتے ہیں:

ومن عجز عن الصیام لکبر انظر واطعم عن کل یوم مد قمح

یعنی جو روزہ سے عاجز ہو وہ ہر روز کے بدلے ایک مد گندم کے برابر کھانا کھلائے۔

ان تصریحات اکابر کو دیکھئے، ائمہ دین کا مذہب ملاحظہ فرمائیے، کتاب وسنت کا حکم مشاہدہ کیجئے صحابہ کرام کا مذہب دیکھئے اور پھر غیر مقلدین کا یہ مذہب بھی کہ:

" جو روزہ رکھنے پر قادر نہ ہو اسکو روزہ کا فدیہ دینا اور مسکین کو کھانا کھلانا واجب نہیں ہے "

اس سے بڑھ کر اتباع نفس کا نمونہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ مگر یہ بے شرمی اور بے حیائی کے مارے احناف کو چڑھانے کیلئے اپنی کتابوں میں یہ شعر لکھا کرتے ہیں۔

یہ وہ امت ہے کہ فرمانِ نبی سن کے کہے
میں تو حنفی ہوں نہ مانوں گا یہ فرمانِ حدیث

اور اپنے کو عشق نبوی کا متوالا ثابت کرنے کیلئے یہ قوالی ضرور گائیں گے۔

ما بلبلانِ نالاں دلدار ما محمد

اور نہایت بے حیائی کے ساتھ اور بلا سوچے سمجھے یہ دعویٰ کریں گے۔

مصطفےٰ سے ہم کو ورثے میں ملی ہے دو کتاب
یک کلام اللہ دوئم آپ کا فصل الخطاب

(طریق محمدی ص۵۰)

ناظرین یاد رکھیں کہ امت مسلمہ کو تو جو خدا و رسول پر ایمان رکھتی ہے صرف ایک کتاب ملی ہے جس کا نام صرف قرآن ہے، مگر ان غیر مقلدوں کو ان کے آباؤ ورثے سے دو کتاب ملی ہے ایک کا نام "کلام اللہ" ہے اور دوسری کتاب کا نام "فصل الخطاب" ہے۔

یہ حماقت، جہالت اور گمراہی کی انتہا ہے۔

مسئلہ۔ (۲)

غیر مقلدوں کا مذہب یہ ہے کہ اگر کسی کا گھر مسجد سے قدرے فاصلہ پر ہو تو اس پر جمعہ کی نماز واجب نہیں ہے، اگرچہ وہ اذان کی آواز سنتا ہو
خاں صاحب بھوپالی فرماتے ہیں
وبر بعید المکان واجب نیست اگرچہ ندا بشنود بنا بر مزید مشقت دراں
(ص ۱۴ عرف،)
یعنی جس کا گھر مسجد سے فاصلہ پر ہو تو اگرچہ وہ اذان کی آواز سنتا ہو اس پر مشقت کی وجہ سے جمعہ واجب نہیں ہے۔
جسکے کان میں جمعہ کی اذان کی آواز پہونچے، ظاہر ہے کہ اس کا گھر مسجد سے بہت دور نہیں ہوگا۔ لیکن غیر مقلدوں نے ایسے شخص سے بھی جمعہ کو ساقط کر دیا ہے، غیر مقلدوں کا یہ مذہب مندرجہ ذیل احادیث کے صریح خلاف ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر کی روایت ہے۔
عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال۔ الجمعۃ علیٰ کل من سمع النداء
(رواہ ابوداود)
یعنی آنحضور کا ارشاد ہے کہ جمعہ ہر اس شخص پر واجب ہے جو جمعہ کی اذان سنے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت صحیح مسلم میں ہے۔
اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجل اعمیٰ فقال یارسول اللہ لیس لی قائد یقودنی الی المسجد فرخص لہ فلما ولی دعاہ فقال هل تسمع النداء بالصلوٰۃ ؟ فقال: نعم! قال: اجب۔ (رواہ مسلم)
یعنی آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اندھا آیا اور اس نے کہا کہ یارسول اللہ میرا کوئی راہ نما نہیں ہے جو مجھے مسجد تک لائے، تو آپ نے اسکو

(مسجد میں حاضر نہ ہونے کی) اجازت مرحمت فرمادی، پھر جب وہ واپس ہونے لگا تو آپ نے اسکو دوبارہ بلایا اور پوچھا کیا تم اذان کی آواز سنتے ہو؟ تو اس نے کہا کہ جی ہاں، تو آپ نے فرمایا تب تم مسجد میں آیا کرو۔

اندازہ لگائیے کہ غیر مقلدوں نے ترک جمعہ اور ترک جماعت کو جس آسانی سے جائز ٹھہرادیا ہے اس کے بارے میں دین وشریعت اور اللہ کے رسول کا فرمان کیا ہے۔

یہ نام کے اہلحدیث اور "ما بلبلاں نالاں گلزار محمد" کی قوالی گانے والے قوال، حدیث وسنت سے جان چھڑاتے اور دین وشریعت کے حکم پر عمل سے بھاگنے پر کتنے جری ہوتے ہیں اور کیسے کیسے بہانے ڈھونڈتے ہیں کہ آدمی حیران رہ جائے، جس جمعہ کے بارے میں غیر مقلدوں نے محض ذرا سی مشقت کی وجہ سے لوگوں سے جمعہ ہی ساقط کردیا ہے، اسکے بارے میں ابن ماجہ کی مندرجہ ذیل روایت میں اللہ کے رسول کا ارشاد کیا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

عن جابر قال خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال: واعلموا ان اللہ تعالیٰ قد افترض علیکم الجمعۃ فی مقامی ھذا فی یومی ھذا فی شھری ھذا من عامی ھذا، فمن ترکھا فی حیاتی او بعد مماتی ولہ امام عادل اوجائر استخفافا بھا وجحودا لھا فلاجمع اللہ شملہ ولا بارک لہ فی امرہ، الا ولا صلوۃ لہ، الا ولا زکوۃ لہ، الا ولا حج لہ، الا ولا صوم لہ، ولا بر لہ حتی یتوب فان تاب تاب اللہ علیہ۔ (رواہ ابن ماجہ)

یعنی حضرت جابر فرماتے ہیں کہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے ایک خطبہ دیا جس میں آپ نے فرمایا:

"تم لوگ جان لو کہ اللہ نے تم لوگوں پر میری اس جگہ، اور اس دن اور اس سال کے اسی مہینہ میں جمعہ فرض کیا ہے۔ سو جس نے اس کو میری زندگی میں یا میری وفات کے بعد اسکو ترک کیا دراں حالیکہ اس کا کوئی امام بھی ہے، خواہ وہ عادل ہو یا ظالم، تو اگر اس نے جمعہ کو ہلکا سمجھ کر اور اس کا انکار کر کے ترک کیا ہے تو (میری اس کیلئے بددعا یہ ہے کہ) اللہ نہ اسکی جماعت کو اکٹھا رکھے اور نہ اس کے کام میں برکت دے۔

خوب جان لو ایسے شخص کی نہ نماز نماز ہے نہ اس کی زکوٰۃ زکوٰۃ ہے نہ اس کا حج ہوگا اور نہ اس کا روزہ ہوگا، اور نہ اس کا کوئی نیک عمل نیک عمل ہوگا تا آنکہ وہ توبہ کرے، اگر وہ توبہ کرے گا تو اللہ اسکی توبہ قبول کرے گا۔

ایک طرف اللہ کے رسول کا جمعہ کی نماز کے بارے میں یہ ارشاد ملاحظہ فرمائیے اور دوسری طرف غیر مقلدوں کا یہ مذہب بھی دیکھئے کہ اگر کسی کا مکان قدرے فاصلہ پہ ہو تو چونکہ اسکو مسجد میں آنے میں چلنے کی ذراسی مشقت ہوگی اس وجہ سے اس پر سے جمعہ ساقط ہے، اگرچہ اس کے کان میں اذانِ جمعہ کی آواز بھی پہونچتی ہو۔

کیا یہ نماز جمعہ کا استخفاف (اسکو ہلکا سمجھنا) نہیں ہے، اور کیا یہ غیر مقلدین زمانہ اپنے اس مذہب کی وجہ سے آنحضور کی اس بددعا کے مستحق اور مصداق نہ ہوں گے؟ اور کیا ان کا کوئی عمل، کوئی نماز کوئی زکوٰۃ کوئی حج کوئی روزہ قبول ہونے والا ہے؟

غیر مقلدوں کا یہ مذہب کہ جو جمعہ کی آواز سنے اس پر بھی جمعہ نہیں ہے (اگر اسکا مکان تھوڑے فاصلہ پر ہو) ان احادیث کے علاوہ قرآن کی بھی تعلیم و ہدایت کے صریح خلاف ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

یا ایھا الذین آمنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا

الی ذکر اللہ۔

یعنی اے ایمان والو جب تم کو نماز جمعہ کے لئے پکارا جائے تو پھر اللہ کو یاد کرنے کیلئے لپک پڑو۔

خیر یہ تو غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ جو جمعہ کی اذان بھی سنتا ہو تو اس سے جمعہ محض اس وجہ سے ساقط ہے کہ اس کا مکان قدرے فاصلہ پر ہے، اسکا انجام بھی وہی بھگتیں گے اور وہ روز قیامت دیکھ بھی لیں گے کہ ان کے میاں نذیر حسین دہلوی اور نواب بھوپالی اور عبدالرحمٰن مبارکپوری انکی یاوری و دستگیری کتنی کرتے ہیں۔؟ اور خدا کے عذاب سے بچانے کے لئے انکی غیر مقلدیت انکے کتنے کام آتی ہے۔

آئیے ہم دیکھیں کہ اس مسئلہ میں ائمہ فقہ و حدیث اور علمائے اسلام اور سلف امت کا کیا مذہب و مسلک ہے۔

الکافی میں حافظ ابن عبدالبر نے امام مالک کا یہ مذہب بیان کیا ہے۔

وعلی کل من سمع النداء وان کان خارج البلد (ص ۲۴۸/۱)

یعنی جمعہ ہر اس شخص پر واجب ہے جو جمعہ کی اذان سنے اگرچہ وہ شہر سے باہر ہی کیوں نہ ہو۔

اور امام احمد فرماتے ہیں

واما اهل المصر فلا بد لهم من شهودها سمعوا النداء اولم يسمعوا۔ المغنی ص ۳۵۹/۲)

یعنی شہر والوں کو جمعہ کی نماز میں حاضر ہونا ضروری ہے، خواہ وہ اذان کی آواز سنیں یا نہ سنیں۔

اور اسی المغنی میں ہے۔

شہر والوں پر جمعہ کی نماز میں حاضری لازم ہے خواہ انکی رہائش قریب

ہو یا مسجد سے دور ہو۔ (ایضا)

یہ تو تھا اسلاف امت کا مذہب و مسلک، جو عین کتاب و سنت کے مطابق ہے اور جو لوگ صرف کتاب و سنت کا نام لیتے ہیں، اور سلفیت کا دعوی کرنا ہی ان کے لئے سب کچھ ہوتا ہے ان کا مذہب وہ ہے جو ابھی آپ نے پڑھا یعنی اگر کسی کا مکان مسجد سے قدرے فاصلہ پر ہے تو اگرچہ وہ جمعہ کی اذان سنتا ہو تو بھی اسکو جمعہ کی نماز میں حاضر ہونا ضروری نہیں ہے۔

گل و گلچیں کا شکوہ بلبل ناشاد نہ کر
تو گرفتار ہوئی اپنی صدا کے باعث

(۸) مسئلہ۔

غیر مقلدین کے یہاں اموال تجارت میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

خان صاحب بھوپالی فرماتے ہیں:

واز ینجا دریافت شد کہ دلیلے بر وجوب زکوٰۃ در اموال تجارت نیست.

(عرف ص۶۵)

یعنی یہیں سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ اس پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ تجارت کے مال میں زکوٰۃ واجب ہوگی۔

اور نواب صاحب حیدرآبادی فرماتے ہیں:

"ولا شئ فی غیرها من الجواهر والعروض ولو كانت للتجارة"

(کنز ص۴۵)

یعنی ان کے سوا سامانوں اور جواہرات میں زکوٰۃ نہیں اگرچہ تجارت کیلئے ہوں۔ لیکن غیر مقلدین کا یہ مذہب کتاب و سنت سلف امت، ائمہ فقہ و حدیث اور اجماع امت کے خلاف ہے۔

حافظ ابن عبد البر لکھتے ہیں:

"واما العروض كلها من الدور والرقيق والثياب وانواع المتاع والدواب وسائر الحيوان والعروض فلا زكوٰة فی شئ منها الا ان يبتاع للتجارة"

(الکافی ج ۱ ص ۲۹۸)

یعنی جتنے سامان ہیں، گھر، غلام، کپڑے، برتن اور استعمال کی چیزیں چوپائے و دیگر حیوانات اور سامان ان میں زکوٰۃ نہیں ہے مگر یہ کہ ان کو تجارت کیلئے خریدا جائے (یعنی یہ سامان اگر تجارت کیلئے ہوں گے تو ان میں زکوٰۃ واجب ہوگی)۔

اور المغنی میں حافظ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں:

"وعروض التجارة مرصدة للربح وكذلك الاثمان فاعتبر له الحول"

یعنی سامان تجارت نفع کیلئے ہوتا ہے جیسے ثمن (سونا چاندی وغیرہ) اسلئے اس میں (زکوۃ کیلئے) سال بھر گزرنے کا اعتبار کیا گیا ہے۔

اور حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

"والاصناف التي يتجر فيها يجوز ان يخرج عنها جميعا دراهم بالقيمة" (فتاوی ج ۲۵ ص ۸)

یعنی جن چیزوں میں تجارت ہوتی ہے جائز ہے کہ ان کی زکوۃ سامان کی قیمت لگا کر درہموں سے نکالی جائے۔

نیز فرماتے ہیں:

"سامانِ تجارت میں زکوۃ واجب ہے ابن منذر نے کہا ہے کہ اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو سامان تجارت کیلئے ہوں گے ان میں حولان حول کے بعد زکوۃ واجب ہوگی، اور اسکو حضرت عمرؓ اور ان کے صاحبزادہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کیا گیا ہے، اور یہی حضرت ابن عباسؓ سے بھی مروی ہے اور یہی مذہب فقہائے سبعہ کا بھی ہے، اور حضرت حسن بصری جابر بن زید اور میمون بن مہران اور طاؤس اور نخعی امام ثوری، امام اوزاعی اور امام ابوحنیفہ، امام احمد، اسحٰق اور ابو عبید کا بھی یہی مذہب ہے۔

(فتاوی ج ۲۵ ص ۱۵)

غیر مقلدوں کا یہ مذہب اجماع امت کے خلاف تو ہے ہی اسکے علاوہ اس حدیث کے بھی خلاف ہے۔

عن سمرة قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم يامرنا ان نخرج

الزکوٰۃ مما نعدہ للتجارۃ ۔ (ایضاً)

حضرت سمرہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم ان چیزوں کی زکوٰۃ دیں جو تجارت کیلئے ہوں ۔

فتاویٰ ابن تیمیہ ہی میں حضرت عمر کی یہ روایت بھی ہے ۔

وروی عن حماس قال : مر بی عمر فقال : اد زکوٰۃ مالک، فقلت: مالی الاجعاب وادم، فقال قومھا ثم ادزکوتھا ۔

یعنی حضرت حماس فرماتے ہیں کہ میرے پاس سے حضرت عمر کا گذر ہوا تو انھوں نے مجھ سے کہا کہ اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرو، تو میں نے عرض کیا کہ میرے پاس صرف (تلوار رکھنے کی) میان اور سالن ہیں، تو آپ نے فرمایا کہ انکی قیمت لگاکر انکی زکوٰۃ ادا کرو ۔

اس قصہ کو ذکر کرکے ابن تیمیہ فرماتے ہیں :

"واشتھرت القصۃ بلا منکر فھی اجماع (فتاویٰ ج ۲۵/۱۵)

یعنی اس قصہ کی شہرت بلا کسی انکار کے ہے اسلئے یہ اجماع ہے ۔

نیز آنحضور کا ارشاد ہے ۔

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: اذا ادیت زکوٰۃ مالک فقد قضیت ما علیک ، (رواہ الترمذی)

جب تم نے اپنے مال (خواہ وہ مال کسی قسم کا ہو) کی زکوٰۃ ادا کردی تو تونے اپنے اوپر کا حق ادا کردیا ۔

اور قرآن میں مطلق ارشاد ہے :

خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم بھا یعنی اے نبی صلے اللہ علیہ وسلم آپ ان کے مال سے زکوٰۃ لیں اور اس سے آپ انکو پاک صاف کریں ۔

اور امام ترمذی اس حدیث کے تحت

لیس علی المسلم فی فرسه و عبده صدقة یعنی مسلمان پر گھوڑے اور غلام میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

فرماتے ہیں:

اسی پر عمل ہے کہ چرنے والے گھوڑے میں زکوٰۃ نہیں اور اسی طرح غلام میں بھی زکوٰۃ نہیں، مگر یہ اس وقت ہے جب یہ خدمت کے لئے ہوں لیکن اگر تجارت کے لئے ہوں گے تو اس کی قیمت لگا کر حولان حول کے بعد زکوٰۃ دینی ہوگی۔

اور حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

ان زکوٰۃ التجارۃ ثابتة بالاجماع (تحفة ج۲ ص۷)

یعنی تجارت کی زکوٰۃ اجماعاً ثابت ہے۔

بہر حال غیر مقلدوں کا یہ مسئلہ قرآن و حدیث اجماع امت اور سلف و خلف کے مذہب کے خلاف ہے اور ان کا یہ کہنا کہ سامان تجارت میں زکوٰۃ واجب ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے جھوٹ ہے اور ان کا فریب ہے۔

اب ذرا غیر مقلدوں کا یہ عناد بھی ملاحظہ فرمائیے کہ اس شاذ مذہب اور کتاب و سنت اور سلف و خلف کے خلاف قول کو اختیار کرتے ہوئے بھی ان کی یہ تعلّی ہے۔

نواب صاحب فرماتے ہیں:

"وابن منذر کہ حمایت اجماع برایجابش کردہ جسارت عجیب ست واگر بگیریم لیس حجت برقائل بحجیت اجماع خواہد بود نہ برغیرے (ص۶ عرف)

یعنی ابن منذر نے جو اسکے واجب ہونے پر اجماع سے حمایت حاصل کی ہے یہ انکی عجیب جسارت ہے، اور اگر ہم اس کو تسلیم بھی کر لیں تو یہ ان پر حجت ہوگی جو اجماع کی حجیت کے قائل ہیں دوسروں پر نہیں۔

دیکھا آپ نے کتاب وسنت اور سلف وخلفا اور اجماع امت کے مقابلہ میں غیر مقلدوں کی ہٹ دھرمی اور ان کی ضد اور عناد، اور اس پر یہ دعویٰ کریں گے سلفی ہونے کا اور دوسروں کو بے وقوف بنانے کیلئے یہ قوالی گائیں گے۔

میں بلبل نالاں گلزار محمد ہوں | میں نرگس حیران دیدار محمد ہوں
جان سرو یہ قمری وے بلبل گل غنا پر | میں عاشق بے جان رخسار محمد ہوں

فلاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم

(۹) مسئلہ۔
غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ جماعت سے نماز پڑھنا فریضہ مؤکدہ نہیں ہے
نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں:
و جماعت فریضہ متحتم نیست بنا بر تعارض ادلہ (ص ۳۳ عرف)
یعنی چونکہ جماعت کے وجوب اور عدم وجوب کے سلسلہ میں دلائل متعارض ہیں اس وجہ سے جماعت فریضہ مؤکدہ نہیں ہے۔
غیر مقلدوں کا یہ مذہب جمہور اور سلف کے خلاف ہے اس وجہ سے کہ یا تو علمائے اہل سنت کے نزدیک نماز با جماعت فرض عین ہے یا فرض کفایہ ہے یا واجب ہے اور جن کے نزدیک اس سلسلہ میں بہت گنجائش ہے تو بھی نماز با جماعت ان کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے، جماعت کو سنت مؤکدہ بھی نہ کہنا یہ صرف غیر مقلدوں کا مذہب ہے اور اگر اس کیلئے بہانا تعارض ادلہ ہی کو بنانا ہے تو جماعت کی مشروعیت کا غیر مقلدوں کو بالکل ہی انکار کر دینا چاہئے اسلئے کہ ہم نے اصول میں یہ پڑھا ہے۔ اذا تعارضا تساقطا، یعنی تعارض کی شکل میں دلائل کا اعتبار ہی ختم ہو جاتا ہے۔ اور جب جماعت کی مشروعیت کے دلائل ساقط تو اصل جماعت کی مشروعیت ہی ساقط، چلو قصہ ہی تمام ہو گیا۔
آئیے اب دیکھیں کہ سلف کا اس بارے میں کیا عمل تھا المغنی میں امام اہلسنت حضرت امام احمد بن حنبل کا مسلک یہ مذکور ہے۔
الجماعة واجبة للصلوات الخمس، (ج ۲ ص ۱۲۶)
یعنی پانچوں نمازوں کیلئے جماعت سے نماز پڑھنا واجب ہے۔
اور حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں:
والی القول بانها فرض عین ذهب عطاء والاوزاعی واحمد

وجماعة من محدثي الشافعية كابي ثور وابن خزيمة وابن المنذر وابن حبان و بالغ داؤد ومن تبعه فجعلها شرطًا في صحة الصلوة۔ وظاهر نص الشافعي انها فرض كفاية وعليه جمهور المتقدمين من اصحابه وقال به كثير من الحنفية والمالكية والمشهور عند الباقين انها سنة مؤكدة ـ (تحفه ج ۱ ص ۱۸۳)

یعنی جن لوگوں کا یہ مذہب ہے کہ نماز باجماعت فرض عین ہے ان میں سے عطاء، امام اوزاعی امام احمد اور محدثین شوافع کی ایک جماعت ہے جیسے ابو ثور ابن خزیمہ ابن منذر اور ابن حبان وغیرہ۔

اور داؤد ظاہری اور ان کے متبعین نے تو مبالغہ کر کے یہ کہہ دیا ہے کہ جماعت نماز کی صحت کیلئے شرط ہے، اور امام شافعیؒ کا ظاہر مذہب جماعت کے فرض کفایہ ہونے کا ہے، اور متقدمین شوافع کا عام طور پر یہی مذہب ہے، اور اسی کے قائل بہت سے احناف اور مالکیہ بھی ہیں، اور ان کے علاوہ باقی کے نزدیک مشہور مذہب یہ ہے کہ جماعت سنت مؤکدہ ہے۔

غرض جمہور مسلمین کے نزدیک اور تمام سلف کے مذہب میں جماعت سے نماز پڑھنا فریضہ مؤکدہ ہے چاہے یہ تاکید درجہ فرض اور وجوب کی ہو یا اس سے کم درجہ کی مگر جماعت سے نماز پڑھنے کا حکم ہے امر تاکیدی، پس جماعت کے امر مؤکد اور فریضہ مؤکدہ ہونے کا منکر شاذ مذہب کا پیرو ہے۔

اگر جماعت کا حکم تاکیدی نہ ہوتا تو آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم تارکین جماعت پر اس انداز میں اپنی ناراضگی کیوں ظاہر فرماتے۔

عن ابی هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال والذى نفسى بيده لقد هممت ان آمر بحطب ليحتطب ثم امر بالصلوة فيؤذن لها ثم امر رجلا فيؤم الناس ثم اخالف الى رجال لا يشهدون الصلوة

فاحرق علیھم بیوتھم ۔ (بخاری ومسلم)

یعنی حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے کہ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے، میں نے ارادہ کیا کہ کسی کو حکم دوں کہ وہ لکڑیاں جمع کرے پھر نماز کا حکم دوں کہ اس کی اذان دیجائے اور پھر کسی سے کہوں کہ وہ نماز پڑھائے اور تب میں ان لوگوں کے پاس پہونچوں جو نماز میں حاضر نہیں ہوتے اور ان لوگوں سمیت انکے گھر میں آگ لگا دوں ۔

اندازہ لگائیے کہ کیا اس حدیث کے بعد بھی کسی کو یہ کہنے کی گنجائش ہے کہ نماز با جماعت فریضہ مؤکدہ نہیں ہے ۔

نیز حضرت ابوہریرہ کی یہ بھی روایت ہے اور اسکو امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ آنحضورؐ کے پاس ایک شخص آیا جو اندھا تھا، اس نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کوئی ہاتھ پکڑ کر مسجد تک لانے والا نہیں ہے، اور اس نے چاہا کہ آپ اس کو گھر پر نماز پڑھنے کی رخصت عنایت فرمادیں، آپ نے اسکی بات سنکر ابتداءً اس کی اجازت دیدی، پھر جب وہ جانے لگا تو آپ نے اسکو بلایا اور پوچھا کیا تم اذان کی آواز سنتے ہو، اس نے کہا جی ہاں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تب تو تم مسجد ہی میں آؤ ۔

اس حدیث کو ذکر کرکے ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں :

واذا لم یرخص للاعمی الذی لم یجد قائد فغیرہ اولی ۔

(المغنی ج ۱ ص ۱۷۷)

یعنی جب آپ نے بے سہارا اندھے کو جماعت چھوڑنے کی اجازت نہیں دی تو جو اندھا نہ ہو اس کو اس کی اجازت کیسے ہوسکتی ہے ۔

امام ابو داؤد کی اس روایت سے بھی جماعت کے فریضہ مؤکدہ ہونے کا واضح اشارہ ملتا ہے ۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سمع النداء فلم یمنعہ من اتباعہ عذر، قالوا وما العذر؟ قال: خوف اومرض، لم تقبل منہ الصلوٰۃ التی صلی۔

یعنی حضرت ابن عباس کی روایت ہے کہ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جس نے اذان سنی اور بلا عذر کے وہ نماز میں شریک نہیں ہوا تو اس نے جو تنہا نماز پڑھی ہے وہ اللہ کے یہاں مقبول نہیں، صحابہ نے عرض کیا کہ جماعت چھوڑنے کے سلسلے کے اعذار کیا ہیں؟ تو آپ نے فرمایا جیسے دشمن کا خوف یا مرض۔

اور امام ترمذی فرماتے ہیں:

وقد روی عن غیر واحد من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم انھم قالوا من سمع النداء فلم یجب فلا صلوٰۃ لہ۔ (تحفہ ج ۱ ص۱۸۱)

یعنی بہت سے صحابہ کرام کا یہ مذہب ہے کہ اذان کی آواز سن کر جو مسجد میں حاضر نہ ہو اس کی نماز ہی نہیں ہوتی۔

ایک طرف آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات ہیں، اور نماز باجماعت کے سلسلہ میں صحابہ کرام اور ائمہ فقہ وحدیث کا یہ مذہب ہے، اور دوسری طرف غیر مقلدین کا یہ اعلان۔

"جماعت فریضہ متحتم نیست"

جماعت کا حکم تاکیدی نہیں ہے۔

اور شوق یہ ہے کہ ان کو اہلحدیث کہو۔

مسئلہ (۱۰)

غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ پانی خواہ کم ہو یا زیادہ اس میں کسی طرح کی نجاست پڑنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا، خواہ وہ نجاست آدمی کا پیشاب پاخانہ ہو یا جانور کا یا شراب ہو یا سور کا گوشت یا اس کا خون ہو، یا کتا کا لعاب ہو یا اس کے بدن کی اور کوئی نجاست، یا وہ نجاست بہتے ہوئے خون کی شکل میں ہو، غرض نجاست کوئی بھی یا جیسی بھی ہو پانی میں پڑنے سے پانی کی طہارت باقی رہتی ہے، الا یہ کہ نجاست پڑنے سے اس میں بو پیدا ہو جائے یا اس کا رنگ بدل جائے یا اس کے مزہ میں فرق پیدا ہو جائے۔

نواب صدیق حسن صاحب عرف الجادی میں فرماتے ہیں:

"آب باراں ودریا وچاہ طاہر و مطہر ست پلید نمی گردد مگر بنجاستے کہ بو یا مزہ یا رنگ او را تغیر گرداند"

وحدیث قلتین کہ در صحیحین نیست ماول ست وراجح عدم فرق ست در قلیل وکثیر و مستعمل وغیر مستعمل وایں ارجح مذہب ست در نظر تحقیق

(عرف ص ۹)

یعنی بارش، دریا اور کنوئیں کا پانی پاک بھی ہے اور پاک کرنے والا بھی ہے یہ صرف اسی شکل میں ناپاک ہوتا ہے جبکہ اس میں نجاست پڑے اور اس کی بو مزہ یا رنگ میں فرق پڑ جائے۔

اور قلتین والی حدیث جو بخاری و مسلم کی حدیث نہیں ہے اسکی لوگوں نے تاویل کی ہے، اور راجح مذہب یہ ہے کہ قلیل اور کثیر مستعمل اور غیر مستعمل میں کوئی فرق نہیں ہے اور یہی تحقیقی مذہب ہے۔

لیکن غیر مقلدین کا یہ تحقیقی مذہب جمہور کے مذہب کے بھی خلاف ہے

اور احادیث صحیحہ کے بھی خلاف ہے۔

حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا کہ:

اذا کان الماء قلتین لم یحمل الخبث (رواہ الترمذی)

یعنی اگر پانی دو قلہ کی مقدار ہو تو نجس نہیں ہوتا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دو قلہ پانی سے کم میں نجاست پڑ جائے خواہ تھوڑی ہو یا زیادہ اور خواہ رنگ مزہ اور بو بدلے یا نہ بدلے اس سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔

نواب صاحب نے اس حدیث کو ناقابل استدلال قرار دیا ہے، اور اسکو مأول بتلایا ہے، مگر غیر مقلدوں کے محدث مولانا عبد الرحمٰن مبارکپوری کا فیصلہ یہ ہے:

"لکن الحق انہ صحیح قابل للاحتجاج" تحفہ ج ۱ ص ۷۔

یعنی حق بات یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور قابل احتجاج ہے۔

نیز فرماتے ہیں:

والحاصل ان حدیث الباب صحیح قابل للاحتجاج (ایضاً)

یعنی اس باب کی یہ حدیث صحیح ہے اور اس لائق ہے کہ اس سے دلیل پکڑی جائے۔ (۱)

---

(۱) اب معلوم نہیں کہ یہ حدیث مولانا مبارکپوری کے نزدیک صحیح اور قابل احتجاج محض مذہب احناف کی ضد میں ہے یا واقعۃً غیر مقلدوں کے اس امام اور محدث نے دیانۃً اور پوری تحقیق کے بعد اسکے صحیح اور قابل احتجاج ہونے کا فیصلہ کیا ہے، یہ اسلئے کہنا پڑ رہا ہے کہ مولانا عبد الرحمٰن مبارکپوری بہت متعصب اور احناف دشمنی میں بہت غالی غیر مقلد عالم ہیں، انکے نزدیک بہت سی صحیح حدیثیں اس وجہ سے ضعیف ہو جاتی ہیں کہ ان سے احناف کے مسلک کی تائید ہوتی ہے اور بہت سی

اس حدیث کے علاوہ غیر مقلدین کا یہ مذہب ان احادیث صحیحہ کے بھی خلاف ہے۔

حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے

" آنحضرت ؐ نے فرمایا کہ اگر تمہارے کسی برتن میں کتا منہ ڈالدے تو اس کو سات مرتبہ دھونا چاہیے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوہریرہ ہی کی روایت مسلم میں بایں الفاظ بھی ہے:

" آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی کے برتن میں اگر کتا منہ ڈالدے تو اس کی پاکی یہ ہے کہ وہ پانی بہا دیا جائے اور پھر برتن کو سات بار دھوئے۔

بخاری و مسلم کی یہ بھی روایت ہے:

" آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں کا کوئی آدمی نیند سے جاگے تو برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے اس کو اپنا ہاتھ تین بار دھولینا چاہیئے۔ اسلئے کہ اس کو معلوم نہیں کہ نیند کی حالت میں اس کا ہاتھ بدن کے کس کس حصہ پر پڑا ہے۔

ان تمام احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پانی کے نجس ہونے کیلئے یہ ضروری نہیں ہے کہ نجاست پڑنے کے بعد اس کا رنگ مزہ اور بو بدلے۔ اور اگر پانی میں یہ تبدیلی نہ ہو تو پانی پاک رہے گا خواہ پانی کم ہو یا زیادہ۔

امام نووی فرماتے ہیں:

مذہبنا و مذہب الجمہور ان الماء القلیل اذا وردت علیہ نجاسۃ تنجسہ وان قلت ولم تغیرہ۔

(شرح مسلم باب کراھیۃ غمس المتوضی وغیرہ یدہ)

ضعیف حدیثیں اس وجہ سے صحیح ہوجاتی ہیں کہ احناف انکے ضعف کی بناپر ان کو قابل استدلال نہیں سمجھتے۔ مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری کا کھلا تعصب اور احناف دشمنی کا جو ان کے نفس میں بے پناہ جذبہ ہے اسکو معلوم کرنے کیلئے انکی بہت سی کتابوں میں سے صرف تحفۃ الاحوذی کا مطالعہ کافی ہوگا۔

یعنی ہمارا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ پانی میں اگر نجاست پڑ جائے تو وہ پانی نجس ہو جائیگا خواہ وہ نجاست تھوڑی ہی کیوں نہ ہو اور خواہ اس سے پانی میں کسی قسم کا تغیر آیا ہو یا نہ آیا ہو۔

اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی ملاحظہ ہو۔ آپ نے فرمایا۔

لایبولن احدکم فی الماء الدائم ثم یغتسل فیہ من الجنابۃ۔

یعنی تم میں کا کوئی شخص رکے ہوئے پانی میں ہرگز پیشاب نہ کرے اور پھر یہ ہو کہ وہ جنابت سے پاکی حاصل کرنے کے لئے اس پانی سے غسل بھی کرے۔

غرض غیر مقلدین کا یہ مذہب نہ احادیث صحیحہ کے مطابق ہے اور نہ جمہور کے مسلک کی رو سے صحیح ہے، اور پھر خود خانصاحب بھی فرماتے ہیں۔

از غسل جنابت و بول در آب استادہ کہ رواں نیست نہی آمدہ۔

(عرف صہ ۹)

جو پانی رواں نہ ہو ٹھہرا ہوا ہو اس میں پیشاب کرنے اور غسل جنابت کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

اگر پانی تھوڑی یا زیادہ نجاست پڑنے سے نجس نہ ہوتا تو شریعت میں ٹھہرے ہوئے پانی میں جنابت کا غسل کرنے یا پیشاب کرنے سے منع کیوں کیا جاتا۔

اگر غیر مقلدوں کو ذرا بھی شرم و حیا ہوتی تو وہ احناف کے مقابلہ میں اس طرح کی غزل سرائی اور ہجو اور بدگوئی سے پرہیز کرتے۔

ہم اہل حدیث ہیں برادر ہے قول نبی ہمارا رہبر
ہر مکر سے پاک و دور ہیں ہم اور کذب سے بھی نفور ہیں ہم
بھاتی نہیں ہم کو حیلہ بازی آتی نہیں ہم کو جعل سازی

(طریق محمدی صہ ۹)

خیر آپ نے یہ تو دیکھ ہی لیا کہ غیر مقلدین نے اسی مسئلہ میں کتنی حدیثوں کو اور وہ بھی صحیح حدیثوں کو حتی کہ بخاری و مسلم کی حدیثوں کو کس بے دردی سے رد کر دیا ہے۔ ہمیں خان صاحب کی اس بات پر حد درجہ حیرانی و پریشانی ہے کہ تطلیق والی حدیث کو انھوں نے جو مردود قرار دیا ہے، اس کی ایک بنیاد یہ بتلائی ہے کہ " در صحیحین نیست "

یعنی وہ حدیث اس وجہ سے بھی مردود اور ناقابل استدلال ہے کہ وہ بخاری و مسلم کی روایت نہیں ہے۔

تو کیا خانصاحب اور غیر مقلدین صرف اسی حدیث کو قابل احتجاج و لائق قبول سمجھیں گے جو بخاری و مسلم میں ہو اور بقیہ جو احادیث کی دوسری کتابیں ہیں ان کی مرویات ان کے نزدیک اس وجہ سے قابل رد اور ناقابل احتجاج ہوں گی کہ وہ بخاری و مسلم کی روایتیں نہیں ہیں۔

کاش خان صاحب اور غیر مقلدین یہ سمجھتے کہ وہ اس طرح کی باتوں سے انکار حدیث کیلئے چور دروازہ نہیں بلکہ کھلا دروازہ فراہم کر رہے ہیں، اور منکرین حدیث کیلئے انکار حدیث کا شعوری یا غیر شعوری طور پر جواز پیدا کرنے کی صورت نکال رہے ہیں۔

فانا للہ وانا الیہ راجعون

اُلٹی سمجھ کسی کو بھی ایسی خدا نہ دے
دے آدمی کو موت مگر یہ ادا نہ دے

(نکاح محمدی صہ ۶)

(۱۱) مسئلہ۔

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ اگر صرف امام اور ایک مقتدی ہو تو جمعہ واجب ہے۔

غیر مقلدوں کے مجتہد نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں۔

وجمعہ حق واجب ست بر مسلمان در جماعت کہ کمتر آں دو نفر اند (عرف ص۴۲)

ورو است بدوکس یکے امام شود ودیگرے موتم۔ (عرف ص۴۲)

ان دونوں عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ جمعہ اگر صرف دو آدمی ہوں تو بھی واجب ہے امام اور ایک مقتدی۔

اگرچہ اس میں اختلاف ہے کہ جمعہ کے واجب ہونے کیلئے کتنی تعداد ہو مگر یہ مذہب کہ صرف امام اور ایک مقتدی سے بھی جمعہ واجب ہو گا یہ کسی امام کا مذہب نہیں ہے اور اہل سنت والجماعت میں سے اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔ جسطرح عام فقہی ودینی مسائل میں غیر مقلدین ہمیشہ سلف سے ہٹ کر اور شاذ رائے اختیار کرتے ہیں یہاں بھی ان پر وہی شذوذ طاری ہے۔

امام اہلسنت امام احمد بن حنبل کا اس بارے میں مذہب ہے۔

واذا لم یکن فی القریۃ اربعون رجلا عقلاء لم تجب علیہم الجمعۃ۔

(المغنی ج۲ ص ۳۲۸)

یعنی اگر کسی بستی میں چالیس صاحب عقل آدمی نہ ہوں تو اس بستی والوں پر جمعہ واجب نہیں ہے،

نیز علامہ حافظ ابن قدامہ اسی سلسلہ میں مزید فرماتے ہیں۔

ان الجمعۃ تجب بسبعۃ شرائط احداھا ان تکون فی قریۃ والثانی ان یکونوا اربعین رجلاً۔ (ایضاً)

یعنی جمعہ کے واجب ہونے کیلئے سات شرطیں ہیں پہلی یہ کہ وہ آبادی میں ہوگا اور دوسری یہ کہ جمعہ پڑھنے والے کم از کم چالیس فرد ہوں۔

پھر ابن قدامہ فرماتے ہیں۔

وھومذھب مالک والشافعی (ص ۳۲۸ ج ۲)

اور یہی امام مالک اور امام شافعی کا مذہب ہے۔

بلکہ امام احمد سے تو ایک روایت یہ بھی ہے۔

انھا لا تنعقد الا بخمسین۔ (ایضاً)

کہ جمعہ اس وقت منعقد ہوگا جب جمعہ پڑھنے والے پچاس آدمی ہوں۔

اور چونکہ غیر مقلدوں کو احناف اور امام ابو حنیفہ کے نام ہی سے چڑھ ہے اس وجہ سے ان کا مذہب میں ذکر کرکے انکے غیظ و غضب میں مزید اضافہ نہیں کرنا چاہتا ورنہ میں یہاں بتلاتا کہ احناف کا مذہب بھی وہ نہیں ہے جو غیر مقلدوں کا ہے، اس طرح غیر مقلدوں کا یہ مذہب کہ جمعہ صرف امام اور ایک مقتدی سے بھی واجب ہو جاتا ہے، چاروں ائمہ متبوعین کے مذہب کے خلاف ہے، اور یہی انکے باطل ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

اور اس بارے میں غیر مقلدوں نے جن احادیث کو چھوڑا ہے ان میں سے بعض یہ ہیں۔

عن ابی امامة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجب الجمعة علی خمسین رجلا ولا تجب علی ما دون ذلک۔ (المغنی ص ۳۲۸ ج ۲)

یعنی حضرت ابو امامہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جمعہ پچاس آدمی ہوں تو واجب ہوگا، اس سے کم پر نہیں۔

اور حضرت ابو ہریرہ کی یہ روایت ہے۔

عن الزھری عن ابی سلمة قال: قلت لابی ھریرة علی کم تجب الجمعة

من رجل ؟ قال: لما بلغ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خمسین جمع بھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

یعنی حضرت امام زہری ابو سلمہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابو سلمہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت ابوہریرہ سے پوچھا کہ جمعہ کتنے آدمیوں پر واجب ہوگا تو انھوں نے فرمایا کہ جب صحابہ کرام کی تعداد پچاس ہوتی تھی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انکو جمعہ پڑھاتے تھے۔

اور ابو داؤد کی روایت ہے۔

عن کعب بن مالک قال اول من جمع بنا اسعد بن زرارۃ فی ھزم البیت من حرۃ بنی بیاضہ فی نقیع یقال لہ نقیع الخضمات، قلت لہ کم کنتم یومئذ قال اربعون۔

اس روایت کا حاصل یہ ہے کہ کعب ابن مالک فرماتے ہیں کہ ہم کو سب سے پہلے جمعہ کی نماز اسعد بن زرارہ نے پڑھائی، راوی کہتا ہے کہ میں نے حضرت کعب سے پوچھا کہ اس وقت آپ کتنے لوگ تھے، انھوں نے کہا کہ چالیس آدمی تھے۔

اور دارقطنی میں جابر بن عبد اللہ کی یہ روایت ہے۔

عن جابر بن عبد اللہ قال: مضت السنۃ ان فی کل اربعین فما فوقھا جمعۃ۔ (رواہ الدارقطنی)۔

یعنی جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ سنت یہی رہی ہے کہ جب چالیس آدمی یا اس سے زیادہ ہوتے تو جمعہ کی نماز ہوتی۔

اور علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

اذا کان فی القریۃ اقل من اربعین رجلا فانھم یصلون ظھرا عند اکثر العلماء کالشافعی واحمد فی المشھور عنہ وکذا مالک ابو حنیفۃ لکن الشافعی واحمد واکثر العلماء یقولون اذا کانوا اربعین صلوا جمعۃ۔

(فتاوی ص ۱۸۴ ج ۲۴)

یعنی اگر بستی میں چالیس سے کم آدمی ہوں تو لوگ ظہر کی نماز پڑھیں گے یہی اکثر علماء کا مذہب ہے، جیسے امام شافعی اور امام ابو حنیفہ اور یہی مشہور قول امام احمد بن حنبل کا بھی ہے۔ البتہ امام احمد اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ اگر چالیس کی تعداد پوری ہو تو لوگ جمعہ کی ہی نماز ادا کریں گے اور اکثر لوگ بھی اسی کے قائل ہیں۔

ناظرین کرام غور فرمائیں کہ غیر مقلدوں کا یہ مذہب کہ جمعہ کی نماز صرف امام اور ایک مقتدی سے بھی ہوگی، اس بارے میں انھوں نے نہ صرف جمہور امت اور ائمہ اربعہ اور محدثین و فقہاء کے خلاف مذہب اختیار کیا ہے بلکہ متعدد صحیح حدیثوں کو بھی انھوں نے ناقابل عمل سمجھا ہے، اور ان کو پس پشت ڈالدیا ہے۔

ان آثار و احادیث سے روگردانی کے باوصف پھر بھی وہ آپ کے سامنے سینہ ٹھونک کر کھڑے ہوجائیں گے کہ ہم متبع کتاب و سنت ہیں، ہم اہلحدیث ہیں، ہم سلفی ہیں، کتاب و سنت ہمارا مذہب ہے۔

اور جو مذہب ارشادات رسول آثار صحابہ اور سلف کے تعامل کی روشنی میں اپنایا جائے گا وہ اسے بڑی بے تکلفی سے بکواس اور حدیث خرافہ قرار دیں گے، جیساکہ جمعہ کے واجب ہونے کے لئے کسی تعداد کی قید کو نواب صاحب بھوپالی نے عرف الجادی میں ص ۴۸ پر حدیث خرافہ اور بکواس قرار دیا ہے۔

(۱۳) مسئلہ۔

غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ رات میں مردہ کو دفن نہیں کرنا چاہئے۔ خان صاحب بھوپالی فرماتے ہیں۔

ودفن موتی در شب منہی عنہ ست (ہدیۃ عرف)

یعنی مردہ کو رات میں دفن کرنے سے (شریعت میں) منع کیا گیا ہے۔ لیکن غیر مقلدوں کا یہ مذہب جمہور امت کے خلاف ہے، المغنی میں مردہ کو رات میں دفن کرنے کے سلسلہ میں یہ لکھا ہے۔

فاما الدفن لیلاً فقال احمد ولا بأس بذلك، وقال ابوبکر دفن لیلا وعلی دفن فاطمة لیلاً، وحدیث عائشة کنا سمعنا صوت المساحی من أخر اللیل فی دفن النبی صلی الله علیه وسلم، وممن دفن لیلاً عثمان وعائشة وابن مسعود ورخص فیه عقبة بن عامر وسعید بن المسیب وعطاء والثوری والشافعی واسحٰق۔

یعنی رات میں مردہ کو دفن کرنے کے بارے میں حضرت امام احمد فرماتے تھے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے، حضرت ابوبکر کو رات ہی میں دفن کیا گیا حضرت علی نے بھی حضرت فاطمہ کو رات ہی میں دفن کیا تھا، اور خود آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رات ہی میں قبر میں اتارا گیا، چنانچہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب لوگ آنحضور کو قبر میں رکھ رہے تھے تو ہمارے کانوں میں پھاوڑے کی آواز آرہی تھی اور جو لوگ رات میں دفن کئے گئے ان میں سے یہ لوگ بھی ہیں حضرت عثمان حضرت عائشہ حضرت ابن مسعود، رات میں دفن کی اجازت ان ائمہ نے بھی دی ہے۔ عقبہ بن عامر، سعید بن المسیب، عطاء، امام ثوری، امام شافعی اور امام اسحٰق۔

آپ کے سامنے ہے تفصیل ہے۔ اب کیا ہم غیر مقلدین سے یہ پوچھیں کہ ان تمام صحابہ کرام کی تدفین جو شب میں عمل میں آئی ہے، وہ غیر شرعی اور منہی عنہ تھی؟ کیا جن صحابہ کرام نے یہ عمل کیا اور رات میں اپنے مردوں کو دفن کیا انھوں نے غیر شرعی عمل اور منہی عنہ فعل کا ارتکاب کیا تھا؟ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ خود آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم بھی جو رات میں مدفون ہوئے کیا معاذ اللہ آپ کی یہ تدفین غیر شرعی اور منہی عنہ تھی؟ اور صحابہ کرام اس مسئلہ شرعی سے واقف نہیں تھے۔

اندازہ لگائیے کہ یہ خود ساختہ مجتہدین اپنے علمی پندار اور زعم میں کیسی کیسی خطرناک بات کہہ جاتے ہیں، جس کا نشانہ براہ راست صحابہ کرام اور خود نبی کی ذات بن جاتی ہے، مگر ان بے شعوروں کو اپنے مجتہد بننے کے گھمنڈ میں اس کا احساس تک نہیں ہوتا، اور مقلدین پر طعنہ کرنے کیلئے اس قسم کے اشعار کا سہارا لیتے ہیں۔

زانکہ تقلید آفت ہر نیکو یست
کر بود بود تقلید اگر کوہ قوی ست

یعنی تقلید ہر بھلائی کیلئے آفت ہے، گو بظاہر وہ پہاڑ معلوم ہو لیکن دراصل وہ گھاس کا ایک تنکا ہے۔ (طریق محمدی ص۱۰)

غیر مقلدین کا یہ مذہب کہ رات میں مردہ کو دفن کرنا منہی عنہ ہے، ان احادیث کے بھی خلاف ہے، روایت میں آتا ہے کہ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ذو البجادین رضی اللہ عنہ کو رات ہی میں دفن کیا تھا، اور آپ نے ان کے دفن کے وقت یہ دعا پڑھی تھی۔

اللھم انی امسیت عنہ راضیا فارض عنہ۔

یعنی اے اللہ میں اس سے راضی ہو چکا ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا۔

اور ابن عباس کی یہ روایت ترمذی میں موجود ہے، اور امام ترمذی نے اس کو صحیح بتلایا ہے۔

روی ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل قبرا فاسرج له سراج فاخذ من قبل القبلة وقال رحمك الله ان كنت لاواها تلاء للقرآن، قال الترمذی هذا حدیث حسن صحیح۔ (المغنی ص ۵۵۵ ج ۲ ص ۵۵۶)

یعنی حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبر میں رات میں اترے، اور آپ کیلئے چراغ جلایا گیا آپ نے مردہ کو قبلہ کی طرف سے پکڑا اور زبان مبارک سے یہ کلمات ادا کئے۔

بیشک تم بڑے آہ و بکا کرنے والے تھے، اور خوب قرآن کی تلاوت کرنے والے تھے۔ ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن اور صحیح ہے۔

اور ابوداؤد کی روایت یہ ہے

"کچھ لوگوں نے قبرستان میں آگ روشن دیکھی چنانچہ وہ آئے، تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں ہیں اور آپ فرمارہے ہیں کہ اپنے ساتھی کو مجھے تھماؤ۔

اور امام ترمذی فرماتے ہیں۔

ورخص اھل العلم فی الدفن باللیل۔ (تحفہ ص ۱۵۸ ج ۲)

اہل علم نے مردہ کو رات میں دفن کرنے کی اجازت دی ہے۔

صرف حضرت حسن بصری سے مروی ہے کہ وہ رات میں مردہ دفن کرنے کو بہتر نہیں سمجھتے تھے مگر یہ ایک شاذ قول ہے، عام اہلسنت فقہاء محدثین اور سلف وخلف کا مذہب یہی ہے کہ رات میں مردہ کو دفن کرنا نہ مکروہ ہے، نہ غیر مناسب اور نہ ناجائز اور منہی عنہ۔

افسوس یہ ہے کہ غیر مقلدین ہر طرف سے آنکھ بند کر کے عموماً کتاب وسنت اور جمہور کے خلاف مذہب اختیار کرتے ہیں اور شاذ قول پر چلنا ان کا پسندیدہ

مشہور ہے۔

البتہ دوسروں کو سنانے کے لئے اور زعم خویش موحد اور متبع سنت بننے کیلئے اور احناف کے خلاف زہر افشانی کرنے کیلئے وہ اس قسم کی باتیں اپنی کتابوں میں خوب لکھتے ہیں۔

"حنفی بھائیو، یہی وجہ ہے کہ اہلحدیث ان کتابوں کو (یعنی فقہ حنفی کی کتابوں کو) نہیں مانتے رائے اور قیاس کو قرآن وحدیث کا درجہ نہیں دیتے اپنے ضمیر کا گلا گھونٹنا اپنی عقل امتیوں کے ہاتھوں میں دے دینا پسند نہیں کرتے، وہ ائمہ کرام کو نبوت کے درجہ پر نہیں پہونچاتے وہ احکام شرع کا دار و مدار صرف قرآن وحدیث پر رکھتے ہیں۔" (طریق محمدی ص۲۶)

لفاظی اور الفاظ کی بازیگری اور ادعا کی زبان کوئی ان غیر مقلدوں سے سیکھے، یہ جب اپنی اصل پہ آتے ہیں تو قادیانیوں کو بھی مات کرتے ہیں۔

(۱۴) **مسئلہ**۔

غیر مقلدین کے یہاں جن چیزوں میں زکوٰۃ واجب ہے وہ متعین اور محصور ہیں ان کے ماسوا میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں:

"واشیائے کہ دراں زکوٰۃ ست محدود و محصورست پس در ماعدائے آں ہرچہ باشد چہ خضروات وچہ جز آں زکوٰۃ نیست۔ (ص ۴۲ عرف)

یعنی جن چیزوں میں زکوٰۃ ہے وہ متعین اور محدود ہیں پس انکے ماسوا میں خواہ وہ سبزیاں ہوں یا کچھ اور ان میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

اور نواب وحید الزماں حیدرآبادی ان متعین کی تفصیل میں فرماتے ہیں:

"اموال الزکوٰۃ الذھب[1] والفضۃ[2] والحنطۃ[3] والشعیر[4] والذرۃ[5] من الحبوب والتمر[6] والزبیب[7] من الفواکہ والعسل[8] والابل[9] والبقر[10] والغنم[11] والجاموس[12] والضان[13] ولاشی ما عداھا ولو کانت للتجارۃ۔ (ص ۲۳ کنز الحقائق)

یعنی اموال زکوٰۃ یہ ہیں:

سونا، چاندی، گیہوں، جو، مکئی، کھجور، منقیٰ، شہد، اونٹ، گائے بھینس، بھیڑ اسکے ماسوا میں زکوٰۃ نہیں اگرچہ وہ تجارت ہی کیلئے کیوں نہ ہوں۔

میں کہتا ہوں کہ غیر مقلدین کا یہ مذہب اجماع امت اور جماعت اہلسنت کے خلاف ہے۔ اسلئے کہ جن چیزوں میں زکوٰۃ ہے وہ محصور و محدود ہیں اور ان کے ماسوا میں زکوٰۃ نہیں خواہ وہ تجارت ہی کیلئے کیوں نہ ہوں یہ غیر مقلدوں کا شاذ مذہب ہے اور ائمہ فقہاء میں سے اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔

عام فقہاء محدثین کا مذہب یہ ہے کہ جو شئی بھی سامان تجارت کی ہوگی خواہ

غلام ہو، خواہ گھوڑا ہو، خواہ سبزیاں ہوں، خواہ وہ تانبا پیتل اور کپڑے ہوں، غرض جن جن سامانوں کی تجارت ہوگی ان میں زکوٰۃ واجب ہوگی۔

اور یہ مسئلہ صرف کسی خاص امام اور مذہب کا نہیں ہے بلکہ اس پر امت کا اتفاق اور اجماع ہے۔

ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

"ائمہ اربعہ اور تمام امت کا (سوائے کچھ شاذ لوگوں کے) اس بات پر اتفاق ہے کہ مال تجارت میں زکوٰۃ واجب ہے۔ خواہ تاجر مقیم ہو یا مسافر، اور خواہ تاجر ان لوگوں میں سے ہو جو مال خرید کر رکھ لیتے ہیں کہ جب بھاؤ بڑھے گا تو اسکو فروخت کریں گے یا وہ تاجر دوکاندار اور روزانہ کا کاروبار کرتا ہو، اور خواہ وہ سامان سونا چاندی کی قسم کا ہو یا پہننے کا سامان ہو یا غلہ وغیرہ ہو، یا وہ سامان از قسم میوہ جات ہو، یا سالن وغیرہ کی قسم کی کوئی چیز ہو یا جانور ہوں جیسے غلام گھوڑے خچر گدھے بکری وغیرہ، خواہ وہ جانور ایسے ہوں کہ ان کو گھر سے چارہ دیکر پالا جاتا ہو۔ یا وہ باہر چرنے والے جانور ہوں۔ اسلئے کہ تجارت شہریوں کے اموال باطنہ کا غالب حصہ ہیں جیسے جانور اموال ظاہری کا غالب حصہ ہیں۔" (فتاویٰ ص ۴۵ج۲۵)

یہ ہے ابن تیمیہ کا مسلک جو سلفیوں کے امام ہیں، اور جن کے مقابلہ میں غیر مقلدین بڑے بڑے امام کو بھی انگوٹھا دکھا دیا کرتے ہیں، اور ان غیر مقلدین کے نزدیک بوقت حاجت ابن تیمیہ کا کہا اور ان کا فرمان پتھر کی لکیر ہوتا ہے۔

غیر مقلدین بھی عجیب تے ہیں، دعویٰ تو کریں گے سلف کی پیروی کا اور سلفیت کا ٹائیٹل لگا کر عربوں سے دولت ہتھیائیں گے مگر جب ان کے اندر جھانک کر دیکھو تو ان سے بڑا سلف کا مخالف ڈھونڈھنے سے بھی نہیں ملے گا۔

اور دوسروں کو سنانے کے لئے اور بزعم خویش متبع کتاب و سنت ہونے کیلئے یہ ضرور گائیں گے۔

حاصل عمر نثار رہِ یارے کردم
شادم از زندگیٔ خویش کہ کارے کردم

(نکاح محمدی ص۴)

(۱۴) مسئلہ۔

غیر مقلدین کے مذہب میں طواف بیت اللہ کیلئے وضو ضروری نہیں ہے
بلا وضو بھی طواف جائز ہے۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں :

"و وضو قبل از طواف ثابت نشدہ"۔ (عرف صفحہ ۹)

"یعنی طواف کیلئے پہلے وضو بھی کیا جائے یہ ثابت نہیں ہے"۔

میری گذارش ہے کہ غیر مقلدین کا یہ مذہب تمام ائمہ فقہ کے مذہب کے خلاف ہے، جمہور علماء اسلام کے نزدیک طواف کرنے کے لئے حدث اصغر و اکبر سے پاکی شرط ہے۔ اسلئے اگر بلا وضو اور بلا غسل طواف کرے گا تو اس کا طواف نہ ہوگا، آئیے دیکھیں سلف امت اور ائمہ دین کا اس بارے میں کیا مذہب ہے۔

الکافی میں حافظ ابن عبد البر امام مالک کا مسلک یہ ذکر کرتے ہیں۔

"لان الطواف لا یجزی الا علی طہارۃ وفی ثیاب طاہرۃ"

یعنی طواف وہی معتبر ہوگا جو پاکی کی حالت اور پاک کپڑے میں ہو۔

نیز فرماتے ہیں :

ان من طاف علی غیر وضوء فلا طواف لہ (ص ۲۶۹/۱۳)

یعنی جس نے بلا وضو طواف کیا اس کا طواف نہ ہوگا۔

نیز فرماتے ہیں :

ویکون فیہا کلہا طاہرا طہارۃ کاملۃ تجوز لہ بہا الصلوٰۃ۔

لان الطواف صلوٰۃ علی ما روی فی الحدیث (ایضاً صفحہ ۳۶۶)

یعنی طواف کرنے والا طواف کے تمام اشواط میں پوری پاکی کے ساتھ رہے۔
وہ اس طرح کا پاک صاف ہو جس طرح کی پاکی میں نماز درست ہوتی ہے۔ اسلئے کہ

جیسا کہ حدیث[1] میں ہے۔ طواف (ایک قسم کی) نماز ہی ہے۔
اور امام کرخی حضرت امام احمد بن حنبل کا مذہب بیان کرتے ہیں۔
"ویکون طاہرا فی ثیاب طاہرۃ" (المغنی ج۳ ص۳۷۷)
یعنی طواف کرنے والا با وضو اور با غسل ہو اور پاک کپڑے میں طواف کرے۔
اور اسکی شرح میں حافظ ابن قدامہ فرماتے ہیں۔
وذلک لان الطہارۃ من الحدث والنجاسۃ شرائط لصحۃ الطواف
فی المشہور عن احمد۔ (ایضاً)
اسلئے کہ حدث اور نجاست سے پاکی طواف کے شرائط میں سے ہے،
امام احمد کا مشہور مذہب یہی ہے۔
پھر فرماتے ہیں؛
"وھو قول مالک والشافعی"
یہی امام مالک اور امام شافعی کا بھی قول ہے۔
اور میں کہتا ہوں کہ امام ابو حنیفہ کا مذہب بھی صحیح وجوب کا ہے۔
غرض آپ نے دیکھا کہ تمام مذاہب متبوعہ میں وضوء کو طواف کے لیے ضروری قرار دیا گیا ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ، حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی، اور امام اہلسنت حضرت امام احمد بن حنبل کا مذہب ابھی آپ نے ملاحظہ فرمایا، اور ہمیشہ سے انھیں ائمہ کے متبوعین کا مسلمانوں میں سواد اعظم رہا ہے، مگر یہ غیر مقلدین اس سواد اعظم سے باہر ہیں۔ اور "ید اللہ علی الجماعۃ" کی بشارت سے محروم۔
السلسبیل فی معرفۃ الدلیل جو کسی حنفی یا شافعی یا مالکی کی نہیں بلکہ نجد کے ایک مشہور حنبلی عالم کی کتاب ہے، اسکا بیان بھی آپ پڑھ لیں۔

---

(۱) وہ حدیث ہم ابھی ذکر کریں گے۔

جمھور العلماء قالوا بوجوب الطھارة للطواف . (پ۲۵۸ ج ۱)
یعنی جمہور علماء کا قول ہے کہ طواف کیلئے طہارت ضروری ہے۔
اور اس لئے ضروری ہے کہ حضرت عائشہ کی بخاری و مسلم میں یہ روایت موجود ہے۔
عن عائشة رضی اللہ عنھا ان اول شئ بدأ النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین قدم انہ توضأ ثم طاف بالبیت (متفق علیہ)
یعنی حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ آنحضور جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو سب سے پہلے آپ نے وضو کیا اور بیت اللہ کا طواف کیا۔
امام بخاری علیہ الرحمہ نے اس حدیث پر جو باب قائم کیا ہے اسکا عنوان یہ ہے "باب الطواف علی الوضوء" یعنی اسکا بیان کہ طواف کرنے کیلئے وضو ضروری ہے۔
اس سے معلوم ہوا کہ خود امام بخاری بھی بلا وضو طواف کو جائز نہیں سمجھتے اور انکی دلیل حضرت عائشہ کی یہی حدیث ہے۔
اس حدیث کے علاوہ ترمذی، نسائی، ابن حبان، بیہقی اور دارمی نے حضرت ابن عباس سے یہ مرفوعاً روایت کیا ہے۔
الطواف حول البیت مثل الصلوٰۃ الا انکم تتکلمون فیہ فمن تکلم فلا یتکلم الا بخیر۔
یعنی بیت اللہ کا طواف نماز ہی کی طرح کی عبادت ہے۔ مگر ہاں تم لوگ طواف میں بات بھی کر لیتے ہو (جبکہ نماز میں بات کرنا حرام ہے) پس جو بات کرے تو خیر کی بات کرے۔
ایک دوسری صحیح حدیث میں ہے : الطواف بالبیت صلوٰۃ
یعنی بیت اللہ کا طواف نماز ہے۔ (پس جسطرح نماز کیلئے پاکی اور طہارت ضروری ہے طواف کیلئے بھی ضروری ہوگی) اس حدیث کو ابن خزیمہ اور ابن حبان کے علاوہ اور بھی محدثین نے صحیح بتلایا ہے۔

اور ایک اور حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

الطواف صلوٰۃ الا ان اللہ احل فیہ المنطق فمن نطق فلا ینطق الا بخیر۔

یہ چند حدیثیں ہیں نے ذکر کی ہیں ، ان کے علاوہ اور بھی متعدد احادیث کتب حدیث میں موجود ہیں جن کی صحت کا انکار غیر مقلدین بھی نہیں کر سکتے۔ ان تمام احادیث رسول سے یہ بات واضح ہے کہ بلا وضو طواف کرنا درست نہیں مگر غیر مقلدین کی اپنی ڈفلی اور اپنا راگ یہ ہے۔

" وضو قبل از طواف ثابت نشدہ "

یعنی طواف سے پہلے وضو کرنا ثابت نہیں ہے۔

احادیث رسول کے مقابلہ میں یہ جرأت اللہ اکبر ، اور پھر بے حیائی یہ کہ " ہم اہلحدیث ہیں "، ہم سنت رسول کے متوالے ہیں "۔ ہم عاشق رسول ہیں "، " ہم محمدی ہیں " اور " ہم گلزار محمدی کے بلبلانِ نالاں ہیں "۔

خیر غیر مقلدین کی احادیث سے بیزاری کا نمونہ تو آپ نے دیکھ ہی لیا اور دیکھتے چلے آرہے ہیں ، یہاں پر جو بات خاص طور پر قابلِ ذکر ہے وہ خاں صاحب مرحوم کی اسی مسئلہ کے سلسلہ میں یہ مزید گہر افشانی ہے ، دیدۂ عبرت کھولئے اور دیکھئے خاں صاحب کیا فرما رہے ہیں۔

" وحدیث الطواف بالبیت صلوٰۃ ضعیف است "

یعنی اللہ کے رسول کی یہ حدیث کہ بیت اللہ کا طواف نماز ہے ، ضعیف ہے۔

حالانکہ اگر اسکو بفرض محال خاں صاحب کی رعایت میں ضعیف بھی تسلیم کر لیا جائے تو اس کی تائید متعدد حدیثوں سے ہو رہی ہے جن میں سے کچھ کا ذکر میں نے سطور بالا میں کیا بھی ہے ، اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس حدیث کو بنیاد بنا کر تقریباً تمام ہی سلف کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ وضو طواف کیلئے ضروری ہے۔ بلا وضو طواف نہیں ہوگا ، اور اصول میں یہ مسئلہ مصرح ہے کہ جس ضعیف حدیث کو امت کی تلقی بالقبول حاصل ہو وہ قابلِ احتجاج ہوتی ہے ، اس کو

رد نہیں کیا جا سکتا، اور کسی حدیث کا سنداً ضعیف ہونا اس بات کو مستلزم نہیں ہے کہ اس کا متن بھی کمزور ہو۔

امام ترمذی نے اس حدیث۔ ایما رجل نکح امرأۃ فدخل بھا فلا یحل لہ نکاح امھا،،(۱) کے بارے میں فرمایا کہ۔ ھذا حدیث لایصح من قبل اسنادہ یعنی یہ حدیث سنداً صحیح نہیں ہے، اس پر مولانا عبد الرحمٰن مبارکپوری فرماتے ہیں۔

ای من جھۃ اسنادہ وان کان صحیحا باعتبار معناہ لمطابقتہ معنی الآیۃ (تحفہ ۱۵۰)
یعنی سند کے اعتبار سے صحیح نہیں ہے اگرچہ اپنے معنی کے اعتبار سے صحیح ہے اسلئے کہ اس کا معنی آیت کے معنی کے مطابق ہے۔

ابھی نواب صاحب مرحوم کو اتنے سے بھی تسلی نہیں ہوئی وہ مزید فرماتے ہیں، فرماتے کیا ہیں غضب ڈھاتے ہیں، ناظرین نواب صاحب کا یہ ارشاد ملاحظہ فرمائیں، بخاری و مسلم کی وہی روایت جس سے امام بخاری نے طواف کیلئے وضو کو واجب قرار دیا ہے اور جس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ کے رسول جب مکہ تشریف لائے تو سب سے پہلے آپ نے وضو کیا پھر طواف کیا، اس کے بارے میں نواب صاحب فرماتے ہیں۔

۔وضوئے آنحضرت صلعم جو فعل است منتہض بر وجوب نیست،،
یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا طواف سے قبل وضو کرنا محض ایک فعل ہے جو اس کے واجب ہونے کے لئے کافی نہیں ہے۔

سبحان اللہ، سبحان اللہ یہ ہے سلفیت یہ ہے اہلحدیثیت، یہ ہے عمل بالکتاب والسنۃ کا اصلی نمونہ، یہ ہے غیر مقلدوں کا اصلی چہرہ۔

اپنی منقاروں سے حلقہ کس رہے ہیں جال کا
طائروں پہ سحر ہے صیاد کے اقبال کا

---

(۱) یعنی جس آدمی نے کسی عورت سے نکاح کیا اور اس سے صحبت بھی کی تو اب وہ اس کی ماں سے نکاح نہیں کر سکتا۔

اے مدعیانِ عمل بالحدیث گاؤ اور گاتے رہو۔

یارب مروں میں سنت خیرالوریٰ کے ساتھ
محشر میں بھی کھڑا ہوں شفیع الوریٰ کے ساتھ

دیکھا آپ نے جب آدمی تقلید سے آزاد ہو جاتا ہے تو اس کا انجام کیا ہوتا ہے، اور آج کے زمانہ میں اپنے علم و اجتہاد کا زعم اچھے اچھے اہلِ علم کو ضلالت و گمراہی کی کیسی کیسی وادی کی سیر کراتا ہے۔ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

خذوا عنی مناسککم۔ مجھ سے اپنے حج کے مناسک سیکھو

اور قرآن کا ارشاد ہے خذوا ما آتاکم الرسول جو حضور تمہیں بتلائیں (خواہ عملاً خواہ قولاً) اسے تم لازم پکڑو، ـــــ اور اللہ کے رسول کا ارشاد ہے۔

صلوا کما رأیتمونی اُصلی۔ جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے دیکھو اسی طرح نماز پڑھو۔

کیا قرآن کا ارشاد اور آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے یہ فرمان نواب صاحب کی بات کا شافی رد نہیں ہیں کہ آنحضور کے کسی فعل سے وجوب نہیں ثابت ہوگا۔

اگر غیر مقلدین سچے ہوں کہ آنحضور کے فعل سے وجوب ثابت نہیں ہوتا ہے کو کسی صحابی، کسی تابعی، کسی فقیہ کسی محدث کے قول سے اس کی تائید اور شہادت پیش کردیں۔

ایک غیر مقلد صاحب لکھتے ہیں:

"ایمان دار کا یہی کام ہے کہ قرآن و حدیث ڈھونڈے اور اسی پر عمل کرے" (طریق محمدی ص۳۰)

اب میری ان سطور کو پڑھنے والے خود دیانۃً فیصلہ فرمائیں کہ غیر مقلدوں کا طائفہ ظاہرہ اور جن کو یہ طائفہ ظاہرہ اپنا "پوپ" سمجھتا ہے، وہ ایمان دار ہیں یا بے ایمان"

بد نہ بولے زیر گردوں گر کوئی میری سنے
ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے

مسئلہ ۔

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ نکاح میں گواہ کی ضرورت نہیں ہے بلکہ بلا گواہ بھی نکاح درست ہوگا ۔

خاں صاحب بھوپالی فرماتے ہیں :

ولا نکاح الا بولی وشاہدی عدل اگر ثابت شود بصحت رسد دلیل باشد آنکہ اشہاد از شرط نکاح ست ولکن در حدیث مقال ست پس منتہض از برائے استدلال نشود (مسک عرف)

یعنی اگر حدیث لا نکاح الا بولی وشاہدی عدل (نکاح بغیر ولی اور دو گواہ کی موجودگی کے بغیر درست نہیں ہے) ثابت ہو تو اس کی دلیل بنے گی کہ گواہ بنانا نکاح کے شرائط میں سے ہے، لیکن اس حدیث میں کلام ہے اس لئے یہ قابل استدلال نہیں ۔

چلئے مان لیا کہ خانصاحب کے نزدیک یہ حدیث قابل استدلال نہیں مگر کیا ذخیرہ احادیث میں اس مسئلہ کے سلسلہ کی یہی ایک حدیث ہے، ترمذی میں حضرت ابن عباس کی یہ حدیث بھی ہے ۔

ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال: البغایا اللاتی ینکحن انفسھن بغیر بینۃ ۔ (رواہ الترمذی)

یعنی آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ وہ عورتیں زانیہ ہیں جو بلا شاہد خود نکاح کر لیتی ہیں ۔

اس حدیث کو امام ترمذی نے غیر محفوظ قرار دیا ہے، یہ حدیث الوالاعلیٰ کی سند سے ہے اور ابوالاعلیٰ ثقہ راوی ہیں، مگر اس پر امام ترمذی کا کلام یہ ہے کہ ابوالاعلیٰ کبھی اسکو مرفوع نقل کرتے ہیں اور کبھی موقوف اسلئے یہ صحیح حدیث

ابن عباس کی وہ ہے جسکے الفاظ یہ ہیں۔ لانکاح الابینۃ یعنی بلا شاہد نکاح درست نہیں۔

پس اگر کسی وجہ سے اوپر والی حدیث میں کلام ہے تو حضرت ابن عباس کی یہ دوسری حدیث تو خود امام ترمذی کے نزدیک صحیح ہے۔ اس سے تو یہ ثابت ہوا کہ نکاح میں شاہد کا ہونا ضروری ہے۔

مگر میں کہتا ہوں کہ اوپر والی حضرت ابن عباس کی حدیث بھی صحیح ہے، اور اس پر جو امام ترمذی نے کلام کیا ہے کہ عبد الاعلیٰ کبھی اس کو مرفوع نقل کرتے ہیں اور کبھی موقوف اس وجہ سے وہ غیر محفوظ ہے، اس کا جواب ابن تیمیہ نے المنتقی میں یہ دیا ہے۔

هذا لا یقدح لان عبد الاعلیٰ ثقة فیقبل رفعه - وزیادته وقد یرفع الراوی وقد یقفه (تحفة الاحوذی ۲: ۱۶۸)

یعنی یہ کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہے اس لئے کہ عبد الاعلیٰ ثقہ ہیں اسلئے ان کا مرفوع حدیث کو ذکر کرنا اور انکی زیادت قبول کی جائیگی اور راوی کبھی ایک ہی حدیث کو مرفوع ذکر کرتا ہے اور کبھی موقوف۔

غرض جو حدیث ابن عباس سے ان الفاظ سے مروی ہے۔ لانکاح الا ببینة، وہ بھی صحیح ہے، جیسا کہ امام ترمذی فرماتے ہیں اور جو حدیث عبد الاعلیٰ کی سند سے ان سے مروی ہے وہ بھی صحیح ہے جیسا کہ ابھی شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے بیان سے معلوم ہوا، اور جب یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں تو پھر اس سے استدلال درست ہے اور اس کا انکار حرام اور ناجائز ہے۔

غیر مقلدوں کا عجیب حال ہے کہ ذرا سا ان کو کوئی حیلہ ملتا ہے وہ بلا تکلف ثابت اور صحیح حدیث تک کا انکار کر دیتے ہیں، اور انکو اس میں ذرا بھی تردد اور توقف نہیں ہوتا ہے، اور الزام دیں گے مقلدوں کو کہ وہ حدیث کے بجائے

قیاس اور ائمہ کے اقوال کی پیروی کرتے ہیں۔

ان دونوں حدیثوں کے علاوہ المنتقی ہی میں حافظ ابن تیمیہ نے حضرت امام احمد بن حنبل کی مسند سے عمران بن حصین کی درج ذیل حدیث بھی ذکر کی ہے۔

عن عمران بن حصین عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لانکاح الا بولی وشاہدی عدل (تحفہ ج ۲ ص ۱۶۸)

یعنی حضرت عمران بن حصین نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ بلا ولی اور دو گواہوں کی موجودگی کے نکاح درست نہیں ہے۔

اسی حدیث کے بارے میں نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں کہ یہ ثابت نہیں، لیکن امام صاحب کے استاذ اور غیر مقلدوں کے پیشوائے اعظم امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو نقل کرکے فرماتے ہیں۔

ھذا وان کان منقطعا فان اکثر اھل العلم یقولون بہ (تحفہ ج ۲ ص ۱۶۸)

یعنی حدیث اگرچہ منقطع ہے مگر اکثر اہل علم کا یہی مذہب اور وہ اسی کے قائل ہیں۔

بہرحال جس مسئلہ کو غیر مقلدوں نے محض اس وجہ سے ناقابل التفات گردانا کہ اس سلسلہ کی ایک حدیث میں ایک راوی متروک آگیا ہے، اور انھوں نے اس مسئلہ کی مؤید دوسری تمام احادیث سے آنکھیں میچ لی ہیں اسی مسئلہ کے بارے میں آپ دیکھ رہے ہیں کہ بقول علامہ شوکانی یہی عام اور اکثر اہل علم کا مذہب ہے اور امام ترمذی بھی وہی کہہ رہے ہیں جو شوکانی کا بیان ہے، امام ترمذی فرماتے ہیں۔

والعمل علی ھذا عند اھل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

ومن بعدهم من التابعين وغيرهم قالوا لا نكاح الا بشهود۔

(تحفہ ج ۲ ص ۱۷۸)

یعنی اس پر اکثر اہل علم صحابہ تابعین اور ان کے بعد کے لوگوں کا عمل ہے کہ نکاح بلا شاہد کے درست نہیں۔

غیر مقلدوں کی انتہا پسندی حدیث سے بے زاری اور جمہور سے اختلاف کا شوق اور صحابہ کرام و تابعین عظام نے احادیث کی روشنی میں جو مذہب اختیار کیا ہے اس کے بارے میں ان کا زاویہ فکر آپ ملاحظہ فرمائیں۔

اسی ایک بات سے غیر مقلدوں کی غیر مقلدیت کی حقیقت اور انکے اہلحدیث ہونے کے انساتوی ادعا کا پتہ چلتا ہے۔

اللہ اکبر! جس بات پر صحابہ و تابعین اور امت کے اکثر اہل علم کا اتفاق ہے غیر مقلدین اسکے منکر ہیں، اسلئے کہ انکو اس مسئلہ کی ایک حدیث میں کچھ کمزوری نظر آگئی اور کمزوری کا یہ بہانہ حدیث کے رد کر دینے کے لئے کافی ہوگیا، گویا ساری امت کی نگاہ سے یہ کمزوری اوجھل رہی ہے، نہ صحابہ و تابعین کو اس حدیث کی کمزوری کا پتہ چلا اور نہ ائمہ فقہ و حدیث کو، اس کا انکشاف ہوا تو صرف غیر مقلدوں کو، اسلئے کہ حدیث کی پرکھ تو صرف آج کے انھیں مدعیان عمل بالحدیث کو ہے۔

اب میں کہتا ہوں کہ اس طرح کی کمزوری کسی حدیث میں ایک نہیں دس بھی ہو تو اگر امت نے اس حدیث کو قبول کیا ہے اور صحابہ و تابعین کا اس پر عمل رہا ہے تو وہ حدیث مقبول ہی قرار پائے گی اسلئے کہ اس حدیث پر امت کا اجتماعی عمل یا امت کی اکثریت کا عمل یہ خود سب سے بڑی دلیل ہے کہ حدیث کی سند اگرچہ کمزور ہے مگر اس کا مضمون درست ہے۔

اور محدثین کا یہ بھی اصول ہے کہ:

اذا اجتمعت احادیث ضعیفة فهو یدل علی ان له اصلا

(تحفہ ج ۱۴ ص ۳۹)

یعنی اگر کئی حدیثیں (ایک ہی مضمون کی) ضعیف ہوں تو اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی کوئی نہ کوئی اصل ہے۔

یہاں اس حدیث (یعنی عمران بن حصین والی حدیث) کی مؤید کئی ضعیف نہیں صحیح احادیث موجود ہیں، اور اس پر صحابہ و تابعین کا تعامل مستزاد۔ اسلئے غیر مقلدین کی کسی طرح کی بہانہ بازی یہاں کام نہیں دے سکتی

چو بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطاست
سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجاست

(۱۴) مسئلہ۔

غیر مقلدوں کے یہاں جمعہ کے لیئے نہ امام کی شرط ہے، نہ شہر کی نہ مسجد جامع کی نہ کسی متعین عدد کی بلکہ جمعہ ہر جگہ اور ہر حال میں جائز ہے۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں:

در اشتراط امام و مصر جامع و مسجد جامع و حمام و حضور چہار کس یا زیادہ تا چہل و جز آں کہ اہل فروع بذکرش پرداختہ اند حدیث خرافہ بیش نیست

(عرف صـ ۴۱)

یعنی اہل فقہ نے جمعہ کیلئے امام اور شہر اور مسجد جامع اور حمام اور چار شخص سے چالیس افراد تک کی جمعہ کی صحت کیلئے جو شرط لگائی ہے وہ سب بکواس سے زیادہ نہیں ہے۔

لیکن جن کی نگاہ کتاب وسنت پر ہے ان کے نزدیک حق بات یہ ہے کہ یہ خود غیر مقلدوں کی بکواس ہے۔ اور جمعہ کے صحیح ہونے کے لیئے صحابہ تابعین ائمہ کتاب وسنت میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو صحت جمعہ کے لیئے مذکورہ شرطوں میں سے کسی نہ کسی شرط کا قائل نہ ہو۔ غیر مقلدوں کی یہ عمومی عادت ہے کہ وہ سلف اور اکابر امت کے بارے میں بدزبانی کرنے میں بڑے بے باک اور جری ہوتے ہیں۔

دیکھئے امام اہلسنت حضرت امام احمد بن حنبل کا مذہب جمعہ کے شرائط کے بارے میں کیا ہے۔ المغنی میں ان کا مذہب یہ مذکور ہے۔

«واذا لم یکن فی القریۃ اربعون رجلا عقلاء لم تجب علیهم الجمعۃ (ج۲ صـ ۳۲۷)

یعنی اگر کسی بستی میں چالیس صاحب عقل آدمی نہ ہوں تو ان پر جمعہ واجب نہیں اور اسی المغنی میں یہ بھی مذکور ہے۔

ان الجمعة تجب بسبعة شرائط، احدها ان تکون فی قریۃ والثانی ان یکونوا اربعین رجلاً (ایضاً)

یعنی جمعہ کے واجب ہونے کے لئے سات شرطیں ہیں، ایک یہ کہ جمعہ بستی میں ہوگا اور دوسرے یہ کہ اس بستی میں جمعہ پڑھنے والے کم از کم چالیس آدمی ہوں۔ اور اسی المغنی میں یہ بھی ہے۔

• وھذا قول اکثر اھل العلم

اور یہی اکثر اہل علم کا مذہب ہے۔

نیز المغنی میں یہ بھی ہے۔

فاما اھل الخیام وبیوت الشعر والحرکات فلا جمعۃ علیھم (ص۲۳۷)

یعنی جنکی آبادیاں خیموں میں ہو اور بال اور اون کا گھر بنا کر رہتے ہوں یا جن کا قیام کسی ایک جگہ نہیں ہوتا ان پر جمعہ واجب نہیں ہے۔

اور یہ جو جمعہ کیلئے چالیس آدمی کی شرط والی بات ہے اس کے بارے میں المغنی ہی میں ہے۔

• وھو مذھب مالک والشافعی

یعنی یہی امام مالک اور امام شافعی کا بھی مذہب ہے۔

اور جمعہ ہی کے سلسلہ میں حافظ ابن عبدالبر کا یہ بیان بھی پڑھ لیجئے جو امام اہل مدینہ حضرت امام مالک کا مسلک بیان کر رہے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

صلوٰۃ الجمعۃ فرض حتم علی کل من فی مصر (الکافی ص۲۴۸ ج۱)

یعنی حضرت امام مالک کے نزدیک جمعہ ہر اس شخص پر واجب ہے جو شہر میں رہتا ہو۔

دیکھئے اس میں صاف یہ قید مذکور ہے کہ جمعہ کی نماز اس پر واجب ہے جو شہر میں رہتا ہو، معلوم ہوا کہ امام مالک کے نزدیک دیہات والوں پر جمعہ

واجب نہیں ہے۔

اور اسی الکافی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بڑی بستی کا حکم جمعہ کے سلسلہ میں شہر کا حکم ہے، یعنی اگر بستی بڑی ہو تو اس بستی والوں پر بھی جمعہ واجب ہوگا اور بڑی بستی امام مالک کے نزدیک وہ قرار پائے گی جس میں بازار جامع مسجد گلیاں اور کم از کم جمعہ کی نماز پڑھنے والے بیس آدمی ہوں۔

وتجب الجمعة ایضا علی اهل القریٰ اذا کانت القریة کبیرة فلها سوق وجامع وازقة وعدد تقام به الجمعة عشرون۔

(ص ۲۱۹/۱۳۰)

یعنی جمعہ دیہات والوں پر بھی واجب ہوگا بشرطیکہ وہ دیہات بڑا ہو جس میں بازار ہو، جامع مسجد ہو، گلیاں ہوں، اور جمعہ پڑھنے والے کم از کم بیس ہوں۔

اور مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما بھی جمعہ کی صحت کے لئے مصر اور جامع مسجد کی شرط لگاتے تھے۔

بلکہ اگر کسی کو اللہ نے قرآن فہمی کی نعمت عطا کی ہو تو وہ خود قرآن کے بیان سے سمجھ لیگا کہ جمعہ دیہات والوں پر فرض نہیں ہے۔ جمعہ کے سلسلہ میں قرآن کا ارشاد ہے۔

یا ایها الذین اٰمنوا اذا نودی للصلوٰة من یوم الجمعة فاسعوا الی ذکر الله وذروا البیع ذٰلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون فاذا قضیت الصلوٰة فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل الله۔

(ترجمہ) اے ایمان والو جب اذان ہو نماز کی جمعہ کے دن تو دوڑو اللہ کی یاد کو اور چھوڑ دو خرید و فروخت، یہ بہتر ہے تمہارے حق میں اگر تم کو سمجھ ہے۔ پھر جب تمام ہو چکے نماز تو پھیل پڑو زمین میں اور ڈھونڈھو فضل اللہ کا۔

اس آیت کریمہ میں ایک عام آدمی بھی (اگر وہ ذرا بھی صاحب ذوق اور صاحب فہم ہے) اگر غور کرے گا تو اسے یہ معلوم کرنے میں ذرا بھی دقت نہ ہوگی کہ جمعہ چھوڑ دو

خرید و فروخت ، کہا جا رہا ہے یا یہ کہ جمعہ کی نماز کے ختم ہونے کے بعد زمین میں پھیل کر پھر جو روزی تلاش کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے تو خرید و فروخت اور روزی کے تلاش کرنے کا بطور خاص ذکر یہ واضح اشارہ ہے کہ جمعہ ان جگہوں میں ہوتا ہے جہاں آدمی روزی تلاش کر سکے اور جو خرید و فروخت کا مرکز ہو، اور ظاہر بات ہے کہ یہ دونوں باتیں شہر کو حاصل ہیں نہ کہ دیہات کو۔

غرض خود اللہ تعالیٰ نے وجوب جمعہ کے لئے شہر ہونے کا واضح اشارہ فرما دیا ہے ——— اب ناظرین غور فرمائیں کہ غیر مقلدوں کی یہ کتنی بڑی جسارت ہے کہ وہ خود تو کتاب اللہ، جمہور امت اور صحابہ کرام کی مخالفت کریں گے اور شاذ رائے اور مذہب اختیار کریں گے اور دوسری طرف جو مذہب صحابہ کرام اور جمہور امت کا ہوگا حتی کہ جس کی طرف قرآن کا خود واضح اشارہ موجود ہوگا اسکو کو اس بتلائیں گے اس سے بڑھ کر لادینی اور بد مذہبی کی بات اور کیا ہو سکتی ہے۔

ان غیر مقلدوں سے کوئی پوچھے کہ تمہاری دشمنی امام اعظم امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ سے تو اظہر من الشمس ہے، اور تم ان کے بارے میں جو کچھ کہتے رہو ہم تمہاری ان دشنام طرازیوں کے عادی بھی ہو چکے ہیں مگر کیا تمہاری بے شرمی اور بے حیائی اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ نہ صرف امام اہل سنت حضرت امام احمد بن حنبل اور فخر اہل مدینہ حضرت امام مالک اور عزت فقہاء و محدثین حضرت امام شافعی بلکہ صحابہ کرام میں سے حضرت علی اور حضرت عبد اللہ بن مسعود کے بارے میں بھی اتنے بے لگام ہو چکے ہو کہ ان کا جو مذہب اور جو قول ہے اس کو تم بکواس سے تعبیر کرتے ہو اور اس کو حدیث خرافہ قرار دیتے ہو۔ کاش تمہاری نگاہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے اس فرمان پر ہوتی۔

فلا ینبغی للناس ان یعدلوا عن طریق السلف فانہ افضل و اکمل

(فتاوی ج ۲ ص ۳۲۳)

یعنی لوگوں کیلئے یہ مناسب نہیں کہ وہ سلف کے طریقہ سے پھر جائیں اسلئے کہ

طریقہ انہیں کا افضل اور اکمل ہے۔

حضرت امام ابو حنیفہ کو تو غیر مقلدین اپنا سلف کیوں بنائیں گے مگر اب معلوم نہیں کہ انکے نزدیک حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام اہلسنت احمد بن حنبل اور صحابہ کرام میں سے حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت علی بھی سلف میں سے ہیں یا نہیں۔؟

کسی سے اختلاف تو کیا جا سکتا ہے، مگر سلف کے بارے میں بدزبانی ناقابل برداشت ہے۔ اور اس بدزبانی کا نتیجہ یہ ہے کہ غیر مقلدین علم و کمال میں کتنے بھی آگے ہو جائیں ان کا چہرہ بے نور رہتا ہے، علم کی پاکیزگی اور تقویٰ اور ورع کا کوئی اثر ان کے چہروں پر ظاہر نہیں ہوتا ہے، یہ خدا کی ایک ایسی پھٹکار ہے جس سے وہ قیامت تک چھوٹنے والے نہیں ہیں۔

بہرحال ناظرین ازراہِ انصاف غور فرمائیں کہ سلف کا متبع کون ہے؟ غیر مقلدین جو جمعہ کے فرض ہونے کے لئے کسی بھی شرط کے قائل نہیں ہیں۔ یا وہ جو وجوب جمعہ کو کچھ شرائط کے ساتھ واجب ہونے کے قائل ہیں۔

(۱۷) مسئلہ :

غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ شیعوں نے جو اذان میں حی علی الصلوٰۃ کی جگہ حی علی خیر العمل کو اپنا شعار بنا لیا ہے، اس پر انکار نہیں کرنا چاہیئے۔ اور چونکہ یہ کلمہ بھی مرفوع اور صحیح حدیث سے ثابت ہے اسلئے اسکو تسلیم کر لینا چاہیئے۔

خانصاحب لکھتے ہیں :

" وشیعہ در اثبات حی علی خیر العمل جد بسیار دارند تا آنکہ ایں تثویب را از اعظم شعارات گردانیدند و نافی آں اجتہاد در تبدیع آں دار دواز اشد حوا ثات می انگارد ، و با آنکہ در اینجا امر ہیّن و خطب یسیر ست چہ مسئلہ اجتہادی و ظنی ست بر ہیچ از منکر و مثبت نکیر نیست، و انصاف آنست کہ از وجہ صحیح مرفوع ثابت شدہ واجب القبول باشد "

(عرف ص۲۴)

یعنی شیعہ حی علی خیر العمل کے ثابت کرنے میں پورا زور صرف کرتے ہیں حتیٰ کہ وہ اسکو اپنے مذہب کا شعار عظیم سمجھتے ہیں، اور اس کا جو منکر ہے (یعنی اہلسنت والجماعت) وہ اسکو بدعت قرار دینے میں کوشاں رہتا ہے، اور اسکو سخت قسم کی بدعت قرار دیتا ہے۔

لیکن چونکہ یہ مسئلہ اس اعتبار سے بہت معمولی ہے کہ یہ اجتہادی اور ظنی ہے اسلئے اس کا جو انکار کرے اس پر بھی کوئی نکیر نہیں اور اس کا جو اثبات کرے اس پر بھی کوئی اعتراض نہیں۔

اور انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ جو چیز بھی صحیح طور پر اور مرفوع طریق سے ثابت ہو اسکا قبول کرنا واجب ہوتا ہے۔

خانصاحب بھوپالی کی یہ عبارت بڑی پر فریب ہے، ایک طرف تو وہ اس مسئلہ کو

اجتہادی قرار دے رہے ہیں، اور دوسری طرف یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ جو مسئلہ صحیح اور مرفوع حدیث سے ثابت ہو وہ واجب القبول ہوتا ہے۔ آخر خانصاحب کہنا کیا چاہتے ہیں؟ کیا شیعوں کا یہ مسئلہ اور یہ شعار کسی صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ اس کو قبول کرنا واجب ہے اور اس پر انکار کرنا حرام؟ ذرا خانصاحب کھلیں اور صاف صاف جو دل میں ہے وہ کہیں، اہل دیانت اہل تقویٰ اہل علم چوری چھپے بات نہیں کرتے ہیں اور فریب دینے کو حرام سمجھتے ہیں۔

ابھی اس طویل عبارت کے لکھنے پر خانصاحب کو اطمینان نہیں ہوا اسلئے اب وہ اپنی بات عربی میں سمجھاتے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں:

ومن انصف عن نفسه وقف عند هذا بلا تطويل ولا تهويل ولا تشنيع ولا تبشيع۔

یعنی جو انصاف کو کام میں لائے گا وہ اسی حد پر رہے گا نہ وہ لمبی چوڑی بات کرے گا اور نہ وہ اس مسئلہ کو بہت اچھال کر بیان کرے گا اور نہ وہ کسی پر لعن طعن کرے گا اور نہ وہ اسکو برے انداز میں لوگوں کے سامنے پیش کریگا۔

جو لوگ نہیں جانتے ہیں وہ بیچارے کیا جانیں مگر جو لوگ جانتے ہیں وہ خوب سمجھ رہے ہیں کہ خانصاحب نے اپنی عربی کی اس مختصر سی عبارت میں کیا کہہ ڈالا ہے۔ اور کیسا زہر سمویا ہے، اور ائمہ عظام محدثین کرام فقہائے امت اور علمائے اہلسنت والجماعت کو کن کن الزاموں سے متہم کیا ہے۔

معلوم ہے کہ شیعوں کے اس شعار کی مخالفت کرنے والے محدثین، فقہاء اور تمام اہلسنت والجماعت کے علماء از سلف تا خلف ہیں، اب گویا خانصاحب کا ان تمام محدثین فقہاء، علماء پر یہ الزام ہے کہ انھوں نے شیعوں کے اس شعار یعنی اذان میں، حی علی خیر العمل کا انکار کرکے انصاف کا جنازہ نکال دیا ہے۔ جو بات بہت معمولی تھی اس کو بہت بڑھا چڑھا کر اور بڑی لمبی چوڑی کرکے پیش کیا ہے۔

انھوں نے اس مسئلہ کو خواہ مخواہ اچھالا اور "مہولہ" بنادیا ہے اور انھوں نے بلا وجہ شیعوں پر لعن طعن کیا ہے حتیٰ کہ انھوں نے "اس شعار کی برائی بیان کرنے میں حد سے تجاوز کیا ہے۔

یہ ہیں وہ گندے الزامات جو خاں صاحب بھوپالی نے جن کو غیر مقلدوں کی صف میں مجددیت کا مقام حاصل ہے تمام اہلسنت کے علماء وائمہ ومحدثین وفقہاء پر محض شیعوں سے تعلق اور ہمدردی کی بناء پر لگایا ہے۔

خیر یہ تو خاں صاحب کا عمل تھا، اب آئیے دیکھئے امام ابن تیمیہ حمۃ اللہ علیہ کا اس شعار روافض کے بارے میں کیا فرمان ہے۔

امام ابن تیمیہ رافضیوں کے اس الزام کا کہ حضرت عثمان نے اپنی طرف سے جمعہ کی اذان اول کو اسلام میں داخل کر دیا اور تمام سنیوں نے اس کو قبول کرلیا ہے۔ جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں :

ثم من العجب ان الرافضة تنكر شيئا فعله عثمان بمشهد من الانصار والمهاجرين ولم ينكروا عليه وتبعه المسلمون كلهم عليه فی اذان الجمعة وهم قد زادوا فی الاذان شعارا لم يكن يعرف على عهد النبی صلی الله عليه وسلم ولا نقل احد ان النبی صلی الله عليه وسلم امر بذلك فی الاذان وهو قولهم حی على خير العمل۔ (منہاج السنۃ ج۳ ص۲۰۵)

پھر تعجب کہ روافض ایک ایسی بات کا انکار کرتے ہیں جس کو حضرت عثمان نے انصار ومہاجرین کی موجودگی میں کیا اور اذان میں اس پر تمام مسلمانوں کا عمل رہا (۱)، اور خود ان روافض نے "اذان میں ایک ایسے شعار کا اضافہ کیا ہے۔

---

(۱) لیکن غیر مقلدین بھی شیعوں کی طرح اس اذان کا انکار کرتے ہیں، حالانکہ اس پر بقول ابن تیمیہ

جس کا وجود نہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تھا اور نہ کسی نے یہ نقل کیا ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم فرمایا تھا، اور یہ شعار۔ روافض کا اذان میں حی علی خیر العمل۔ کہنا ہے۔

نیز ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

ونحن نعلم بالاضطرار ان الاذان الذی کان یؤذن به بلال وابن ام مکتوم فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالمدینة وابو محذورة بمکة وسعد القرظ فی قبا لم یکن فیه هذا الشعار الرافضی، ولو کان فیه لنقله المسلمون ولم یهملوه۔ (ایضا)

یعنی ہم قطعی طور پر یہ جانتے ہیں کہ حضرت بلال اور حضرت ابن ام مکتوم جو اذان مسجد رسول صلے اللہ علیہ وسلم میں مدینہ طیبہ میں دیتے تھے اور جو اذان حضرت ابو محذورہ مکہ مکرمہ میں دیتے اور جو اذان حضرت سعد قرظ قبا میں دیتے تھے اس اذان میں رافضیوں کے اس شعار کا وجود نہیں تھا، اگر اس کا وجود ہوتا تو مسلمان اسکو ضرور نقل کرتے اور اسکو نظر انداز نہ کرتے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ جس رافضی شعار کی اس شدت کے ساتھ مخالفت اور اسکی نفی کر رہے ہیں غیر مقلدین محض رافضیوں سے اپنا تعلق خاطر جتانے کیلئے اس رافضی شعار کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ صحیح اور مرفوع حدیث سے ثابت ہے اگرچہ کہنے کا انداز

صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں

کا سا ہے۔

تمام صحابہ مہاجرین انصار اور بعد کے سارے مسلمانوں کا عمل قرن اول سے آج تک رہا ہے۔ اور کسی مسلمان نے بھی اس اذان کا انکار نہیں کیا۔

میں نے اپنی عربی کتاب وقفة مع اللامذهبية میں کچھ تفصیل سے یہ
بتلایا ہے کہ غیر مقلدین بہت سے مسائل اور اعتقادات میں شیعوں کے
ساتھ موافقت رکھتے ہیں۔ اہل علم اس کتاب کا مطالعہ کریں۔

(۱۸) مسئلہ:

غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ وضوء میں ڈاڑھی کا خلال کرنا درست نہیں ہے، اور اس سلسلہ کی جتنی بھی حدیثیں ہیں وہ سب ناقابل استدلال اور کمزور ہیں۔ نواب صاحب بھوپالی لکھتے ہیں:

واحادیث نقل تخلیل لحیہ خالی از مقال نیست (عرف ص ۱۳)

یعنی ڈاڑھی میں خلال کرنے سے متعلق جو احادیث ہیں وہ کلام سے خالی نہیں ہیں، (یعنی یہ حدیثیں اس لائق نہیں ہیں کہ ان سے وضوء میں ڈاڑھی کا خلال مسنون ہونے پر استدلال کیا جا سکے۔

ایک طرف غیر مقلدوں کا زعم یہ ہے کہ وہ حدیث کے خلاف کوئی بات ملتے نہیں ہیں اور ان کا کوئی عمل خلاف حدیث نہیں ہوتا، اور دوسری طرف احادیث رسول کے سلسلہ میں انکی جرأت کا یہ عالم ہے کہ وہ اپنی رائے اور اپنی طبیعت سے جس حدیث کو چاہتے ہیں رد کر دیتے ہیں۔

وضوء میں ڈاڑھی کے خلال کے سلسلہ کی یہ حدیث جامع ترمذی میں ہے۔

عن حسان بن بلال، قال رأیت عمار بن یاسر توضأ فخلل لحیته فقیل له او قال فقلت له اتخلل لحیتك قال وما یمنعنی وقد رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم یخلل لحیته۔

یعنی حسان بن بلال فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ عمار بن یاسر نے وضو کیا تو ڈاڑھی میں خلال بھی کیا، تو ان سے پوچھا گیا، یا انھوں نے یوں کہا کہ میں نے خود ان سے پوچھا کہ کیا آپ ڈاڑھی میں خلال بھی کرتے ہیں۔ تو انھوں نے فرمایا۔ مجھے ڈاڑھی میں خلال کرنے سے کونسی چیز مانع بنے گی جب کہ میں نے خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ اپنی ڈاڑھی میں خلال کرتے تھے۔

نیز حضرت عثمان غنی سے روایت ہے۔

عن عثمان بن عفان ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یخلل لحیتہ۔ (رواہ الترمذی)

یعنی حضرت عثمان غنی سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم اپنی ڈاڑھی میں خلال کرلیتے تھے۔

امام ترمذی اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ,, ھذا حدیث حسن صحیح ،، یعنی یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اوران احادیث کو ذکر کرکے امام ترمذی فرماتے ہیں:

وقال بھذا اکثر اھل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومن بعدھم۔

یعنی صحابہ کرام اور بعد کے لوگوں میں سے بیشتر اہل علم کا یہی مذہب ہے، وضو اور غسل میں ڈاڑھی میں خلال کرنا فرض ہے، واجب ہے یا سنت اس میں تو علماء اہل سنت کے درمیان اختلاف ہے مگر ان سب کے درمیان قدر مشترک یہ ہے کہ ڈاڑھی میں خلال کرنا سب کے نزدیک کم از کم مسنون اور مشروع ہے۔

اور یہی وجہ ہے کہ ابن عربی فرماتے ہیں:

والحدیث یدل علی مشروعیۃ تخلیل اللحیۃ فی الوضوء (تحفہ ص ۳۴ ج ۱)

یعنی اس حدیث میں اسکی دلیل ہے کہ وضو میں ڈاڑھی میں خلال کرنا مشروع ہے۔

غیر مقلدوں کے تعلق بالحدیث کا اندازہ اس سے لگتا ہے کہ جس حدیث کو محدثین صحیح قرار دے رہے ہیں اور جس کی بنیاد پر عامہ اہل سنت والجماعت کا مسلک یہ ہے کہ ڈاڑھی میں خلال کرنا وضو اور غسل میں مشروع ہے وہ حدیث غیر مقلد فرقہ کے نزدیک ناقابل احتجاج وناقابل عمل ہے۔

غیر مقلدوں میں اور منکرین حدیث میں کتنا فاصلہ رہ جاتا ہے اس کا فیصلہ

ناظرین خود کر لیں۔

کاش غیر مقلدین اس حقیقت کو اب بھی سمجھ لیں کہ اہلسنت، اہلحدیث سلفی وغیرہ القاب پر قبضہ کر لینا اور اپنی چہار دیواری میں خوش ہو لینا اور بات ہے اور اپنے غیر مقلدانہ مسائل کو لے کر کتاب و سنت پر عمل کرنا اور بات ہے۔

مسئلہ

غیر مقلدوں کا مذہب یہ ہے کہ یتیم کے مال میں زکوٰۃ نہیں ہے۔
نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں۔

وحدیث امر با تجار در مال یتامی تا نخورد زکوٰتش تجور و بحجت نمی ارزد و ہم چنیں در آثار مرویہ از صحابہ حجت نیست۔ (عرف الجادی ص ۹۰)

یعنی وہ حدیث جس میں یتیموں کے مال میں تجارت کرنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ اسکو زکوٰۃ نہ کھائے (جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یتیموں کے مال میں زکوٰۃ ہے) قابل حجت نہیں ہے، اور اسی طرح اس سلسلہ میں جو آثار صحابہ سے مروی ہیں وہ بھی قابل استدلال نہیں ہیں۔

لیکن غیر مقلدوں کا یہ مذہب شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے مذہب کے خلاف ہے۔
ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

وتجب الزکوٰۃ فی مال الیتامیٰ عند مالک واللیث والشافعی واحمد وابی ثور وهو مروی عن عمر وعائشۃ وعلی وابن عمر وجابر رضی اللہ عنہم۔
قال عمر: اتجروا فی مال الیتامیٰ لا تاکلها الزکوٰۃ وقالت عائشۃ ایضا وروی ذلک عن الحسن بن علی وهو قول عطا وجابر بن زید ومجاهد وابن سیرین۔ (فتاوی ص ۱۸۱/۳۰ ج ۲۵)

یعنی یتیموں کے مال میں زکوٰۃ واجب ہوگی یہی مذہب امام مالک امام لیث امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا ہے اور یہی مذہب ابو ثور کا بھی ہے، اور یہی مذہب حضرت عمر حضرت عائشہ حضرت علی حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم کا بھی ہے۔

حضرت عمر فرماتے تھے کہ یتیموں کے مال میں تجارت کیا کرو تاکہ اسکو زکوٰۃ نہ کھا جائے

اور یہی بات حضرت عائشہ بھی فرماتی تھیں، اور اسی قسم کی بات حسن بن علی سے بھی مروی ہے اور یہی مذہب حضرت عطاء جابر بن زید اور ابن سیرین کا بھی ہے۔

یہ غیر مقلدین اپنے کو سلفی کہتے ہیں (اگر چہ انکے آباء و اجداد میں سلفی نام کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا) یہ صحابہ و تابعین کی جماعت اور یہ ائمہ ثلاثہ، امام مالک امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور انکے علاوہ تمام وہ لوگ جن کا نام ابن تیمیہ یہاں لے رہے ہیں معلوم نہیں ان غیر مقلدوں کے نزدیک ان کا شمار سلف میں ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تب تو خیر کوئی بات نہیں، اور اگر ہے تو پھر یہ غیر مقلدین کیسے سلفی ہیں جو سلف کی اتباع سے بیزار ہیں۔

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مذہب ہے کہ یتیموں کے مال میں زکوۃ نہیں ہے، لیکن غیر مقلدین کو حضرت امام ابو حنیفہ سے جو بیر اور دشمنی ہے وہ کھلی حقیقت ہے اسلئے ان کی اتباع اور ان کی تقلید میں تو ان کا مذہب ہوگا نہیں، اس سلسلہ میں خود ان کے پاس کوئی مضبوط دلیل ہوگی، یہ دلیل غیر مقلدوں کو پیش کرنی چاہیے۔

غیر مقلدوں کی جرأت قابل داد ہے کہ وہ بلا تکلف صحیح حدیث کو رد کردیتے ہیں اور کہدیں گے کہ وہ قابل حجت نہیں، اگر حدیث صحیح ہے تو پھر قابل حجت اور قابل قبول کیوں نہیں؟

حضرت امام ترمذی اسی مسئلہ کے سلسلہ میں فرماتے ہیں

باب ما جاء فی زکوۃ مال الیتیم۔

یعنی یہ باب اسی سلسلہ کا ہے کہ یتیم کے مال میں زکوۃ ہے۔

عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده ان النبی صلی الله علیه وسلم خطب الناس فقال: الا من ولی یتیما له مال فلیتجر فیه ولا یترکه حتی تاکله الصدقة

یعنی عمرو بن شعیب اپنے دادا سے بواسطہ اپنے باپ روایت کرتے ہیں۔ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ خطبہ دیا جس میں آپ نے فرمایا آگاہ رہو جو شخص

یتیم کی سرپرستی کرتا ہے، اور اس یتیم کے پاس مال بھی ہے، تو اس سرپرست کو یتیم کے مال میں تجارت کرنی چاہیے اور وہ اس کا مال یوں ہی چھوڑے نہ رکھے کہ اس کا مال زکوٰۃ سے ختم ہو جائے۔

اس واضح اور صریح ارشاد نبوی کے ہوتے ہوئے چونکہ سنداً اس حدیث میں کسی طرح کا غیر مقلدوں کو کلام بھی نہیں ہے، کسی مدعی حدیث کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ رسول اللہ کے اس ارشاد سے منہ موڑ لے، اور اس کے حکم عملی کی زد سے کھسک جائے۔

اور لطف یہ ہے کہ مشہور غیر مقلد عالم مولانا عبدالرحمن مبارکپوری نے بغیر یہ جانے ہوئے کہ مجدد غیر مقلدیت نواب صاحب بھوپالی غیر مقلدوں کا مذہب اپنی کتاب میں کیا لکھ چکے ہیں احناف کے رد کے جوش میں اتنا بڑا اور غیر عالمانہ دعویٰ کر ڈالا۔

قلت لم یثبت عن احد من الصحابۃ رضی اللہ عنہم بسند صحیح عدم القول بوجوب الزکوۃ فی مال الصبی۔ (تحفہ ج ۲ ص ۱۵)

یعنی میں کہتا ہوں کہ کسی بھی صحابی سے صحیح سند سے یہ ثابت نہیں ہے کہ بچے کے مال میں زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

اب معلوم نہیں خاں صاحب بھوپالی کو مولانا مبارکپوری نے جو انکشاف کیا ہے اسکی اطلاع تھی یا نہیں۔

اب دیکھئے جو ہم کو سیدھی سڑک سے جنت الفردوس پہونچانے کا ٹھیکہ لئے ہوئے ہیں ہمیں کتنی مشکل میں ڈال رہے ہیں۔

ان کا ایک مجدد کہتا ہے کہ اس بارے میں کوئی قابل حجت حدیث و مستحکم دلیل نہیں ہے کہ یتیموں کے مال میں زکوٰۃ واجب ہے۔ جس کا حاصل یہ نکلا کہ نہ واجب ہونے کے سلسلہ میں ان کے پاس کوئی قابل حجت حدیث و مستحکم دلیل ہے۔

اور ان کا ایک محدث یہ کہتا ہے کہ یتیموں کے مال میں زکوٰۃ واجب نہ ہونے کے سلسلہ میں کوئی قابل حجت حدیث و مستحکم دلیل نہیں ہے، جس کا حاصل یہ نکلا کہ:

واجب ہونے کے سلسلہ میں کوئی قابلِ حجت حدیث و مستحکم دلیل ہے۔

دیکھا آپ نے غیر مقلدوں کے مجدد و محدث کی یہ ترانی، اور وہ بھی ایک ہی مسئلہ میں اب سیدھی سڑک کا سراغ کیسے لگے جس سے آدمی جنت الفردوس میں جائے یہاں آدمی چکرا کر رہ جائے گا تو اور کیا کرے گا۔

بہرحال مولانا مبارکپوری خاں صاحب کے مقابلہ میں بہت معمولی حیثیت کے عالم ہیں غیر مقلدوں میں نواب صاحب بھوپالی اور میاں صاحب دہلوی کا جو درجہ ہے، مولانا مبارکپوری کو اس سے کوئی نسبت نہیں، اسلئے جو نواب صاحب بھوپالی فرمائیں گے مذہب وہی ہوگا۔

ابھی میں نے اوپر عرض کیا ہے کہ احناف کا بھی یہی مذہب ہے کہ یتیموں کے مال میں زکوٰۃ نہیں ہے، اس سلسلہ میں ان کے جو دلائل ہیں وہ کتب حدیث و فق میں تفصیل سے مذکور ہیں، ہمیں نہ یہاں امام ابوحنیفہ کے مسلک کو ذکر کرنا ہے اور اس کی تائید یا تردید کرنی ہے، ہمیں تو صرف غیر مقلدوں کی اس غیر اسلامی ،، غیر ایمانی روش کو دکھلانا ہے جو انھوں نے احادیث رسول کے بارے میں اختی کر رکھی ہے، کہ وہ بلا محابا احادیث رسول اور آثار صحابہ کے بارے میں اس قسم کے الفاظ بولتے اور لکھتے ہیں۔

"و آثار مرویہ از صحابہ حجت نیست۔"

یعنی صحابہ سے جو آثار مروی ہیں ان میں حجت نہیں ہے۔

اور صحیح حدیث کے بارے میں یہ کہنا کہ "بکجت نمی ارزد"، یہ بڑی دیدہ دلیر اور انتہائی بے باکانہ حرکت ہے کسی احناف کے بارے میں کوئی نہیں کہہ سکتا کہ انھو کے آثار اور احادیث صحیحہ کے بارے میں یہ اعلان کیا ہو کہ وہ قابل استدلال نہیں صحیح آثار اور صحیح احادیث کے سلسلہ میں اس طرح کی یاوہ گوئی صرف غیر مقلد زبان ہے۔

"اور رہیں گے پھر بھی اہلحدیث۔"

(۲) مسئلہ:-

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ اگر کسی نے امام کو حالتِ رکوع میں پایا تو اسکی یہ رکعت شمار نہ ہوگی، اسلئے کہ اس سے سورۂ فاتحہ چھوٹ گئی ہے۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں:

وحق آنست کہ رکعتی کہ دراں فاتحہ پس امام خواندہ نشدہ در شمار اعتداد نیست زیرا کہ قرأت فاتحہ در ہر رکعت نماز فرض عین ست۔ (ص ۳۵ عرف)

یعنی حق یہ ہے کہ جس رکعت میں امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ نہ پڑھی گئی ہو (مثلاً کسی نے امام کو حالتِ رکوع میں پایا تو اس سے سورۂ فاتحہ چھوٹ گئی) وہ رکعت قابلِ شمار نہیں اس وجہ سے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے۔

غیر مقلدوں کا یہ مذہب جمہور امت اور سلف اور بہت سی احادیث کے خلاف ہے۔ ابوداؤد کی روایت ہے۔

"من ادرك الركوع فقد ادرك الركعة"

یعنی جس نے رکوع پالیا اس نے پوری رکعت پالی

اور حضرت ابوہریرہ کی روایت کے یہ الفاظ ہیں:

قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من ادرك الركعة من الصلوٰة فقد ادرك الصلوٰة۔

یعنی حضرت ابوہریرہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرمارہے تھے کہ جس نے نماز کا رکوع پالیا اس نے پوری نماز پالی۔

اس روایت میں (الرکعۃ) کا لفظ ہے لیکن یہاں اس سے مراد رکوع ہے نہ کہ نماز کی ایک پوری رکعت اسکی پوری بحث کے لئے اعلاء السنن ملاحظہ کرلیجائے

اور حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں:

من فاتہ الرکوع فلا یعتد بالسجدۃ (ایضا)

یعنی جس سے رکوع فوت ہو جائے اس کا سجدہ شمار نہیں ہوگا، یعنی سجدہ کے پانے سے یہ رکعت شمار نہ ہوگی معلوم ہوا کہ اگر رکوع کسی نے پا لیا تو اس کی یہ رکعت شمار ہو گی۔

اور اسی مصنف عبد الرزاق میں ہے۔

عن علی وابن مسعود قالا من لم یدرک الرکعۃ الاولی فلا یعتد بالسجدۃ۔

یعنی حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان دونوں کا مذہب تھا کہ جس نے رکوع نہیں پایا تو محض سجدہ سے اسکی رکعت شمار نہ ہوگی۔

اور زید بن وہب کی یہ روایت بھی مصنف عبد الرزاق ہی میں ہے۔

عن زید بن وھب قال دخلت انا وابن مسعود المسجد والامام راکع فرکعنا ...... فلما فرغ الامام قمت فاصلی فقال قد ادرکتہ۔

(ج ۲ ص ۲۸۳)

یعنی زید بن وہب فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت ابن مسعود مسجد میں آئے تو امام رکوع میں تھا، ہم نے بھی رکوع میں شرکت کی پھر جب امام فارغ ہو گیا تو میں نے کھڑے ہو کر اس رکعت کو پورا کرنا چاہا تو ابن مسعود نے منع کیا اور فرمایا، کہ تم نے امام کو پا لیا، یعنی تمہاری وہ رکعت امام کے ساتھ پوری ہو گئی۔

اور امام اہلسنت والجماعت حضرت امام احمد بن حنبل کا مسلک المغنی میں یہ مذکور ہے۔

من ادرک الامام فی الرکوع فقد ادرک الرکوع۔ (ص ۵۴۲)

یعنی جس نے امام کو حالتِ رکوع میں پالیا تو اس نے پوری رکعت پالی۔
ان تمام روایات و آثارِ صحابہ کا حاصل یہ ہے کہ غیر مقلدوں کا یہ مذہب کہ رکوع میں جو شریک ہوا اس کی یہ رکعت شمار نہ ہوگی غلط ہے، اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سورہ فاتحہ کا پڑھنا مقتدی کیلئے ضروری نہیں، سورہ فاتحہ کی قرأت اصلاً اور حقیقۃً امام کو کرنی ہے، مقتدی کے ذمہ صرف خاموش رہ کر امام کی قرأت کی طرف دھیان لگانا اور سننا ہے، اس سلسلہ کی پوری بحث آپ اسی کتاب میں پڑھیں گے اور وہیں آپ کو معلوم ہوگا کہ غیر مقلدوں کا قرأت خلف الامام کے سلسلہ میں جو مذہب ہے، وہ اجماع امت، سلف کے مذہب اور احادیث صحیحہ اور کتاب اللہ کے خلاف ہے۔ اس بحث کو پڑھیے اور غیر مقلدوں کی دھاندلی اور اس مسئلہ میں ان کی ضد اور ہٹ پر ماتم کیجیے۔

(۲۱) مسئلہ:

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ وتر کی تین رکعت نماز نہیں ہے، بلکہ تین رکعت وتر پڑھنے سے روکا گیا ہے، اور جن روایتوں میں تین رکعت کا ذکر ہے وہ کمزور اور غیر ثابت شدہ ہیں۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں:

وحدیث ایتار به سه رکعت ضعیف بلکہ غیر ثابت بلکہ ازاں نہی آمدہ۔

(عرف ص ۳۳)

یعنی وتر کے سلسلہ میں تین رکعت والی حدیث ضعیف ہے بلکہ وہ غیر ثابت شدہ ہے یہی نہیں بلکہ تین رکعت وتر پڑھنے سے روکا گیا ہے۔

لیکن غیر مقلدوں کا یہ مذہب محض احناف کی ضد میں ہے، اور بہت سی صحیح حدیثوں کے خلاف ہے۔ یہ غیر مقلدین کی جرأت ہی ہے کہ وہ تین رکعت وتر کا اس بے حیائی سے انکار کر رہے ہیں۔

پہلی روایت ترمذی کی ہے:

عن علی قال: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر بثلاث۔

یعنی حضرت علی کا ارشاد ہے کہ آنحضور تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

اس حدیث کو امام ترمذی نے ضعیف نہیں قرار دیا ہے، امام ترمذی فرماتے ہیں کہ تین رکعت وتر کی حدیث حضرت علی کے علاوہ مندرجہ ذیل اصحاب سے بھی مروی ہے۔

(۱) حضرت عمرو بن حصین (۲) حضرت عائشہ (۳) حضرت ابن عباس (۴) حضرت ابو ایوب (۵) حضرت عبد الرحمٰن بن ابزیٰ (۶) اور حضرت ابی بن کعب۔

حضرت عائشہؓ والی حدیث تو بخاری و مسلم کی ہے، اور اس میں ہے کہ آنحضورؐ تہجد کی نماز اس طرح سے پڑھا کرتے تھے۔

یصلی اربعاً فلا تسأل عن حسنهن وطولهن ثم یصلی اربعا فلا تسأل عن حسنهن وطولهن ثم یصلی ثلثاً۔

یعنی آنحضورؐ پہلے چار رکعت پڑھتے تھے اور ایسی پڑھتے تھے کہ تم ان کی خوبی اور طول کے بارے میں مت پوچھو، اور پھر چار رکعت اسی طرح پڑھتے تھے اور پھر تین رکعت وتر پڑھا کرتے تھے۔

اور بخاری و مسلم، ابوداؤد و نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ میں حضرت ابی بن کعب کی یہ روایت مذکور ہے۔

۔ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم وتر کی پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلی پڑھتے اور دوسری رکعت میں قل یاایها الکفرون پڑھتے تھے اور تیسری رکعت میں قل هوالله احد پڑھتے تھے۔ (تحفۃ الاحوذی ج ۱ ص ۳۴۸)

اور خود مولانا نذیر حسین میاں دہلوی محدث کا فتویٰ یہ ہے کہ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم وتر کی نماز تین رکعت ہی پڑھا کرتے تھے۔ (فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۴۴۳)

اور ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے:

الوتر حق علی کل مسلم فمن احب ان یوتر بخمس فلیفعل ومن احب ان یوتر بثلاث فلیفعل ومن احب ان یوتر بواحدة فلیفعل۔

یعنی وتر کی نماز فریضہ واجب ہے ہر مسلمان پر، پس جو پانچ رکعت وتر پڑھنا چاہے پانچ پڑھے، اور جو تین رکعت پڑھنا چاہے تین رکعت پڑھے اور جو وتر کی ایک رکعت پڑھنا چاہے تو وہ ایک رکعت پڑھے۔

اور حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر باربع وثلاث، وست وثلاث

وثمان و ثلاث وعشر وثلاث ۔ (رواہ ابو داؤد)

یعنی رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم چار رکعت کے بعد تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور کبھی چھ رکعت کے بعد تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور کبھی آٹھ رکعت تہجد کے بعد تین رکعت وتر پڑھتے تھے ۔

اور المغنی میں حافظ ابن قدامہ فرماتے ہیں :

وممن روی عنہ انہ اوتر بثلاث عمر ، وعلی وابی ، وانس وابن مسعود ، وابن عباس ، وابو امامۃ وعمر بن عبد العزیز (ص۱۵۰ ج۲)

یعنی جن لوگوں سے تین رکعت وتر کی پڑھنی مروی ہے ، ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں ۔

حضرت عمر ، حضرت علی ، حضرت ابی بن کعب ، حضرت انس ، حضرت ابن مسعود حضرت ابن عباس ، حضرت ابو امامہ اور حضرت عمر بن عبد العزیز ۔

اور حضرت عبد اللہ بن عمر فرماتے تھے ۔

ولا اقل من ثلاث ، (السلسبیل فی معرفۃ الدلیل ص۱۴۸ ج۱)

یعنی تین سے کم وتر نہیں ہے ۔

ان احادیث صحیحہ صحابہ کے ارشادات اور جمہور امت کا وتر کے سلسلہ میں یہ مذہب دیکھئے ، پھر غیر مقلدین کی بے حیائی بھی ملاحظہ فرمائیے کہ انکے نزدیک تین رکعت کی احادیث ضعیف ہیں بلکہ انکی اس جرأت کی داد دیجئے کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ تین رکعت وتر پڑھنے سے منع کیا گیا ہے ۔

احادیث کے بارے میں غیر مقلدوں کا یہ رویہ منکرین حدیث کے مذہب سے کتنا قریب ہے ، اور پھر ان غیر مقلدوں کا اس کا بھی دعویٰ ہے کہ ، اہلحدیث ، وہی ہیں ۔

ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی
اب آبروئے شیوۂ اہل نظر گئی

(۲۲) مسئلہ :-

غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ شہداء کو بلا کفن اور بلا ان پر نماز جنازہ پڑھے دفن کیا جائے گا۔

نواب حیدر آبادی کنز الحقائق میں فرماتے ہیں۔

ولا یکفن ولا یصلی علیہ ویدفن بدمہ۔ (ص۴۳)

یعنی شہداء کو نہ کفن میں لپیٹا جائے گا اور نہ ان پر نماز جنازہ ادا کیجائیگی اور انھیں خون کے ساتھ دفن کر دیا جائے گا۔

مجھے یہاں پر پہلی دو باتوں کے سلسلہ میں کچھ عرض کرنا ہے، غیر مقلدین کا یہ دعویٰ کہ شہداء کو بلا کفن دفنایا جائے گا اگر یہ بات غیر مقلدین کتاب و سنت کی روشنی میں کہہ رہے ہیں تو کسی اور کے بارے میں نہیں صرف سید الشہداء حضرت حمزہ (جن کو آنحضور نے خود اپنے ہاتھ سے دفن کیا تھا) کے بارے میں غیر مقلدین یہ ثابت کردیں کہ انکو بلا کفن دفنایا گیا تھا، اور اگر انکو بلا کفن دفن کیا گیا تھا تو ترمذی میں حضرت انس کی جو حدیث ہے اور جس میں حضرت حمزہ کے بارے میں یہ ہے کہ۔

ثم دعا بنمرۃ فکفنہ فیہا۔

یعنی پھر آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دھاری دار چادر منگوائی اور اسکو آپ نے حضرت حمزہ کا کفن بنایا۔

اور اسی حدیث میں تمام شہداء احد کے بارے میں یہ ہے کہ:

نکثر القتلی وقلت الثیاب فکفن الرجل والرجلان والثلاثۃ فی الثوب الواحد۔

یعنی اس روز مقتولین زیادہ تھے، اور کفن کے کپڑے کم تو ایسا ہوا کہ ایک

آدمی اور دو آدمی اور تین تین آدمی کو ایک ہی کپڑے میں کفنایا جاتا تھا۔

آخر اس کا جواب غیر مقلدین کے پاس کیا ہے۔ شہداء احد اور حضرت حمزہ بلا کفن دفنائے گئے ہوں تو براہِ کرم حدیث سے اس کا ثبوت دیا جائے۔

اور رہا شہداء پر نماز جنازہ نہ پڑھنے کی بات، تو اگر غیر مقلدین کا یہ فرمانا درست ہے کہ شہداء پر نماز جنازہ نہیں ہے، اور "نہیں ہے" ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جائز نہیں ہے تو پھر مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری یہ کیوں کہتے ہیں۔

قلت والظاهر عندی ان الصلوٰة علی الشهید لیست بواجبة فیجوز ان یصلی علیها (هكذا) ویجوز ترکها (ص۱۴۸/۲ تحفہ)

یعنی میں کہتا ہوں کہ قوی بات میرے نزدیک یہ ہے کہ شہید پر نماز جنازہ پڑھنی واجب نہیں ہے پس جائز ہے کہ نماز پڑھی جائے اور یہ بھی جائز ہے کہ نماز نہ پڑھی جائے۔

اور غیر مقلدین کی غیر مقلدیت کا جو مصدر اعلیٰ ہے یعنی شوکان وہاں کے وہی قاضی شوکانی جن سے نواب صدیق حسن خاں پریشانی و تنگی کے موقع پر اور حاجات اور مرادات میں استعانت کرتے تھے اور "قاضی شوکان مدد ے" کا وظیفہ رٹا کرتے تھے، شہداء پر نماز جنازہ کے بارے میں ان کا جو مذہب تھا وہ یہ ہے۔

واختار الشوکانی الصلوٰة علی الشهید (ص۱۴۵/۲ تحفہ)

یعنی شوکانی کا پسندیدہ اور اختیار کردہ مذہب یہ ہے کہ شہید پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

اور امام السنة حضرت احمد بن حنبل کا مذہب یہ ہے کہ۔

الصلوٰة علی الشهید اجود (تحفہ ص۱۴۵/۲)

شہید پر نماز جنازہ پڑھنی نہ پڑھنے سے زیادہ عمدہ بات ہے۔

غیر مقلدین حضرات کا فی الواقع نہ کوئی مذہب اور نہ مسلک، نہ کوئی اصول

اور نہ کوئی قاعدہ، ان کا ہر فرد قرآن و حدیث سے بات کرنے کا دعویٰ کرتا ہے مگر بولی سب کی الگ الگ ہوتی ہے۔

ابھی آپ نے دیکھا کہ غیر مقلدوں کی جماعت کا زبردست محدث اور جلیل القدر عالم مولانا عبد الرحمن مبارکپوری علیہ الرحمہ صاحب تحفۃ الاحوذی کا مذہب یہ ہے کہ شہداء پر نماز جنازہ پڑھنی واجب نہیں ہے، نماز کا پڑھنا بھی جائز اور نہ پڑھنا بھی جائز، اور یہ اسلئے کہ بقول مولانا مبارکپوری

انه لم يرد فى شيء من الاحاديث انه صلى الله عليه وسلم صلى على شهداء بدر ولا انه لم يصل عليهم، وكذلك فى شهداء سائر المشاهد النبوية۔ (تحفہ ج۲ ص۱۴۵)

یعنی کسی حدیث میں یہ نہیں ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے شہدائے بدر پر نماز جنازہ پڑھی ہے، اور یہ بھی نہیں ہے کہ آپ نے ان پر نماز نہیں پڑھی ہے، اور اس طرح کی بات ان تمام غزوات کے شہداء کی بھی ہے جن میں آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے شرکت کی تھی۔

(یعنی نہ انکے بارے میں کسی حدیث میں ہے کہ انکی نماز جنازہ پڑھی گئی اور نہ یہ کہ انکی نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی) اگر محدث مبارکپوری کی یہ بات درست ہے تو پھر انکو ظن، تخمین اور رائے سے یہ بات کہنی مناسب نہیں تھی کہ شہداء پر نماز پڑھی بھی جاسکتی ہے اور نہیں بھی پڑھی جاسکتی ہے، بلکہ ان کا مذہب اس سلسلہ میں توقف یعنی یک خاموشی و ہزار خاموشی کا ہونا چاہئے تھا، تا آنکہ ان پر کتاب و سنت سے جواز یا عدم جواز کی بات معلوم ہو جاتی ـــــ اب میں غیر مقلدین حضرات سے پوچھتا ہوں کہ کیا دین میں اپنی رائے سے کوئی بات کہنی صرف مقلدین ہی کیلئے حرام شرک اور معصیت کبریٰ ہے؟ غیر مقلدین کو کھلی چھوٹ ہے، ان پر نہ کوئی پابندی نہ روک اپنی رائے اور اپنے اجتہاد سے جو چاہیں مسئلہ گڑھ لیں، آخر ظلم کی بھی کوئی حد ہے؟

ستعلم ليلى اى دين تداينت ✻ واى غريم فى التقاضى غريمها

(۴۲) **مسئلہ :**

غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ عورت مرد کے نکاح سے صرف دو صورتوں میں نکل سکتی ہے۔ یا تو مرد بیوی کو طلاق دیدے، یا پھر شوہر کا انتقال ہوجائے یہی دو صورتیں ہیں جن سے بیوی نکاح سے باہر ہوسکتی ہے۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں :

وہم چنیں از ضروریات دینیہ خروج ازاں بطلاق وموت ثابت، پس ازبرائے زعم خروج از نکاح بسببے از اسباب دلیلے صحیح مقتضی انتقال از ثبوت بضرورت دینیہ می باید۔ (عرف ص۱۱۳)

(۱) حاصل اس عبارت کا یہ ہے کہ نکاح سے صرف دو شکل میں عورت باہر ہوسکتی ہے، یا تو شوہر اسکو طلاق دے یا شوہر کا انتقال ہوجائے، ان دو وجہوں کے ماسوئی اگر کسی کا یہ دعویٰ ہے کہ کسی اور وجہ سے بھی بیوی شوہر کے نکاح سے باہر ہوسکتی ہے تو اسکو صحیح دلیل پیش کرنی چاہیے۔

بڑی مشکل یہ ہے کہ مولانا نواب صدیق حسن خان جیسا فاضل آدمی بھی ہمیشہ چیلنج ہی کی زبان میں بات کرتا ہے، سیدھی اور شریفانہ زبان میں بات کرنی تو ان غیر مقلدین کو آتی ہی نہیں، اور یہ محض انکے علمی پندار کی وجہ سے ہے، یہ تقلید سے آزاد ہوکر چونکہ منصب اجتہاد پر فائز ہوچکے ہیں اسلئے انکی زبان سے بڑی بولی نکلنے لگی ہے۔

نواب صاحب نے یہ جو مسئلہ اتنے طنطنے سے بیان کیا ہے حق یہ ہے کہ اسمیں ان سے شدید چوک ہوئی ہے۔ اور مسئلہ ایسا نہیں ہے جیسا کہ خان صاحب کا دعوی ہے

---

(۱) چونکہ نواب صاحب کی عبارت واضح نہیں ہے اس وجہ سے میں نے ترجمہ کے بجائے حاصل مطلب ذکر کردیا ہے۔

کہ عورت نکاح سے صرف انھیں دو وجہ سے باہر ہو سکتی ہے، اور دو وجہوں کا تو ذکر یہاں بات کو بڑھا اور پھیلا دے گا۔ میں کہتا ہوں کہ عورت کو نکاح سے باہر ہونے کی ایک کھلی اور تیسری وجہ شوہر کا ارتداد ہے یعنی اگر شوہر مرتد ہو جائے (خواہ کسی وجہ سے بھی اس کا ارتداد ثابت ہو) تو اسکی عورت اسکے نکاح سے از خود باہر ہو جائیگی خواہ شوہر اس کو طلاق دے یا نہ دے، یا اس کا شوہر مرجائے یا زندہ رہے، شوہر کا ارتداد ہی عورت کو اس کے نکاح سے باہر ہونے کیلئے کافی ہے، اس لئے کہ ارتداد کفر ہے، اور کسی مسلمان عورت کا نکاح کافر کے ساتھ باقی نہیں رہتا، یہ بات اتنی کھلی اور اتنی واضح ہے کہ اس پر دلیل پیش کرنی آفتاب کو چراغ دکھلانا ہے۔

قرآن کا ارشاد ہے:

ومن یرتدد منکم عن دینہ فیمت وھو کافر فاولئک حبطت اعمالھم فی الدنیا والآخرۃ واولئک اصحاب النار ھم فیھا خالدون۔

اور جو کوئی پھرے اپنے دین سے، پھر مرجاوے، حالت کفر ہی میں (یعنی ارتداد کی وجہ سے جو اس کا کفر ثابت ہو چکا ہے) تو ایسوں کے ضائع ہوئے عمل دنیا و آخرت میں (اور انھیں اعمال میں سے ایک نکاح بھی ہے وہ بھی ضائع یعنی باطل ہوا) اور وہ لوگ رہنے والے ہیں دوزخ میں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

حضرت شیخ الہند فرماتے ہیں:

یعنی دین اسلام سے پھر جانا اور اسی حالت پر اخیر تک قائم رہنا ایسی سخت بلا ہے کہ عمر بھر کے نیک کام انکے ضائع ہو جاتے ہیں کہ کسی بھلائی کے مستحق نہیں رہتے دنیا میں نہ انکی جان و مال محفوظ رہے نہ انکا نکاح قائم رہے نہ انکو میراث ملے نہ آخرت میں ثواب ملے:

یہ تمام مسلمانوں کے درمیان اجماعی بات ہے کہ ارتداد سے آدمی کافر ہو جاتا ہے اور کافر سے مسلمان عورت کا نکاح باقی نہیں رہتا، شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے

فتاوی کی جلد ۲ میں اس پر تفصیلی کلام کیا ہے۔
حافظ ابن عبدالبر الکافی میں فرماتے ہیں۔
وتبین عنه امرأته، فی اول ردته، بطلقة واحدة بائنة
فان تاب عنه قبل ورد الیه ماله وامهات اولاده ولم ترجع
الیه امرأته الا بنکاح جدید۔
یعنی ارتداد کی وجہ سے پہلے ہی مرحلہ میں اسکی بیوی اس کے نکاح سے نکل جائیگی
اور اگر اس نے توبہ کر کے اسلام پھر سے قبول کر لیا تو اس کی بیوی اسی وقت اسکے
نکاح میں آئے گی جب وہ نئے سرے سے نکاح کرے۔
اور یہ مذہب صرف مالکیہ یا حافظ ابن عبدالبر کا نہیں ہے، یہ تمام اہل اسلام
کا متفقہ فیصلہ ہے، ہاں اب یہ اور بات ہے کہ غیر مقلدین اپنے شذوذ پسندی کی
وجہ سے اس اجماعی فیصلہ کو قبول نہ کریں، مگر اتنا تو ان کو ماننے بغیر چارہ نہیں
کہ ارتداد کی وجہ سے کفر پیدا ہوتا ہے، تو اب سوال یہ ہے کہ کیا کسی کافر کی زوجیت
میں مسلمان عورت رہ سکے گی، اور وہ اس کے نکاح سے اسی وقت نکلے گی
جب وہ کافر اسکو طلاق دے۔ یا وہ مر جائے؟
براہِ کرم کتاب وسنت کی روشنی میں اس کا جواب دیا جائے۔

(۳۰) مسئلہ

غیر مقلدین کے یہاں ناک میں پانی ڈالنا اور منہ میں پانی ڈال کر کلی کرنا بھی وضو کے فرائض میں سے ہے۔

نواب وحید الزماں حیدر آبادی کنز الحقائق میں لکھتے ہیں:

(فرض الوضوء النية، والمضمضة والاستنشاق الخ ص ۱۱)

یعنی وضو میں مندرجہ ذیل امور بھی فرض ہیں۔

نیت کرنا، کلی کرنا، اور ناک میں پانی ڈالنا۔

غیر مقلدوں کا یہ مذہب قرآن سے صریح معارض ہے، خداوند قدوس نے قرآن میں وضو کے فرائض، صرف چار بتلائے ہیں، آیت وضو یہ ہے۔

یا ایہا الذین امنوا اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق، وامسحوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین۔

یعنی اے ایمان والو جب تم نماز کا ارادہ کرو (اگر تمہارا وضو نہیں ہے تو) اپنا چہرہ دھولو، اور اپنا ہاتھ کہنیوں سمیت دھوؤ، اور اپنے سر کا مسح کرو، اور ٹخنوں تک اپنا پاؤں دھوؤ۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ وضو میں فرض صرف چار چیز ہے، چہرہ کا دھونا کہنیوں سمیت دونوں ہاتھ کا دھونا، سر کا مسح کرنا، اور ٹخنوں سمیت دونوں پاؤں کا دھونا۔

وضو میں مضمضہ اور استنشاق (کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا) کو فرائض وضو میں سے شمار کرنا یہ صرف غیر مقلدوں کا مذہب ہے، جمہور مسلمین اس کے قائل نہیں ہیں، مضمضہ اور استنشاق کو یا تو عام علماء نے وضو میں سنت قرار دیا ہے، یا زیادہ سے زیادہ کسی نے اس سے آگے کی بات

کہی ہے تو اس کو واجب بتلایا ہے، ائمہ اربعہ میں سے کوئی بھی ان دونوں کو وضو میں فرض قرار نہیں دیتا۔

علامہ حافظ ابن عبد البر مالکیہ کا مذہب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا یہ وضو کے آداب اور اسکی سنتوں میں ہے۔

باب سنن الوضوء و آدابہ (یہ باب وضو کے آداب اور اسکی سنتوں کے بیان میں ہے) کے تحت وہ فرماتے ہیں۔

المضمضۃ والاستنشاق

یعنی کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا، یہ وضو کی سنتوں اور آداب میں سے ہے۔

امام احمد بن حنبل کا مسلک اس بارے میں خوب واضح نہیں ہے، ان کا ایک قول یہ ہے: ان المضمضۃ والاستنشاق واجبان فی الکبریٰ مسنونان فی الصغریٰ۔ (المغنی ج۱ ص۱۱۹)

یعنی کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا غسل جنابت میں تو واجب ہے لیکن وضو میں مسنون ہے۔

امام شافعی علیہ الرحمہ کا مسلک یہ ہے کہ یہ دونوں چیزیں نہ غسل جنابت میں واجب ہیں اور نہ وضو میں۔

وقال الشافعی ومالک لا یجبان فی الطہارتین وانما ہما مسنونان فیہما۔ (المغنی ج۱ ص ۱۱۹)

یعنی امام شافعی اور امام مالک کا قول یہ ہے کہ کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا نہ غسل جنابت میں واجب ہے اور نہ وضو میں، بلکہ یہ دونوں جگہوں میں مسنون ہیں۔

اور امام ابو حنیفہ اور ان کے متبعین کا مذہب یہ ہے کہ کلی کرنا اور ناک میں

پانی ڈالنا غسل جنابت میں واجب ہے اور وضو میں مسنون ۔ مولانا مبارکپوری لکھتے ہیں ۔

وهو قول ابی حنيفة ومن تبعه فعند هولاء المضمضة والاستنشاق سنتان فی الوضوء واجبان فی الغسل ۔ (تحفۃ ج ۱ ص ۴۰)

مجھے اس سلسلہ میں یہ عرض کرنا ہے کہ غیر مقلدوں کا جو مذہب ہے کہ وضو میں مضمضہ اور استنشاق فرض ہے، کتاب اللہ سے صریح متصادم ہونے کے ساتھ ساتھ جمہور اہل سنت کے مذہب کے بھی خلاف ہے، بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ امام احمد بھی صرف وجوب ہی کے قائل ہیں فرضیت کے قائل نہیں ہیں تو پھر غیر مقلدوں کا یہ مذہب ائمہ اربعہ میں سے کسی کے بھی موافق نہیں باقی رہتا۔ اور وجوب ہی امام احمد کا مذہب صحیح معلوم ہوتا ہے۔ اسلئے کہ جس حدیث سے امام احمد کے مشہور مذہب پر استدلال کیا جاتا ہے اس کو مولانا مبارکپوری ذکر کرکے فرماتے ہیں ۔ وهو الراجح لثبوت الامر بهما والاصل فی الامر الوجوب ۔

(تحفہ ج ۱ ص ۴۰)

یعنی یہی (وجوب) راجح ہے اس لئے کہ ان دونوں کا حکم فرمانا ثابت ہے، اور ، امر ، میں اصل وجوب ہے۔

پس معلوم ہوا کہ امام احمد کا بھی مشہور قول کی بنا پر مذہب زیادہ سے زیادہ ان دونوں کے وجوب کا ہو گا ۔

(۲۵) مسئلہ۔

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ اگر کوئی حاجی وقوف عرفہ سے پہلے اپنی بیوی سے ہم بستر ہو جائے تو اس کا حج فاسد نہیں ہو گا۔

خان صاحب بھوپالی فرماتے ہیں۔

وجماع قبل وقوف عرفہ مفسد حج نیست وور طریق صحابہ کہ بطریق بلاغ در موطا است حجت نباشد چہ در اصول مقرر باشد کہ قول صحابی حجت نیست

(عرف ص ۱۰۱)

یعنی وقوف عرفہ سے پہلے بیوی سے ہم بستر ہو جانا حج کو فاسد نہیں کرتا اور موطا میں جو صحابہ کرام سے بطریق "بلاغ" مروی ہے (کہ اس سے حج فاسد ہو جاتا ہے) تو وہ قابل حجت نہیں ہے، اس وجہ سے کہ اصول میں یہ بات طے پا چکی ہے کہ صحابی کا قول دلیل نہیں بن سکتا۔ (۱)

غیر مقلدوں کا یہ مذہب بالکل شاذ اور اجماع امت کے خلاف ہے، ہم یہاں ایک سلفی نجدی عالم شیخ عبدالعزیز المحمد السلمان کی بات نقل کر دیتے ہیں غیر مقلدوں کے لئے ایک سلفی کا کہنا زیادہ موثر ہو گا۔

شیخ عبدالعزیز نے اپنی کتاب الاسئلۃ والاجوبۃ الفقہیۃ میں ان چیزوں کو مفصل بیان کیا ہے جو احرام کے بعد ممنوع اور حرام ہیں اور وہ نو چیزیں ہیں اور انھیں نو میں سے ایک احرام کے بعد بیوی سے ہم بستر ہونا بھی ہے۔ فرماتے ہیں۔

" آٹھواں محظور (یعنی آٹھویں وہ بات جو احرام کے بعد ممنوع ہے) عورت کی

---

(۱) جی ہاں شیعوں اور غیر مقلدوں کا تو یہی مذہب ہے، مگر جمہور امت کے نزدیک صحابی کا قول بھی حجت ہے۔

شرمگاہ میں وطی کرنا ہے اور یہ اس وجہ سے کہ ارشاد ربانی ہے۔

"فمن فرض فیهن الحج فلا رفث"

یعنی جو حج کو اپنے اوپر فرض کرے اسکو بیوی سے ہم بستر نہیں ہونا چاہئے۔ رفث کی تفسیر حضرت ابن عباس نے جماع سے کی ہے۔ اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

احل لكم ليلة الصيام الرفث الى نسائكم

یعنی تمہارے لئے روزہ کی رات میں "رفث" کو حلال کر دیا گیا ہے۔

اس آیت میں رفث سے مراد جماع (بیوی سے ہم بستری) ہے اس لئے حج والی آیت میں بھی رفث سے مراد جماع ہی ہوگا۔

ابن منذر نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ بیوی سے ہم بستر ہونے سے حج فاسد ہو جائیگا۔ موطا میں ہے۔

بلغني (۱) ان عمر وعليا وابا هريرة سئلوا عن رجل اصاب اهله وهو محرم! فقالوا ينفذان لوجههما حتى يقضيا حجهما ثم عليهما حج من قابل والهدي ولم يعرف له مخالف (ص ۲۵۹ / ج ۱)

یعنی امام مالک فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ کے بارے میں پہونچی ہے کہ ان صحابہ کرام سے یہ سوال کیا گیا کہ اگر کسی آدمی نے حالت احرام میں اپنی بیوی سے جماع کر لیا تو اس کا کیا حکم ہے، تو ان حضرات نے فرمایا کہ اس کو اسی حالت میں اپنا حج پورا کرنا چاہئے اور آئندہ سال ان پر حج کی قضا کرنا ضروری ہوگا

---

(۱) مرسل ہے یہ۔ بلاغ جس میں غیر مقلدوں کو صحت نظر نہیں آتی، یہ ہوا اجتہاد کہ کہ وہ شاہ ولی اللہ محدث علیہ الرحمۃ کی یہ بات بھی بھولتے جاتے ہیں کہ موطا امام مالک کی بلاغات بھی بکمال موصول ہیں، اور تقریباً تمام ماہران حدیث کا یہی بیان حقیقت ہے۔ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم - چشمہ آفتاب را چہ گناہ

اور قربانی کا جانور بھی بھیجنا ضروری ہوگا۔ (امام مالک فرماتے ہیں) ان صحابہ کرام
کے اس فتوی سے اختلاف کرنے والا کوئی معلوم نہیں۔ (۱)
(یعنی امام مالک کے زمانہ تک غیر مقلدیت کا نام و نشان نہیں تھا)

نیز شیخ عبدالعزیز اس سلسلہ میں فرماتے ہیں۔
۔ بیوی سے ہم بستر ہونا حج کو فاسد کر دیگا اگرچہ وقوف عرفہ کے بعد ہی
کیوں نہ ہو، (غیر مقلدین تو وقوف عرفہ سے پہلے بھی اگر بیوی سے
صحبت ہو تو حج کو فاسد نہیں قرار دیتے اور شیخ کے نزدیک اگر کسی نے
وقوف عرفہ کے بعد بھی جماع کر لیا تو اسکا حج فاسد ہو جائیگا اس سلفیت اور
اس سلفیت میں کتنا فرق ہے)، اگر ابھی اس کا احرام باقی ہے، اسلئے کہ اس
صورت میں بھی بعض صحابہ کرام کے نزدیک حج فاسد ہو جائے گا (ج۲ ص۲۷)
یہ تو تھی ایک سلفی نجدی کی بات اور اب ایک دوسرے سلفی عالم کی بات سن لیں، جو
اس مسئلہ سے متعلق ہے۔

زاد المستقنع میں ہے۔
وان جامع قبل التحلل الاول فسد نسکهما ویمضیان فیه
ویقضیان ثانی عام (السلسبیل ج۱ ص۳۴۹)
یعنی اگر میاں نے احرام سے حلال ہونے سے پہلے اپنی بیوی سے ہم بستری کر لی

---

(۱) اس سے معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ صحابہ کے مابین متفق علیہ رہا ہے۔ اب غیر مقلدین کو جرأت ہوتی ہے
کہ وہ صحابہ و تابعین اور فقہاء و محدثین کے مابین جو بات اجماعی و اتفاقی رہی ہو وہ تیرہ سو اور چودہ
سو برس بعد انکے نزدیک ناقابل اعتبار قرار پائے، اور ما شاء اللہ رہیں گے پھر بھی یہ پکے سلفی۔
کس سے محرومیٔ قسمت کی شکایت کیجئے
دوست سمجھے جسے جان سو وہ دشمن نکلا

تو دونوں کا حج فاسد ہو جائے گا اور وہ ارکان کی ادائیگی کرتے رہیں لیکن آئندہ سال انکو اس حج کی قضا کرنی ہوگی۔

اور اسکی شرح السلسبیل میں ہے۔

ان دونوں میاں بیوی کا حج فاسد ہو جائیگا اگرچہ یہ ہم بستری وقوف عرفہ کے بعد ہی کیوں نہ ہو، یہی حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا قول ہے اور یہی حضرت امام مالک، امام شافعی اور اکثر علماء کا قول ہے، البتہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک اگر دونے وقوف عرفہ کے بعد جماع کیا ہے تو اس کا حج ٹھیک ہے مگر اسکو ایک دم دینا ہوگا۔

اور بیہقی میں حضرت عمرؓ کی روایت ہے۔

اگر حج کے احرام باندھنے والے نے اپنی عورت سے جماع کیا اور وہ بھی حالت احرام میں تھی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ دونوں اپنا حج پورا کریں گے اور آئندہ سال وہیں سے احرام باندھکر پھر حج کریں گے جہاں سے انھوں نے پہلے سال احرام باندھا تھا۔ (۱) (السلسبیل ج ۲ ص ۲۴۹)

اور ابو داؤد کی روایت میں ہے۔

ان رجلا من جذام جامع امرأته وهما محرمان فسأل النبي صلى الله عليه وسلم فقال: اقضيا نسككما واهديا هديا (ایضاً ص ۲۳۲/۲۴۲)

یعنی قبیلہ جذام کے ایک شخص نے اپنی بیوی سے جماع کر لیا اور یہ دونوں حالت احرام میں تھے، پھر اس آدمی نے آنحضور سے اس بارے میں فتویٰ لے پوچھا تو آپ نے فرمایا تم دونوں اپنے حج کی قضا کرو اور قربانی کا جانور بھی ساتھ میں لینا۔

---

(۱) اس کا مطلب یہ ہے کہ تم دونوں اپنا حج پورا کرو اور ایک دم قربانی کا دو، جیسا کہ وقوف عرفہ کے بعد ہو یعنی بیوی سے صحبت کرے تو امام ابو حنیفہ کا یہی مذہب ہے۔

اور حافظ ابن عبد البر فرماتے ہیں :

ومن احرم الحج او عمرة فلیس له ان یطأ امرأته ولا یتلذذ و منها بشئ وان لم تکن محرمة ۔

یعنی جس نے حج یا عمرہ کا احرام باندھا تو اب اس کیلئے جائز نہیں کہ وہ اپنی بیوی سے جماع کرے یا اس کے بدن کے کسی حصہ سے لذت حاصل کرے اگرچہ بیوی محرم نہ ہو ۔

نیز فرماتے ہیں :

وفساد الحج یکون بما ذکرنا من الوطی والانزال قبل الوقوف بعرفة عند جماعة من اهل المدینة وغیرها وکذلك عند مالك من وطی بعد عرفة ۔ (الکافی ج۱ ص ۳۹۶)

یعنی حج فاسد ان امور سے ہوجاتا ہے جنکو ہم نے ذکر کیا ہے ۔ یعنی جماع کرنے اور انزال ہونے سے اگر شوہر نے جماع وقوف عرفہ سے پہلے کیا ہے ۔ یہی مذہب اہل مدینہ اور دوسرے شہروں کی ایک جماعت کا ہے ۔ اور امام مالک کے نزدیک اگر جماع وقوف عرفہ کے بعد بھی پایا گیا تو بھی حج فاسد ہوجائے گا ۔

بہرحال غیر مقلدوں کا یہ مذہب جمہور علمائے امت کے مذہب اور کتاب وسنت کے خلاف ہے ۔

اور غیر مقلدوں کا یہ کہنا کہ جماع سے حج کے فساد پر کوئی دلیل نہیں ہے زبردستی وھاندھلی اور خدا ورسول کے مقابلہ میں بے حیائی اور بے شرمی کے مظاہرہ کے سوا کچھ نہیں ۔

اور خان صاحب کا یہ کہنا ۔

"پس واطی قبل یا بعد وقوف پیش از رمی یا قبل طواف زیارت عاصی و مستحق عقوبت ست و با توبہ در خور مغفرت و بخشش

غیر باطل و ہیچ شئی لازم نیست"۔ (۱)
محض باطل ہے اور اپنی غیر مقلدیت کا اظہار ہے۔

---

(۱) یعنی بیوی سے جماع کرنے والا وقوف عرفہ سے پہلے یا بعد رمی جمار سے پہلے یا طواف زیارت سے پہلے گنہگار اور عذاب کا مستحق ہے اور توبہ کے بعد اسکی مغفرت ہوجائے گی مگر نہ اس کا اس سے حج باطل ہوتا ہے اور نہ اس پر کوئی چیز واجب ہوتی ہے۔

(۲۹) **مسئلہ:**

ذرا غیر مقلدین کی شریعت کا یہ مسئلہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

(سوال و جواب اور جواب پر ایک مشہور غیر مقلد عالم کا اپنے مجیب استاذ کا تعاقب)

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ایک شخص نے اپنی بہن کو بلا زوج بٹھار کھا ہے، یہاں تک کہ اس دختر نا کتخدا کی عمر پچاس سال کی ہوگئی اور شخص مذکور نے چار دختریں ایک بعمر ۲۴ سال دوسری بعمر ۲۲ سال اور تیسری بعمر ۱۸ سال اور چوتھی بعمر ۱۲ سال بلا زوج بٹھا رکھی ہے اور کہیں کفو اور غیر کفو میں نہیں کرتا .... چونکہ زمانہ کی زنگت گوذ نامناسب ہے دختروں کی والدہ کہتی ہیں کہ میں بلا اجازت دختر ولی والد کے عقد شرعی باجازت دختر معقول اور مناسب جگہ کر دوں تو درست ہے یا نہیں؟

جواب۔ صورت مسئول میں اگر دختر بالغہ کی والدہ شادی اس کی باجازت دختر معقول اور مناسب جگہ کر دے تو درست اور جائز ہے اور اگر باپ نکاح کرنے سے منع کرے تو باپ کی ولایت ساقط اور پامال ہوگئی۔

(فتاویٰ نذیریہ ج ۲ ص ۴۹۰)

یہ تو تھا جواب شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین صاحب محدث دہلوی کا مگر ان کے شاگرد مولانا عبد الرحمٰن مبارکپوری کو میاں صاحب دہلوی کا یہ جواب غلط معلوم ہوا، چونکہ یہ خیال ان کے جواب میں فقہ حنفی کے مطابق تھا۔ اور شاگرد مذکور کو فقہ حنفی سے خاص الرجی ہے، اس وجہ سے مولانا مبارکپوری مرحوم نے اپنے استاذ کے اس جواب کا تعاقب کیا اور اس پر ایک مفصل نوٹ لکھا اور غیر مقلدین کے صحیح مذہب سے لوگوں کو آگاہ کرنا ضروری سمجھا، وہ اپنے

نوٹ میں لکھتے ہیں۔

"یہ جواب فقہ حنفی کی رو سے صحیح ہے اور "حدیث کی رو سے، صورت مسئولہ میں والدہ کا عقد کرنا جائز نہیں، اور نہ خود اپنا نکاح کر سکتی ہے اور نہ غیر کا کر سکتی ہے، خلاصہ یہ کہ عورت کو ولایت نکاح حاصل نہیں"

کتبہ عبدالرحمٰن مبارکپوری (ایضاً ج ۲ ص ۴۹۱)

دیکھا آپ نے میاں صاحب جو شیخ الکل فی الکل ہیں انکی تجہیل وتحمیق ایک شاگرد کے ہاتھ، یعنی شاگرد کو حدیث کا جو علم ہے، اس میں جو مہارت ہے اور حدیث سے جو عشق اور لگاؤ ہے میاں صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو اسکی ہوا بھی نہیں لگی اس وجہ سے انھوں نے تو فقہ حنفی کا سہارا لیکر جواب دیا اور شاگرد نے حدیث کی روشنی میں صحیح اور شرعی جواب دیا، اور اس شاگرد رشید نے اپنے استاذ کو گویا یوں منہ چڑایا۔

احمد و رسل کی باتوں کی کہاں توقیر ہے

اب تو ہر جا قول مرشد یا طریقہ پیر ہے

(طریق محمدی ص ۵۲)

خواہ شاگرد مبارکپوری صاحب کچھ بھی فرمائیں اگر اہلحدیثوں کا مذہب وہی ہے جو مولانا مبارکپوری نے لکھا ہے تو وہ قرآن کی اس آیت کے صریح خلاف ہے اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے۔

یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر

یعنی اللہ آسانی چاہتا ہے تنگی نہیں۔

اور ان کا یہ مذہب اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے بھی خلاف ہے جو بخاری و مسلم میں موجود ہے۔

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشروا ولا تنفروا

یسروا ولا تعسروا۔ (متفق علیہ)

حضرت انس فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول نے ارشاد فرمایا، لوگوں کو خوش کرنیوالی بات سناؤ، نفرت پیدا کرنے والی نہیں اور آسانی پیدا کرو تنگی نہیں۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت معاذ کو آپ نے یمن بھیجا تو انکو اس کی بطور خاص تعلیم فرمائی۔

یسرا ولا تعسرا وبشرا ولا تنفرا

آسانی پیدا کرنا تنگی نہیں، اور لوگوں کو خوش کرنیوالی بات سنانا نفرت میں ڈالنے والی نہیں۔

دین اسلام دین رحمت ہے، نہ کہ دین زحمت۔ یہ دین فطرت ہے اس میں غیر فطری باتوں کی گنجائش نہیں۔

قرآن و حدیث کی ان تعلیمات کو ملاحظہ فرمائیے اور بتلائیے کہ کتاب و سنت کے ان ارشادات کی روشنی میں فقہ حنفی کا استاذ والا مسئلہ درست ہے یا غیر مقلدوں کا شاگرد والا مسئلہ کہ زنا میں اگرچہ لڑکیاں مبتلا ہو جائیں، بلا شادی اور بلا شوہر انکی ساری زندگی تباہ ہو جائے مگر ایک ظالم بھائی اور ظالم باپ کی ولایت نکاح انکی سمجھ یہ ہے کہ ان ساری خرابیوں کو غیر مقلدین گوارا کرنے کو تیار ہیں مگر باپ کی ولایت کسی حال میں اور ظلم و زیادتی اور بے شمار خرابیوں کی موجودگی میں بھی انکے نزدیک ساقط نہیں ہو سکتی۔

کاش ان غیر مقلدوں کو کوئی بتلائے کہ حدیث کی گردان اور چیز ہے اور تفقہ فی الحدیث اور چیز ہے اور یہی دوسری چیز انکو حاصل نہیں۔

دعوئ اجتہاد اور یہ عدم فہم
مجتہد صاحبوں کے کیا کہنے

(۲۷) مسئلہ۔

غیر مقلدوں کے نزدیک ایک بکری بہت سے لوگوں کی طرف سے قربانی میں کافی ہو گی۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں:

"وایں زعم کہ شاۃ جز یک کس یا سہ کس فقط بجزی نیست محتاج دلیل ست" (عرف صـ ۲۲۳)

یعنی یہ گمان کرنا کہ ایک بکری صرف ایک ہی یا تین آدمی کی طرف سے کافی ہو گی یہ بات محتاج دلیل ہے۔ (یعنی ایک بکری میں ایک یا تین سے زیادہ لوگ بھی شریک ہو سکتے ہیں اور سب کی طرف سے قربانی کا وجوب ساقط ہو جائیگا۔)

مگر غیر مقلدوں کا یہ مذہب بقول حافظ ابن عبد البر اہل مدینہ کے مسلک کے خلاف ہے، وہ لکھتے ہیں۔

والشاۃ لاتجزی عندھم الاعن واحد (الکافی صـ ۲۳ ۱۲)

یعنی اہل مدینہ کے نزدیک ایک بکری صرف ایک آدمی کی طرف سے کافی ہو گی۔

یہی مذہب جمہور اسلام کا ہے، معلوم نہیں کہ غیر مقلدوں نے یہ مسئلہ کس آیت یا صحیح مرفوع متصل الاسناد غیر مرسل غیر منقطع حدیث سے نکالا ہے کہ ایک بکری میں بہت سے لوگوں کی شرکت (جن کی کوئی تحدید و تعیین نہیں ہے) جائز ہے اور ان تمام بہت سے لوگوں کی طرف سے وجوب ساقط ہو جائے گا۔

غیر مقلدوں کے پاس اس کی کوئی دلیل ہو گی اور یقیناً ہو گی اسلئے کہ یہ غیر مقلدین بقول خود کوئی بات کتاب و سنت کے خلاف اور بلا دلیل نہیں کہتے، البتہ یہ ضرور ہو گا کہ خواہ ان کے پاس اس کی دلیل کوئی بھی ہو اس پر

مدینہ کے ٹکسال کی مہر نہ لگی ہو گی حالانکہ غیر مقلدین یہ آوازہ بلند کرتے ہیں۔

"قیامت کے میدان میں وہی سکہ چلے گا جو مدینہ کے ٹکسال کا نکلا ہوا ہو نہ وہ جو کوفے کی ٹکسال کا بنا ہوا ہو۔

نقد علیہ سکۃ نبویۃ ضرب بالمدینۃ اشرف البلدان

(طریق محمدی ص ۱۳۷)

اور ابھی ابھی آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ مدینہ والوں کا جو سکہ ہے وہ یہ ہے کہ ایک بکری صرف ایک ہی کی طرف سے کافی ہو گی، امام مالک فقیہ اہل مدینہ اور تمام فقہائے اہل مدینہ کا یہی مسلک ہے، اب معلوم نہیں مدینہ کے اس نقد سکہ کے مقابلہ میں غیر مقلدوں کے پاس کون دوسرا مدینہ کا نقد سکہ ہے۔ کہیں وہ بھوپال حیدر آباد دیا دہلی کا نہ ہو۔

غیر مقلدوں نے غالباً اپنا مذہب اس حدیث کی روشنی میں بنایا ہے، حضرت ابو ایوب کی حدیث ہے۔

"کان الرجل فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یضحی بالشاۃ عنہ وعن اهل بیتہ۔ یعنی آنحضور کے زمانہ میں آدمی اپنی طرف سے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے بکری کرتا تھا۔

اور یہ حدیث بھی ہے۔ علی کل اهل بیت فی کل عام اضحیۃ یعنی ہر گھر والے پر سال میں ایک قربانی ہے۔

مگر ان جیسی حدیثوں سے یہ سمجھنا کہ ایک بکری سے سب کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے یہ ان کا کام ہے جو صرف "گروان حدیث" پر زور دیتے ہیں اور جنکو اللہ نے فقہی بصیرت سے فقہاء کی دشمنی میں محروم بنا دیا ہے۔

ورنہ اہل علم تو یہ فرماتے ہیں۔

"المراد بالمشارکۃ فی الثواب مع الامۃ لان الغنم الواحد لایکفی

عن اثنين فصاعداً۔ (مرقاۃ از حاشیہ مشکوۃ)

یعنی اس سے مراد یہ ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم امت کو اپنے ساتھ ثواب میں شریک فرمانے کی دعا فرماتے ہیں۔ نہ یہ کہ ایک بکری دو یا دو سے زیادہ کی طرف سے کافی ہوگی۔

جو لوگ ظاہر حدیث کو دیکھتے ہیں اور جن کی نگاہ الفاظ سے آگے نہیں جاتی اگر وہ ان حدیثوں کو دیکھ کر یہ کہیں کہ ایک بکری بہت سے لوگوں کی طرف سے کفایت کرے گی تو وہ بیچارے معذور ہیں کہ۔

پرواز ہر کس بقدر ہمت اوست وساکن چاہ نمی داند کہ بیرون چاہ جہان کشادہ وعریض ست۔

(۲۸) **مسئلہ۔**

غیر مقلدوں کے مذہب میں فجر اور ظہر کی نماز میں کم از کم ساٹھ آیتیں پڑھی جائیں۔

نواب صاحب قبلہ فرماتے ہیں:

ودر نماز صبح شصت آیت بخواند و محمول ست ظہر بر فجر (عرف ص۲۶)

یعنی صبح کی نماز میں ساٹھ آیت پڑھے اور ظہر بھی فجر پر محمول ہے۔

(یعنی ظہر میں بھی ساٹھ آیت پڑھے)

خود غیر مقلدین انصاف سے کہیں کہ کیا ان کا اس پر عمل ہے، جہاں تک خود میرا تجربہ ہے غیر مقلدین کی کسی بھی مسجد میں اس پر عمل نہیں ہے۔

خاں صاحب قبلہ نے جو یہ مسئلہ بیان کیا ہے ظاہر ہے کہ انھوں نے سنت رسول اور طریقہ رسول ہی بیان کیا ہوگا، اور طریقہ رسول کا چھوڑنا کیا ہے؟ بقول ایک غیر مقلد۔

"اور طریقہ رسول کے خلاف عمل کریں گے تو یہ بدعت بھی ہوگی اور گناہ بھی ہوگا، اور وہ حدیث یہاں صادق آئے گی کہ اللہ تعالیٰ بدعتی شخص کی نماز روزہ حج زکوٰۃ اور صدقہ خیرات وغیرہ کوئی چیز قبول نہیں فرماتا، اور وہ اسلام سے اس طرح نکل جاتا ہے جس طرح گندھے ہوئے آٹے سے بال کو نکال کر پھینک دیا جاتا ہے، (مذہب حنفی کا مذہب اسلام سے اختلاف ص۵۵)

غیر مقلدین اس فتوی کی روشنی میں اپنے ایمان اور اسلام کی خیر منائیں۔

ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

البتہ ہمیں یہاں عرض کرنا یہ ہے کہ غیر مقلدین کے مذہب کا یہ کلیہ کہ ظہر اور فجر کی نماز میں ساٹھ آیتیں پڑھنی چاہئیں، احادیث صحیحہ کے خلاف ہے اور اللہ کے

رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول نہ دائمی تھا اور نہ غالب اوقات میں ہی آپ کا یہ معمول تھا۔

بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

كان النبي صلے الله عليه وسلم يقرأ في الظهر في الأولين بام الكتاب وسورتين۔

یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعت میں سورہ فاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے تھے۔

اور کوئی ضروری نہیں ہے کہ آپ جو یہ دو سورتیں پڑھتے تھے اس میں کی ہر سورت ساٹھ آیت والی ہوتی تھی، اگر غیر مقلدین کے پاس کوئی دلیل ہے تو پیش کریں۔

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی رکعت میں تیس آیت پڑھتے تھے اور دوسری رکعت میں تقریبًا اس کا نصف یعنی پندرہ آیت۔ (مشکوۃ)

مسلم ہی کی روایت ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز میں واللیل اذا یغشیٰ پڑھا کرتے تھے، اور ایک روایت میں ہے کہ سبح اسم ربك الاعلیٰ والی سورت پڑھتے تھے، اور فجر کی نماز میں اس سے کچھ طویل سورہ۔

مسلم ہی کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز میں سورہ ق پڑھا کرتے تھے، اور پھر بعد میں آپ کی نماز اس سے بھی ہلکی ہوا کرتی تھی ـــــ سورہ ق میں بہت چھوٹی چھوٹی آیتیں ہیں، پھر بھی اس سورہ کی آیتوں کی تعداد ۴۵ سے زائد نہیں۔

نسائی کی روایت میں ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز میں طوال مفصل پڑھا کرتے تھے، طوال مفصل کو دیکھئے بہت سی سورتیں ایسی ہیں

کر دو سورتوں کو ملا کر کے بھی ساٹھ آیتیں نہ ہونگی ۔

غرض غیر مقلدین کا مذکورہ اصول کتاب و سنت کی رو سے ایجاد بندہ ہے ، اور جو لوگ واقعی کتاب و سنت ہیں ان کو اس طرح کا اصول گڑھنے سے بچنا چاہیئے ۔

مسئلہ۔

غیر مقلدوں کے مذہب میں خون اور قے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں:

وضو نمی شکند از بر آمدن خون و قے۔ (عرف ص۱۱)

یعنی وضو خون اور قے سے (خواہ اسکی مقدار کتنی بھی ہو) نہیں ٹوٹتا

غیر مقلدوں کا یہ مذہب بھی کتاب وسنت کے بالکل خلاف ہے، اور جمہور مسلمین کے مذہب کے بھی خلاف ہے۔

قرآن میں واضح طریقہ سے۔ دم مسفوح۔ بہتے ہوئے خون کو نجس قرار دیا گیا ہے، اسلئے یہ کہنا کہ خون سے وضو نہیں ٹوٹتا خدا کے مقابلہ میں اپنی بات کو منوانا ہے۔

اور قے کے سلسلہ کی اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے نقل کیا ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قاء فتوضأ۔

یعنی آنحضور کو قے ہوئی تو آپ نے وضو کیا (محدثین نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے) اور یہ حدیث بھی متعدد طرق سے مروی ہے۔

اذا قلس احدکم فلیتوضأ

تم میں سے جب کسی کو قے ہو تو وہ وضو کرے

دار قطنی کی یہ روایت بھی صحیح ہے

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قاء احدکم او رعف وھو فی الصلوٰۃ او احدث فلینصرف فلیتوضأ۔

یعنی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی آدمی نماز میں ہو اور اس کو قے ہو جائے یا اس کی

نکسیر پھوٹ جائے اور خون بہنے لگے یا نماز میں اسکو حدث لاحق ہو جائے تو وہ جائے اور وضو کرے۔
اس طرح کی ایک نہیں دسیوں حدیث پیش کی جا سکتی ہے جن سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ قے اور خون سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔(۱) اب اگر غیر مقلدین اہلحدیث ہونے کے دعویٰ کے باوجود ان حدیثوں کا انکار کرتے ہیں تو ان کے منہ میں لگام تو نہیں دی جا سکتی۔
یہ تو کتاب و سنت کی بات ہوئی۔ اور جہاں تک فقہائے امت کی بات ہے تو امام ابو حنیفہ کا اس سلسلہ میں جو مسلک ہے وہ مشہور ہی ہے، اور ہمیں ان کا مسلک پیش بھی نہیں کرنا ہے کہ ان کا مزاج برہم ہو جائے گا۔ البتہ امام اہلسنت حضرت امام احمد بن حنبل کا مسلک معلوم کرنے کے لئے المغنی دیکھئے لکھا ہے۔

والقیٔ الفاحش والدم الفاحش۔ (ص ۱۸۴ ج ۱)
یعنی زیادہ قے اور زیادہ خون سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔
امام مالک کے نزدیک بھی قے اور خون نجس ہے۔
وکذلک القیٔ المتغیر۔ (ص ۱۶۰ ج ۱ الکافی)
فلا یغسل لون الدم اذا ذھب عینه۔ (ایضاً ص ۱۶۱)
یعنی اگر خون کا اثر ختم ہو جائے تو اب وہ مضر نہیں ہے۔
یعنی اب کپڑا پاک ہوگا۔
معلوم ہوا کہ قے اور خون بھی امام مالک کے نزدیک نجس ہے، اور جب نجس ہے تو اس کے نکلنے سے وضو باقی نہیں رہ سکتا۔

---

(۱) تفصیل کے لئے اعلاء السنن جلد اول دیکھو۔

کتاب وسنت اور جمہور اہل اسلام تو قے اور خون کو نجس کہتے ہیں اور عام فقہاء کا مسلک یہی ہے کہ انکے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، اب غیر مقلدین کے نزدیک اس سے پختہ دلیل اگر قے اور خون کے پاک ہونے اور ان سے وضو نہ ٹوٹنے پر ہے تو پیش کریں مگر دلیل کتاب وسنت سے پیش کریں۔ اسلئے کہ کسی مجتہد امام اور فقیہ کی بات تو الگ رہی غیر مقلدین تو صحابہ کرام کی بات بھی تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہیں حتی کہ ان کو صحابہ کرام کی دینی فہم پر بھی اعتماد نہیں ہے، فتاوی نذیریہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ ناشائستہ کلمات پڑھنے کو ملتے ہیں۔

"دابعاد لو فی ضمنا تو یہ حضرت عائشہ اپنے فہم سے فرماتی ہیں اور فہم صحابہ حجت شرعی نہیں ہیں" (۱) (ج ۱ ص ۶۳۴)

اسلئے غیر مقلدین کو اپنی دلیل کا مدار صرف قرآن وحدیث کو بنانا چاہیئے۔ ورنہ کوئی مقلد یہ شعر پڑھ دے گا۔

کم فہم بجز جہے کہ معنی باشد
مذہب معلوم و اہل مذہب معلوم

---

(۱) یعنی یہ غیر مقلدین دین کی فہم اور سنت پر عمل کرنے میں حضرت عائشہ اور صحابہ کرام سے بھی آگے ہیں کیونکہ حضرت عائشہ کا فہم اور انکی رائے تو غیر معتبر اور یہ جو تیرہ سو سال بعد کا نو مولود طائفہ ہے اس کا اجتہاد معتبر۔

آفت پڑی ہے دین پہ اے خیر کر
اب گرد ہے ہیں اجتہاد بوم و زاغ بھی

مسئلہ:۔

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ عرب عرب کے کفو ہیں اور موالی موالی کے کفو ہیں مگر جولاہے اور حجام کسی کے کفو نہیں ہوسکتے۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں۔

ابن عمر گفتہ اند آنحضرت فرمود عرب اکفاء عرب اند و ہم چنیں بعض موالی اکفائے بعض اند مگر حائک و حجام وایں را حاکم روایت کردہ (ص ۱۱۱ عرف)

یعنی حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ آنحضور نے فرمایا ہے کہ بعض عرب بعض کے کفو ہیں اور اسی طرح بعض موالی بعض کے کفو ہیں، مگر جولاہے اور حجام (وہ کسی کے کفو نہیں ہو سکتے) اور اسکو حاکم نے روایت کیا ہے۔

ایک طرف غیر مقلدین کا بڑے طمطراق سے دعویٰ ہوتا ہے کہ وہ صرف صحیح روایت سے استدلال کرتے ہیں اور سب سے پہلے وہ قرآن کو اپنے سر وآنکھ پر رکھتے ہیں۔ اس اہم مسئلہ میں اول تو انکو قرآن سے کوئی دلیل ملی نہیں، اور دوسرے جس حدیث سے اس مسئلہ میں انھوں نے استدلال کیا ہے وہ بقول نواب صاحب اس درجہ کی ہے۔

در سندش راوی بے نام ست۔

یعنی اسکی سند میں ایک راوی کے نام کا پتہ ہی نہیں کہ وہ کون ہے، اور

ابو حاتم منکرش گفتہ،

حاتم نے اس حدیث کو منکر کہا ہے۔

یعنی روایت تو خود غیر مقلدین اور محدثین کے نزدیک ناقابل اعتبار ہے، مگر خانصاحب بہر حال اس مسئلہ کو صحیح باور کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

لیکن شاہدے وارد نزد بزار از معاذ بن جبل۔

لیکن اس حدیث کا سند بزار میں حضرت معاذ سے ایک شاہد موجود ہے، اس لئے یہ
ابن عمر والی روایت قابل استدلال ہو گئی ہے۔ مگر وہ شاہد بھی خود کیسا ہے۔ نواب
صاحب فرماتے ہیں۔ بسند منقطع، یعنی حضرت معاذ والے شاہد کی سند منقطع ہے
اور سب کا حاصل یہ ہے کہ اصل روایت بھی محدثین کے نزدیک ناقابل اعتبار
ہے اور جو اس کا شاہد ہے وہ بھی کمزور ہے اور اس کی سند منقطع ہے۔ اسکے باوجود
غیر مقلدین اس مسئلہ کو اس طرح کی ضعیف اور ناقابل اعتبار روایت سے ثابت کر رہے
ہیں ـــــ یہ تو تھا حدیث کا حال۔ اب آئیے دیکھئے قرآن کیا کہتا ہے، قرآن کا
ارشاد ہے:

انما المومنون اخوۃ۔

یعنی ایمان والوں کی ساری برادری ایک ہے اور سب بھائی بھائی ہیں۔

اسلام میں اعلیٰ و ادنیٰ کی کوئی تمیز نہیں، سب ایک ماں باپ کی اولاد ہیں۔

انا خلقناکم من ذکر و انثیٰ۔

ہم نے تم کو ایک مرد (آدم) اور ایک عورت (حوا) سے پیدا کیا ہے۔

نیز آنحضور کی مشہور حدیث ہے۔

نہ عربی کو عجمی پر فضیلت حاصل ہے اور نہ عجمی کو عربی پر، نہ گورے کو کالے پر اور نہ
کالے کو گورے پر۔

اسلام میں اصل چیز تقویٰ اور دینداری اور پرہیزگاری ہے اسی سے انسان
بلند رتبہ ہوتا ہے، نسب و حسب یہ سب روایتی چیز ہے، اللہ کے یہاں سب سے
محترم سب سے مکرم اور سب سے اونچا وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار متقی
اور تقویٰ سے تعلق رکھنے والا ہے۔

قرآن و حدیث کی ان واضح اور کھلی ہدایات و تعلیمات کے علی الرغم غیر مقلدین بھی
باوصف اہلحدیث۔ اس قسم کی باتیں کریں اور ایسے مسئلے لکھیں یہ انکو زیب نہیں دیتا۔

اس سے بحث نہیں کہ مقلدین کا کیا مذہب ہے، فقہ کی کتابوں میں کیا لکھا ہے۔ اس لئے کہ غیر مقلدوں کا مقلدین پر یہ مستقل الزام تو ہے ہی کہ ۔

یہ وہ امت ہے جو فرمان نبی سن کے کہے
میں تو حنفی ہوں نہ مانوں گا یہ فرمانِ حدیث

اور اس وقت ہمارا موضوع کسی الزام سے برأت یا اسکی جواب دہی نہیں ہے اس وقت بحث صرف ان مدعیان کتاب و سنت اور نام کے اہلحدیثوں سے ہے کہ وہ اپنا مذہب و مسلک جو بھی بیان کریں کتاب و سنت سے بیان کریں اور صحیح حدیثوں سے استدلال کریں ۔

عاقل کیلئے کافی ہے ایک حرف اشارہ
کافی نہیں ناداں کو نہ دفتر نہ رسالہ

مسئلہ۔

غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ نابالغ بچہ بالغ کی امامت کر سکتا ہے اور نفل و فرض سب میں اسکی اقتدا کرنا صحیح و درست ہے۔

فتاوی نذیریہ میں ہے۔

"خاص کر نابالغ لڑکے کو امام بنانا خواہ فرض ہوں یا نفل جیسے تراویح درست ہے کیونکہ احادیث صحیحہ میں آگیا ہے کہ عمرو بن سلمہ جو سات برس کے تھے اور وہ امامت کرتے تھے" (ص ۳۰۷/ ۱ج)

اور نواب صاحب بھوپالی عرف الجادی میں فرماتے ہیں:

"وصحیح ست امامت طفل نابالغ ونیست دلیل بر اعتبار بلوغ و عدالت در امامت (ص ۳۷)

یعنی نابالغ کی امامت درست ہے اور امام ہونے کیلئے بالغ ہونے یا فاسق نہ ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

غیر مقلدوں کا یہ مذہب جمہور امت کے خلاف ہے، المغنی میں امام اہلسنت حضرت امام احمد بن حنبل کا مسلک یہ بیان کیا گیا ہے۔

ولم یصح ائتمام البالغ بالصبی فی الفرض نص علیہ احمد،

یعنی بالغ آدمی کا فرض نماز میں بچے کی اقتداء کرنا صحیح نہیں ہے۔

حضرت امام احمد نے اس کی تصریح کی ہے۔

اور پھر ابن قدامہ فرماتے ہیں:

وھو قول ابن مسعود وابن عباس وبہ قال عطاء ومجاھد والشعبی ومالک والثوری والاوزاعی وابوحنیفۃ۔ (ص ۲۲۵/ ج ۲)

یعنی اور یہی مذہب حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابن عباس کا

بھی ہے، اور اسی کے قائل عطاء، مجاہد، شعبی، امام مالک، امام ثوری، امام اوزاعی اور امام ابو حنیفہ بھی ہیں۔

الکافی میں ہے:

الائتمام بکل امام بالغ مسلم (ج ۱ ص ۲۱)

یعنی اقتدا کرنا ہر اس امام کی ہے جو بالغ اور مسلمان ہو۔

غیر مقلدین نے جس روایت سے اس مسئلہ میں (کہ بچے کی امامت جائز ہے) استدلال کیا ہے اس کے بارے میں حضرت امام احمد بن حنبل فرماتے تھے کہ حضرت عمرو بن سلمہ والی بات ضعیف ہے اور کبھی فرماتے دعہ لیس بشئ۔ یعنی اس کو چھوڑو یہ کوئی چیز نہیں ہے، اور کبھی فرماتے لا ادری ای شئ ھذا؟ مجھے پتہ نہیں یہ کیا چیز ہے۔ (المغنی ص ۲۲۹ ج ۲)

اور بڑی بات یہ ہے کہ اس عمرو بن سلمہ والی حدیث میں یہ بھی ہے۔ وکنت اذا سجدت خرجت استی۔ یعنی جب میں سجدہ کرتا تھا تو میرا چوتڑ کھل جاتا تھا۔

یعنی وہ اتنے چھوٹے تھے کہ انکو اس کا بھی خیال نہ ہوتا کہ نماز میں چوتڑ کا کھلنا بھی کوئی عیب ہے، ابن قدامہ فرماتے ہیں دھذا اغیر سائغ یعنی اس طرح نماز پڑھنا اور پڑھانا جائز نہیں ہے۔

(المغنی ص ۲۲۹ ج ۲)

اگر غیر مقلدین کا اس مسئلہ میں مستدل یہی حدیث ہے (اور اس کے علاوہ کوئی دوسری حدیث انکے پاس ہے بھی نہیں) تو پھر انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ اس پوری حدیث پر عمل کرتے ہوئے انکا بھی یہی مذہب ہونا چاہئے کہ اگر نماز میں امام کا چوتڑ کھل جایا کرے تو بلا کراہت وہ نماز جائز ہو، اب مجھے معلوم نہیں کہ اس بارے میں انکا مذہب کیا ہے ایسا چوتڑ کھلے امام کے پیچھے

انکی نماز بلا کراہت صحیح ہو جاتی ہے یا کہ نہیں مجھے اس بارے میں انکی کتابوں میں کوئی صراحت نظر نہیں آئی، غیر مقلدین حضرات اس صحیح حدیث کو سامنے رکھتے ہوئے ذرا اس کی وضاحت فرمادیں ہم انکے ممنون ہوں گے۔

اور عجیب تر بات تو یہ ہے کہ انھوں نے اس مسئلہ میں اس حدیث سے استدلال کیسے کیا؟ جبکہ ان کا اصول تو یہ ہے۔

۔ صحابہ کے افعال سے حجت قائم نہیں ہو سکتی۔ (نذیر حسین دہلوی فتاویٰ نذیریہ ص۱۹۶)

اور ۔ و قول صحابی حجت نباشد۔ (عرف ص۲۰۸)

یعنی صحابی کا قول حجت نہیں۔

بہرحال عرض یہ کرنا ہے کہ فرض نماز میں نابالغ کی امامت کے عدم جواز پر جمہور کا اتفاق ہے، اور غیر مقلدوں کا جو مذہب ہے وہ شاذ ہے، اور وجہ اس کی یہ ہے کہ بچہ میں اسکی صلاحیت اور اہلیت ہی نہیں ہوتی کہ وہ امامت جیسی اہم ذمہ داری کا اہل قرار پائے۔

حافظ ابن قدامہ فرماتے ہیں:

لان الامامۃ حال الکمال والصبی لیس من اهل الکمال (مغنی ص۲۲۸ ج۲)

یعنی امامت کی حالت یہ ہے کہ آدمی دین و عقل کے اعتبار سے کامل ہو چکا ہو اور بچہ ابھی اس درجہ کمال کو نہیں پہونچ پایا ہوتا ہے۔

اور جب بچہ میں صفت کمال مفقود ہے تو وہ بالغ کی امامت کا (خاص طور سے فرض میں) اہل نہیں ہو سکتا۔ فلا یؤم الرجال کالمرأۃ، یعنی وہ مردوں کی امامت نہیں کرے گا جس طرح عورت مرد کی امامت نہیں کر سکتی (اس لئے کہ عورت بھی دین و عقل کے اعتبار سے کامل نہیں ہوتی)

نفل نماز کے سلسلہ میں حضرت امام احمد سے دو روایت ہے، ایک روایت تو یہ ہے کہ فرض نماز کی طرح نفل نماز میں بھی نابالغ بالغ کی امامت نہیں کر سکتا

جیسا کہ یہی مذہب احناف اور بہت سے دوسرے فقہاء کا ہے)، اور دوسری روایت یہ ہے کہ چونکہ نفل کا معاملہ فرض سے بہت ہلکا ہوتا ہے اس وجہ سے نفل نماز میں وہ بالغ کی امامت کر سکتا ہے۔

غیر مقلدوں کا مذہب ان آثار کے بھی خلاف ہے، حضرت عطاء سے مروی ہے

لا یؤم الغلام الذی لم یحتلم۔ (مصنف عبد الرزاق ج۲ ص۳۹۸)

یعنی جو بچہ بالغ نہیں ہے وہ امام نہیں ہوگا۔

اور حضرت ابن عباس کا ارشاد ہے۔

عن ابن عباس لا یؤم الغلام حتی یحتلم۔ (ایضا) جب تک بچہ بالغ نہیں ہو جاتا وہ امامت نہیں کر سکتا، ان دونوں ارشادات میں نفل اور غیر نفل کی کوئی قید نہیں ہے اسلئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں حضرات کا یہی مسلک ہے کہ بچہ نہ فرض میں امام ہو سکتا ہے اور نہ نفل میں۔

٣٣۔ مسئلہ

غیر مقلدین کے یہاں سونے چاندی کا استعمال صرف کھانے پینے کے برتن کے لئے حرام ہے اور بقیہ جگہوں پر سونے چاندی کا استعمال مردوں کیلئے جائز ہے۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں:

حرام است نوشیدن وخوردن در آوندہائے زر وسیم والحاق سائر استعمالات بداں ناتمام است۔ (عرف ص [illegible])

یعنی سونے اور چاندی کے برتن میں کھانا پینا حرام ہے مگر اس میں اور استعمالات کو شامل کرنا صحیح نہیں ہے۔

اور نواب صاحب حیدرآبادی فرماتے ہیں:

ولا تکرہ الکتابۃ بقلم الذہب والفضۃ او من دواتہما۔ (کنز ص ٢٩)

یعنی سونے اور چاندی کے قلم یا دوات سے لکھنا مکروہ نہیں ہے۔

اور فتاوی نذیریہ میں ہے۔

مرد کو چاندی کے بٹن لگانا جائز نہیں ناجائز ہونے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوئی۔ (١) (ج ٣ ص ٣٥٢)

---

(١) اگر ناجائز ہونے کی وجہ معلوم نہیں ہوئی تو پھر بلا وجہ معلوم اور بلا دلیل یہ شیخ الکل فی الکل سونے اور چاندی کے بٹن کے استعمال کو ناجائز کیوں کہہ رہے ہیں، کیا ان شیخ الکل کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ بلا علم فتویٰ دینا گمراہی ہے، اور بقول نبی الدین صلی اللہ ہے من افتی بغیر علم فضلوا واضلوا سے وہ اپنی اس شیخ الکلیت فی الکلیت کے باوصف سے بے خبر ہیں، اور اگر وہ اس سے باخبر ہیں تو دین کے باب میں ان کی بے باکی، جرأت اور ڈھیٹ پنے کی داد دینی چاہئے۔

غیر مقلدوں کا یہ مذہب احادیث اور جمہور کے مذہب کے خلاف ہے، جمہور کے خلاف ہونے کا اقرار تو خود محدث میاں نذیر حسین دہلوی شیخ الکل فی الکل کو بھی ہے، اس لئے کہ فتاوی نذیریہ میں اس مسئلہ کے ضمن میں لکھا ہے۔

"اگرچہ علماء کے نزدیک جس طرح سونے اور چاندی کے برتن میں کھانا اور پینا حرام ہے، اسی طرح سونے اور چاندی کی ہر چیز کا استعمال حرام ہے" (ص ۳۰۲/۲)

اور حدیث میں آنحضور کا یہ واضح ارشاد بھی موجود ہے۔

الذهب والحرير هذان حرام على ذكور امتي حل لاناثها۔

(فتاوی ابن تیمیہ ص ۶۵/۱ ج ۲۵)

یعنی سونے اور ریشم کا استعمال میری امت کے مردوں کیلئے حرام ہے۔ عورتوں کے لئے یہ جائز ہیں۔

ابن تیمیہ نے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"اما حياصة الذهب فمحرمة" (ایضا)

نیز فرماتے ہیں:

وكذلك تحريم الاكل والشرب فى آنية الذهب والفضة يقتضي المنع من انواع ذلك۔ (جلد ۸۵/۲۱)

یعنی سونے اور چاندی کے برتن میں کھانے پینے سے منع کرنے کا تقاضا یہ ہے کہ ان کا استعمال کسی طرح بھی نہ ہو۔

اور حضرت امام اہلسنت والجماعت کا مذہب المغنی میں یہ مذکور ہے۔

ويحرم استعمال الآنية مطلقا فى الشرب والاكل وغيرهما۔

یعنی سونے اور چاندی کے برتن کا استعمال مطلقاً حرام ہے خواہ کھانے پینے میں ہو یا اس کے علاوہ میں۔

بہرحال ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ غیر مقلدوں کا یہ مذہب سونے اور چاندی

کا استعمال مردوں کے لئے صرف کھانے اور پینے کیلئے حرام ہے۔ غلط اور باطل ہے
احادیث صحیحہ کے خلاف ہے۔

مضمون تنبیہ :۔ یہ اہلحدیث کیسے اہلحدیث ہیں کہ ان کے بڑوں کو بھی معلوم نہیں کہ حدیث کیا ہے۔ اور اہل سنت والجماعت اور سلف کا مذہب کیا ہے۔

مولوی محمد امین جوناگڈھی کا یہ شعر

اتنی شیخی نہ کر پڑھ کے ہدایہ صاحب
ابھی جا کر کہیں سیکھئے گردان حدیث

شیعوں کیلئے نہیں اپنے اس محدث کی شان میں پڑھنا بہتر تھا جس کی پوری زندگی ہدایہ پڑھنے پڑھانے میں گزر گئی تھی اور ہدایہ سے ان کے عشق کا حال یہ تھا کہ اس کتاب کے صفحے کے صفحے ان کو ازبر تھے، اور اس کی حدیث سے بے خبری کا یہ عالم تھا کہ سونے اور چاندی کا استعمال کہاں جائز اور کہاں ناجائز، انکو اس کا علم نہیں تھا مگر وہ شریعت کے سلسلہ میں جری اتنا تھا کہ دلیل سے بے خبر اور جاہل ہونے کے باوجود وہ فتوی دینے کی جرأت کر ڈالتا تھا۔

" ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہو ویسی سنو "

(۳۲) مسئلہ۔

غیر مقلدین کا مسلک یہ ہے کہ اگر فجر کی سنت فرض سے پہلے نہ پڑھ سکا ہو تو فجر کی فرض ادا کرنے کے بعد اس کو طلوع شمس سے پہلے ہی پڑھ لے۔

غیر مقلدوں کا یہ مذہب ان تمام حدیثوں کے خلاف تو ہے ہی جس میں فجر کی نماز کے بعد کسی قسم کی نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے مثلاً ایک صحیح حدیث یہی ہے۔

لا صلوٰۃ بعد الصبح حتی ترتفع الشمس ولا صلوٰۃ بعد العصر حتی تغیب الشمس۔ (بخاری ومسلم)

یعنی اللہ کے رسول کا ارشاد ہے صبح کی نماز کے بعد کوئی نماز نہیں تا آنکہ سورج بلند ہو جائے، اور عصر کی نماز کے بعد کوئی نماز نہیں حتی کہ سورج غروب ہو جائے۔

اور امام مسلم کی روایت میں جو حضرت عمرو بن عبسہ سے مروی ہے آنحضور کا یہ حکم موجود ہے۔

صل صلوٰۃ الصبح ثم اقصر عن الصلوٰۃ

یعنی صبح کی نماز پڑھنے کے بعد (جب تک سورج بلند نہ ہو جائے) کوئی نماز نہ پڑھو۔

اور صاحب مشکوٰۃ نے مسند احمد ابن حنبل اور رزین کے حوالہ سے حضرت جندب کی یہ روایت بھی نقل کی ہے۔

لا صلوٰۃ بعد الصبح حتی تطلع الشمس

یعنی صبح کی نماز کے بعد کوئی نماز نہیں ہے جبتک کہ سورج طلوع نہ ہو جائے۔

یہ ساری روایتیں ہیں ہی جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ فجر کی نماز کے بعد نہ سنت ہے اور نہ نفل اور اس وقت تک کوئی نماز نہیں پڑھنی ہے جب تک کہ

آفتاب طلوع ہو کر بلند نہ ہو جائے۔

لطف کی بات یہ ہے کہ ان روایات کے علاوہ ایک صحیح روایت اور بھی ہے جس کو خود غیر مقلدین کے طائفہ کے سب سے بڑے عالم "شیخ الکل فی الکل" میاں نذیر حسین محدث دہلوی نے اپنے فتاویٰ میں نقل کیا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ فجر کی سنت کی قضا طلوع شمس کے بعد ہی ہو گی اس سے پہلے اس کی قضا کرنا درست نہیں ہے۔

ایک سائل کے جواب میں میاں صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

صورت مسئولہ میں سنت متروکہ قضا کرنا چاہئے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: من لم یصل رکعتی الفجر فلیصلهما بعد ما طلع الشمس

(رواہ الترمذی)

اور اس کا ترجمہ فتاویٰ نذیریہ کے محشی نے یہ کیا ہے۔

جس نے صبح کی دو سنتیں نہ پڑھی ہوں وہ سورج نکلنے کے بعد پڑھے۔

(فتاویٰ نذیریہ ج۱ ص۴۸۳)

اگر حدیث صحیح ہے اور صحیح نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں اسلئے کہ غیر مقلد جماعت کا اتنا بڑا عالم اور محدث کسی ضعیف حدیث سے تو استدلال کرے گا نہیں تو پھر غیر مقلدین کو اپنے اس آبائی مذہب سے توبہ کر لینی چاہیے کہ وہ فجر کی سنت کو سورج کے طلوع ہونے سے پہلے ہی پڑھتے ہیں۔ اگر وہ اپنی کم علمی اور جہالت کی وجہ سے ابتک اس سے غافل رہے تو اب تو فرمودات رسول صلے اللہ علیہ وسلم نگاہوں کے سامنے ہیں۔

اگر غیر مقلدین سچ مچ یہ توالی صحیح جذبہ اور صحیح نیت سے گاتے ہیں۔

ما بلبلان نالان گلزار ما محمد

اور

ہوتے ہوئے مصطفےٰ کی گفتار
نہ دیکھ کسی کا قول و قرار

تو اب ان کو اپنے آباء و اجداد کی پیروی چھوڑ دینی چاہیے اور احادیثِ رسول پر عمل کرنے سے شرمانا نہ چاہیے۔

آخیر میں اتنا اور افادہ عام کی خاطر عرض کر دوں کہ فتاویٰ نذیریہ میں جو حدیث مذکور ہے کہ فجر کی سنت کو طلوعِ شمس سے پہلے نہ پڑھنا چاہیے۔ امام ترمذی اس حدیث کو ذکر کر کے فرماتے ہیں۔

والعمل علی هذا عند أهل العلم (فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۵۲)

یعنی اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔

اب غیر مقلدین امام ترمذی کے اس فیصلہ کی روشنی میں اپنے بارے میں یہ طے کریں کہ وہ اپنے کو اہل علم میں سے شمار کرتے ہیں یا جاہلوں میں سے۔

نہ ہم سمجھے نہ تم آئے کہیں سے
پسینہ پونچھئے اپنی جبیں سے

(طریق محمدی ص ۱۲)

(۴) **مسئلہ۔**

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ ہر مصلی کو ہر مصلی کے پیچھے نماز پڑھنی چاہئے اور یہ کہنا کہ بعض مصلی کے پیچھے بعض صورتوں میں نماز پڑھنا درست نہیں ہے اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں:

واصل صحت اقتداء ہر مصلی بہر مصلی ست وہر کز اعم باشد کہ بعض صور ممنوع ست بر آوردن دلیل واجب ست وغیست دلیل۔ (صـ۲۹ عرف)

یعنی اصل یہ ہے کہ ہر مصلی کی اقتداء ہر نماز پڑھنے والے کو صحیح ہے اور جسکو یہ زعم ہے کہ بعض صورتیں ممنوع ہیں اسکو اس کی دلیل پیش کرنی چاہئے اور اس کی کوئی دلیل ہے نہیں۔

مگر غیر مقلدوں کا یہ مذہب اور نواب صاحب کی یہ بات امام اہلسنت حضرت امام احمد بن حنبل کے مذہب کے خلاف ہے، بلکہ بہت سی احادیث کے بھی خلاف ہے ابن ماجہ کی روایت ہے جس کا مضمون یہ ہے۔

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ممبر پر ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ آپ فرما رہے تھے۔

کوئی کسی مرد کی امامت نہ کرے اور کوئی بدکار کسی مومن کی امامت نہ کرے۔

ابو حبیب بن عمر انصاری اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ میں نے واثلہ بن اسقع سے پوچھا کہ کیا میں قدریہ میں سے کسی کے پیچھے نماز پڑھ لیا کروں تو انھوں نے کہا:

قدری (جو اس کا قائل ہو کہ جو کچھ ہوتا ہے تقدیر سے ہوتا ہے بندوں کے کسی عمل کو ثواب و عذاب میں کوئی دخل نہیں) اسکے پیچھے نماز نہ پڑھو، پھر انھوں نے کہا کہ کیا

نے اگر کسی کے پیچھے نماز کبھی پڑھ لی تو اس کو دہرا لیتا ہوں ۔
اور حضرت امام احمد بن حنبل شرابی کے پیچھے نماز پڑھنے کو درست نہیں سمجھتے تھے ۔ (المغنی ج ۲ ص ۱۸۶)

نیز المغنی میں ہے ۔

ومن صلی خلف من یعلن ببدعتہ او بسکر اعاد ۔ (ج ۲ ص ۱۸۵)

یعنی جس نے کسی ایسے آدمی کے پیچھے نماز پڑھی جو کھلا بدعتی یا شرابی ہے تو وہ اپنی نماز کو دہرائے گا ۔

اور حضرت امام احمد فرماتے تھے ۔

لا تصل خلف احد من اھل الاھواء اذا کان داعیۃ الی ھواہ ۔

(المغنی ص ۱۸۵/۲)

یعنی اگر بدعتی ایسے ہوں جو اپنی بدعت کی طرف دعوت بھی دیتے ہوں تو ایسے شخص کے پیچھے تم نماز مت پڑھو ۔

اور اسی المغنی میں ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبل کسی بھی حال میں بدعتی کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے تھے ۔ (ص ۱۸۶/ج ۲)

اور ایک روایت میں یوں ہے ۔

لا یصلی خلف مرجئ ولا رافضی ولا فاسق الا ان یخافھم فیصلی ثم یعید ۔

(المغنی ج ۲ ص ۱۸۶)

یعنی حضرت امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ کسی مرجئی کسی رافضی اور کسی فاسق کے پیچھے نماز نہیں پڑھی جائے گی الا یہ کہ ان سے کسی بات کا اندیشہ ہو تو اسکے پیچھے نماز پڑھ کر پھر اس کو دہرا لے ۔

اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے ابن قدامہ حاصل کلام کے طور پر فرماتے ہیں ۔

فحصل من ھذا ان من صلی خلف مبتدع معلن ببدعتہ فعلیہ الاعادۃ ۔

(المغنی ج ۲ ص ۱۸۶)

یعنی ان سب کا حاصل یہ نکلا کہ اگر کسی کھلے بدعتی کے پیچھے کوئی نماز پڑھے گا تو اس پر اعادہ واجب ہے۔

غرض خاں صاحب کا یہ فرمانا کہ ہر مصلی کو ہر مصلی کی اقتدا کرنی چاہیے۔ حضرت امام احمد بن حنبل کے مذہب کی رو سے غلط ہے۔

اب معلوم نہیں کہ غیر مقلدین حدیث پر زیادہ عمل کرنے والے ہیں کہ امام اہلسنت حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، اور مسائل شرعیہ سے غیر مقلدین زیادہ واقف ہیں یا امام اہلسنت، اور معلوم نہیں کہ جو حدیثیں یہاں ذکر کی گئی ہیں ان مدعیان حدیث کے نزدیک ان میں حجت ہے کہ نہیں؟

(۳۵) مسئلہ۔

غیر مقلدین زمانہ نماز میں صرف رفع یدین کے قائل ہیں، اور عدم رفع کو غیر سنت قرار دیتے ہیں۔

مگر ان کا یہ عمل غیر مناسب ہے، اس وجہ سے کہ خود انکے بڑوں کا یہ کہنا ہے کہ رفع یدین اور عدم رفع یدین دونوں سنت ہے اور دونوں حدیث سے ثابت ہے۔ چنانچہ فتاوٰی نذیریہ میں میاں صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"در صورت مرقومہ بر علمائے حقانی پوشیدہ نیست کہ در رفع یدین بوقت رفتن در رکوع و وقت برداشتن سر از رکوع منازعت و مخاصمت و مشاجرت و معاضبت کردن خالی از تعصب مذہبی و جہالت نخواہد بود زیرا کہ رفع و عدم رفع در ہر دو مقام باوقات مختلفہ از آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ثابت است چہ دلائل طرفین دریں باب موجود، لہٰذا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ در شرح سفر السعادت بعد بیان دلائل طرفین نوشتہ اند کہ چارہ نیست از قول سنیت ہر دو فعل" (ص ۴۴۱ ج۱)

یعنی علمائے حقانی پر پوشیدہ نہیں ہے کہ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرنے میں لڑنا جھگڑنا تعصب اور جہالت سے خالی نہیں کیونکہ مختلف اوقات میں رفع یدین کرنا اور نہ کرنا آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے ثابت ہے، اور دونوں طرح کے دلائل موجود ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح سفر السعادت میں طرفین کے دلائل بیان کر کے لکھا ہے کہ دونوں فعل کے سنت ہونے کے قائل ہونے کے سوا کوئی اور چارہ نہیں ہے۔

اب جبکہ شیخ الکل فی الکل حضرت میاں صاحب محدث دہلوی کو خود اقرار ہے

کہ عدم رفع یدین بھی سنت ہے اور آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے ثابت ہے تو پھر ہم اس عدم رفع یدین کے سلسلہ کی احادیث کا ذکر کرنا یہاں ضروری نہیں سمجھتا۔

البتہ غیر مقلدین سے یہ پوچھنے کا ہر شخص کو حق ہے کہ آخر کیا وجہ ہے کہ آپ نے اس عدم رفع یدین والی سنت کو چھوڑ رکھا ہے جبکہ آپ کا دعوی یہ ہے کہ آپ تمام سنت ثابتہ پر عمل کرتے ہیں، آخر اس سنت ثابتہ پر عمل کرنے سے آپ کو کونسی چیز مانع ہے محض آباء و اجداد کی تقلید یا کچھ اور

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

دوسری بات جو ٹھیک اور بھی یہاں قابل ذکر ہے وہ یہ کہ غیر مقلدین یعنی بزعم خود اہلحدیث حضرات کا سارا زور صرف اس پر خرچ ہوتا ہے کہ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت ہی رفع یدین کرنا سنت ہے اور انکا عمل بھی بس اسی پر ہے، حالانکہ بخاری کی حدیث میں جو حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ سے مروی ہے دو رکعت پر قعدہ اولی سے اٹھنے پر بھی رفع یدین کا ذکر ہے، اب معلوم نہیں بخاری کی اس حدیث پر غیر مقلدوں کا عمل کیوں نہیں ہے جب کہ محدث میاں صاحب دہلوی و مولانا عبد الرحمن مبارکپوری بخاری و مسلم کی تمام احادیث صحیح مانتے ہیں۔ (۱)

---

(۱) میاں صاحب مرحوم و مولانا عبد الرحمن صاحب مبارکپوری کا متفقہ فیصلہ اس بارے میں یہ ہے کہ صحیح بخاری و مسلم میں تمام احادیث مرفوعہ مسندہ صحیح ہیں۔ فتاوی نذیریہ ص ۳۰۲

مسلم میں ہے اذا قرء الامام فانصتوا (جب امام نماز میں قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔) کیوں نہیں تسلیم کر کے اس پر عمل کرتے حالانکہ یہ مسلم کی حدیث ہے۔ م

اور اگر ہم فتاوی ابن تیمیہ کو دیکھیں تو حضرت امام ابن تیمیہ نے بھی صحیح حدیث کی بنا پر ایک اور بھی جگہ رفع یدین کو ثابت کیا ہے، اور وہ جگہ قرأت ختم کرنے کے بعد کی ہے، ابن تیمیہ فرماتے ہیں :

عن علی بن ابی طالب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان اذا قام الی الصلوٰۃ المکتوبۃ کبر ورفع یدیہ حذو منکبیہ ویصنع مثل ذلک اذا انقضی قراءتہ واذا اراد ان یرکع ویصنعہ اذا رفع من الرکوع۔ (ص۲۵۲)

حضرت علی آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب فرض نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہتے پھر اپنا دونوں ہاتھ شانوں کے برابر اٹھاتے اور اسی طرح اس وقت آپ کرتے جب اپنی قرأت ختم کرتے اور اس وقت جب آپ رکوع میں جاتے اور اس وقت جب آپ رکوع سے سر اٹھاتے۔

اس حدیث کو متعدد ائمہ حدیث نے ذکر کیا ہے، امام احمد نے، امام ابوداؤد نے، ابن ماجہ نے اور امام ترمذی نے اور امام ترمذی اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں :

"حدیث حسن صحیح"

امام ابن تیمیہ بھی اس حدیث کو صحیح تسلیم کر رہے ہیں، مگر آج تک ہم نے کسی غیر مقلد عالم کو یا غیر مقلدوں میں سے کسی عامی کو اس صحیح حدیث پر عمل کرتے ہوئے نہیں پایا، کیوں؟ اس وجہ سے کہ آباء واجداد نے اس صحیح حدیث پر عمل نہیں کیا ہے، تقلید صحیح حدیث کی نہیں آباء واجداد کی ہوگی، غیر مقلدین کتنا جھوٹ بکتے ہیں جب وہ کہتے ہیں کہ : "اہلحدیث تمام صحیح حدیث کو مانتے اور اس پر عمل کرتے ہیں"۔ اگر واقعۃً وہ تمام صحیح حدیث کو مانتے اور اس پر عمل کرتے ہیں اور "ما بلبلان نالاں گلزار ما محمد" محض قوالی کے طور پر نہیں گاتے ہیں تو خیر اب تک اگرچہ انکا عمل اس صحیح حدیث پر نہیں تھا تو اب سے عمل کر کے دکھلائیں اور اعلان کریں کہ رفع یدین کرنا قعدہ اولی سے اٹھتے وقت اور ہر رکعت کی قرأت ختم کرنے پر بھی ہے، دیدہ باید۔

مسئلہ۔

غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ اگر نماز پڑھنے کیلئے وضو کی ضرورت ہو اور قریب میں پانی نہ ہو تو بلا تاخیر تیمم کر کے نماز پڑھ لے پانی کی تلاش میں تگ و دو کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور اس کی بھی ضرورت نہیں ہے کہ پانی نہ ہونے کا یقین ہو اگر گمان بھی ہو کہ پانی نہیں ہے تو بھی بلا تاخیر تیمم کر کے نماز پڑھ لینی چاہئے۔ نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں:

و معتبر دراں علم یا ظن بعدم وجود ماء است و بحث و کشف و احضار سوال و طلب مخصوص در جہات اربعہ و یک میل یا انتظار تا آخر وقت آں نماز معتبر نیست۔ (عرف صفحہ ۱۵)

یعنی تیمم کرنے کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ اس کو یقین یا گمان ہو کہ پانی نہیں ہے اس کیلئے پانی کی تلاش کی جدو جہد لوگوں سے باصرار پانی کا مانگنا ادھر ادھر چاروں طرف اس کی جستجو یا پانی کی تلاش کے لئے میل دو میل کی قید یا نماز کو پانی کی تلاش میں آخر وقت تک مؤخر کرنا ان چیزوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

لیکن غیر مقلدین کا یہ مذہب قرآن کی اس آیت کے خلاف ہے۔

فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیبا۔

یعنی (اگر) تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی کا قصد کرو

اور اس حدیث کے بھی خلاف ہے۔

عن حذیفۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وجعلت تربتہا لنا طہورا اذا لم نجد الماء ۔ (رواہ مسلم)

یعنی حضرت حذیفہ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ مٹی ہمارے لئے پاک ہونے کا ذریعہ ہے بشرطیکہ ہمیں پانی میسر نہ ہو۔

اس آیت اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب تک پانی کا عدم وجود متحقق نہ ہو جائے (اور یہ اس وقت ہوگا جب پانی کی ضروری حد تک تلاش کر لی جائے اور پانی نہ ملے) اس وقت تک تیمم کرنا جائز نہ ہوگا۔

نیز اگر پانی کا ملنا متوقع ہو تو نماز کا مؤخر کرنا بھی ضروری ہے، اللہ تعالیٰ نے جس کو بھی قرآن و حدیث کی ذرا بھی فہم دیا ہے اس کیلئے اس بات کا سمجھنا کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔

امام بخاری کے نزدیک بھی غیر مقلدین کا یہ مسئلہ صحیح نہیں ہے، بخاری میں ایک باب یہ ہے۔

التیمم فی الحضر اذا لم یجد الماء وخاف فوت الصلوٰۃ۔

یعنی حضر میں تیمم اس وقت جائز ہے جہاں پانی نہ ملے اور نماز کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو۔

حافظ ابن حجر اس باب کے تحت لکھتے ہیں: (ص ۴۴۱ ج ۱)

جعله مقیدا بشرطین خوف خروج الوقت وفقد الماء۔ (فتح الباری)

یعنی امام بخاری نے تیمم کو دو شرطوں کے ساتھ مقید کیا ہے، ایک تو یہ کہ نماز نکلنے کے وقت کا اندیشہ ہو، اور دوسرے یہ کہ پانی نہ ملے۔

اور حضرت امام اہلسنت والجماعت حضرت امام احمد بن حنبل کا مسلک المغنی میں یہ لکھا ہے۔

المشهور عن احمد اشتراط طلب الماء لصحة التیمم (ص ۲۳۶ ج ۱)

یعنی امام احمد کا مشہور مذہب یہ ہے کہ وہ تیمم کے صحیح اور جائز ہونے کے لئے پانی کی طلب و جستجو کو شرط قرار دیتے ہیں۔

اور اسی المغنی میں یہ بھی ہے۔

ان تاخیر التیمم اولی لکل حال۔ (ج ۱ ص ۲۴۳)

یعنی (پانی کے نہ ملنے کی شکل میں) تیمم کو مؤخر کرنا ہر حال میں اولیٰ ہے۔
آپ نے دیکھا کہ غیر مقلدین کے مذہب و مسلک کی تائید نہ قرآن سے ہوتی ہے اور نہ حدیث سے، نہ جمہور علماء کے مسلک و مذہب سے حتیٰ کہ امام اہلسنت حضرت امام احمد بن حنبل اور سرخیل محدثین حضرت امام بخاری کا مذہب بھی وہ نہیں ہے جو غیر مقلدوں کا ہے۔
قرآن و حدیث اور محدثین و فقہاء کی مخالفت کے علی الرغم غیر مقلدین یہ کہتے نہیں تھکتے کہ وہ اور صرف وہی "اہلحدیث" ہیں۔

تعصی الالٰہ وانت تظہر حبہ
ھذا ورابی فی القیاس بدیع

یعنی تو حب خدا کا دعویدار تو ہے لیکن تعجب ہے کہ تو اس کی نافرمانیاں کر رہا ہے۔
(طریق محمدی ص۱۰۱۔۹)

(۴۷) مسئلہ

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ شراب پینے پر کوئی متعین حد نہیں۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں۔

پس حق آنست کہ جلد شراب غیر مقدرست بر مقدار رائے امام ست

(عــ۲۱۳ عرف)

یعنی حق یہ ہے کہ شراب کے بارے میں کوڑا مارنے کی کوئی متعین مقدار نہیں ہے۔ بلکہ یہ مقدار حاکم کی رائے پر ہے۔

خاں صاحب کی بات محض شیخ شوکانی کی تقلید میں ہے ورنہ حق یہ ہے کہ جیسا کہ امام ترمذی کا بیان ہے کہ صحابہ کرام کا عام مذہب یہ تھا کہ شراب پینے کی حد اسی کوڑا ہے یا کم از کم چالیس کوڑے جیسا کہ امام شافعی اور امام احمد کا مسلک ہے۔ اور امام مالک کا مذہب بقول حافظ ابن عبد البر یہ ہے۔

خواہ شراب پینے والا مرد ہو یا عورت ننگی پیٹھ پر اسی کوڑے لگائے جائیں گے۔

(الکافی ج ۲ ص ۱۰۷۹)

اور یہی مذہب جمہور علماء کا ہے، بعض ائمہ کے نزدیک شرابی کو چالیس کوڑے لگائے جائیں گے، حدیث دونوں طرح کی ہے، لیکن خواہ شراب پینے کی حد اسی کوڑے ہوں یا چالیس کوڑے بہر حال وہ متعین ہے، ترمذی میں ہے۔

عن ابی سعید الخدری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرب الحد بنعلین اربعین قال مسعر اظنہ فی الخمر۔ یعنی حضرت ابو سعید خدری کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے حد چالیس کوڑے لگائی، مسعر کہتے ہیں کہ میرا خیال یہ ہے کہ یہ شراب کی حد تھی۔

اور مسلم میں حضرت علی کی بارے میں ہے کہ انھوں نے فرمایا:

اے ابو جعفر کھڑے ہو اور اسکو کوڑے مارو، تو انھوں نے اسکو کوڑے مارنا شروع کیا اور حضرت علی اسکو گن رہے تھے، جب چالیس کوڑے ہو گئے تو حضرت علی نے کہا اب رک جاؤ، پھر حضرت علی نے فرمایا آنحضور نے چالیس کوڑے حد لگائی اور حضرت ابو بکر نے چالیس کوڑے حد لگائی، اور حضرت عمر نے اسی کوڑے لگائی، اور یہ سب سنت ہے، مگر مجھے چالیس کوڑے زیادہ پسند ہے۔

اور حضرت انس کی یہ روایت ترمذی میں ہے۔

ایک شخص آنحضور کی خدمت میں لایا گیا جس نے شراب پی رکھی تھی تو آپ نے دو کوڑے سے اسکو چالیس مار لگائی (جس کا مجموعہ اسی ہوا) اور ایسا ہی ابو بکر نے کیا پھر جب حضرت عمر کا زمانہ آیا تو آپ نے اس بارے میں لوگوں سے مشورہ کیا تو حضرت عبدالرحمٰن نے فرمایا، کہ ہلکی سے ہلکی حد اسی کوڑے ہیں چنانچہ حضرت عمر نے اسی کا حکم جاری فرمایا۔

امام ترمذی اس حدیث کو ذکر کرکے فرماتے ہیں:

وحدیث انس حدیث حسن صحیح والعمل علی هذا عند اهل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وغیرهم حد السکران ثمانون۔

یعنی حضرت انس کی یہ حدیث حسن اور صحیح ہے اور اہل علم صحابہ کرام کا ان پر عمل رہا کہ شرابی کی حد اسی کوڑا ہے۔

یہ تو تھا صحابہ کرام کا معمول اور ان کا مذہب و مسلک لیکن یہ نام کے اہلحدیث سلفیت کے مدعی کہتے ہیں کہ شراب کی کوئی متعین حد نہیں اور سنت خیر الوری پر مرنے کی دعا بھی کریں گے۔

یارب مروں میں سنت خیر الوریٰ کے ساتھ
محشر میں بھی کھڑا ہوں شفیع الوریٰ کے ساتھ

(طریق محمدی صفحہ ۱۵۰)

(۲۰۸) **مسئلہ** -

غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ اگر شادی میں مہر کا تعین بھی ہو چکا ہو اور خلوتِ صحیحہ بھی ہو گئی ہو مگر جماع نہ ہوا ہو تو شوہر پر کامل مہر واجب نہ ہو گی۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں:

نیست دلیل بر وجوب مہر کامل بمجرد خلوت و تمسک بغیر دلیل حلال نیست۔

(ص ۱۰۶ عرف)

یعنی اس پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ محض خلوت کی وجہ سے کامل مہر واجب ہو گی اور بلا دلیل بات سے استدلال اور تمسک کرنا یہ حلال نہیں ہے۔

لیکن ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب غیر مقلدین کے اس مذہب سے الگ ہے انکے نزدیک محض خلوت صحیحہ سے خواہ عورت کے ساتھ صحبت ہوئی یا نہ ہوئی ہو پوری مہر واجب ہو جاتی ہے، اور بقول ابن تیمیہ یہی مذہب خلفائے اربعہ کا بھی ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ سے اس بارے میں فتویٰ دریافت کیا گیا انھوں نے جو اس کا جواب دیا ہے اس کو اصل استفتاء کے ساتھ نقل کیا جا رہا ہے۔

وسئل رحمہ اللہ عن امرأۃ تزوجہا رجل و دخل بہا ثم ادعی انہا کانت ثیبا و تحاکما الی حاکم فارسل معہا امرأتین فوجد وھا کانت بکرا فانکر و نکل عن المہر ما یجب علیہ؟

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ ایک عورت سے ایک آدمی نے شادی کی اور شوہر نے بیوی سے خلوت بھی کی، پھر شوہر نے بیوی کے بارے میں یہ دعویٰ کیا کہ وہ باکرہ نہیں تھی ثیبہ تھی، اور میاں بیوی دو نوں حاکم کے پاس اپنا مقدمہ پیش کیا حاکم نے دو عورتوں کو اس بیوی کی تحقیقِ حال کے لئے

بیوی کے ساتھ کردیا۔ تحقیق کے بعد پتہ چلا کہ بیوی باکرہ ہے (اور شوہر کا بیان کہ وہ باکرہ نہیں ہے غلط ہے) لیکن پھر بھی شوہر مہر دینے سے انکار کر رہا ہے اب اس سلسلہ میں شوہر پر کیا واجب ہے ؟

یہاں یہ بات یاد رکھئے کہ شوہر بیوی کے ساتھ خلوت کرچکا ہے، اسکے بعد تحقیق ہورہی ہے کہ وہ بیوی اب بھی یعنی شوہر کے دخول اور اس سے خلوت کے بعد بھی باکرہ کی باکرہ ہی ہے، جس سے صاف ظاہر ہے کہ شوہر نے بھی اس کے ساتھ مجامعت اور مباشرتِ حقیقیہ نہیں کی، یعنی وطی اور صحبت نہیں صرف خلوت ثابت ہے، اب دیکھئے شیخ الاسلام کا فتویٰ کیا ہے، فرماتے ہیں:

لیس له ذلك، بل علیه کمال المهر کما قال زرارة وقضى الخلفاء الراشدون والائمة المهديون : ان من اغلق الباب وارخى الستر فقد وجبت عليه العدة والمهر، والله اعلم . (فتاوی ج ۳۲ ص ۱۹۷)

یعنی شوہر کو مہر سے انکار کرنے کا حق نہیں ہے، بلکہ اسکے ذمہ پوری مہر کی ادائیگی واجب ہے جیسا کہ زرارہ فرماتے ہیں اور خلفاء الراشدین اور تمام ائمہ مہدیین کا بھی یہی فیصلہ ہے کہ جس نے دروازہ بند کرلیا اور پردہ لٹکا لیا (اب خواہ اس نے بیوی سے جماع کیا ہو یا نہ کیا ہو) اس پر عدت اور مہر واجب ہے۔ واللہ اعلم۔

اب یہ غیر مقلدین ہی فیصلہ کریں کہ ان کا مذہب بلا دلیل ہے، یا شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور خلفائے راشدین اور ائمہ مہدیین کا ؟ اور اگر یہ سب غلط ہیں اور صرف غیر مقلدین ہی برحق ہیں تو ہم بھی غیر مقلدین کی جرأتِ ایمانی وغیرتِ حقانی دیکھنے پر حق کو لئی دیکھنا چاہتے ہیں وہ ذرا شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے اس فتویٰ دلیل سے رد کردیں۔

مسئلہ: (۲۹)

غیر مقلدین کے یہاں نبیذ کا پانی پاک ہے۔
نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں:
"آب نبیذ پاک ست" (عرف صـ۹)
یعنی نبیذ کا پانی پاک ہے۔

اس بیان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نبیذ خواہ مسکر ہو یا غیر مسکر یعنی اس میں نشہ پیدا کرنے کی صلاحیت ہو یا نہ ہو ہر حال میں اس کا پانی پاک ہے، رہا یہ کہ نبیذ کا پانی کیا چیز ہوتی ہے وہ خانصاحب اور غیر مقلدین جانیں۔ ہمیں تو صرف یہ بتلانا ہے کہ نبیذ غیر مقلدوں کے نزدیک شراب ہے اور شراب کی نجاست و حرمت قرآن میں منصوص ہے مگر وہ غیر مقلدین کے نزدیک حلال اور جائز اور پاک ہے۔

مسئلہ: (۳۰)

غیر مقلدین کے مذہب میں نبیذ میں اگر نشہ اور شدت نہ پیدا ہوئی ہو تو اس کا پینا جائز ہے۔
نواب صاحب حیدرآبادی لکھتے ہیں۔
والنبیذ حلال اذا لم یشتد ولم یسکر (صـ۱۰۲ کنز)
یعنی نبیذ میں اگر شدت اور نشہ نہ پیدا ہوا ہو تو وہ حلال ہے۔

ایک طرف نبیذ کے بارے میں غیر مقلدوں کے مذہب کی یہ وسعت ملاحظہ فرمائیے اور دوسری طرف اسی نبیذ کے سلسلہ میں احناف کے خلاف ان کا یہ پروپیگنڈہ بھی دیکھئے۔ مولانا اسماعیل وزیرآبادی سلفی لکھتے ہیں۔

ولكن الحنفية رحمهم الله يرون اربعة انواع من الخمر حراماً واربعة
[illegible] منه حلالاً۔ (حركة الانطلاق الفكري ص۲۹۱)

یعنی احناف رحمہم اللہ چار قسم کی شراب کو حرام کہتے ہیں اور چار قسم کی شراب
کو حلال کہتے ہیں۔

محسن سلفی عالم کی بددیانتی یہ ہے کہ نبیذ پر اس نے خمر کا اطلاق کیا ہے،
حالانکہ سب جانتے ہیں کہ احناف کے یہاں خمر مطلقاً حرام اور نجس ہے، ان کے
یہاں جو کچھ کلام ہے نبیذ کے سلسلہ میں ہے، مگر یہ بددیانت جماعت کذب و
افترا میں شیطان سے بھی آگے ہے۔

مولانا اسماعیل سلفی نے مذہب احناف بیان کرنے کیلئے درمختار کی
جو عبارت پیش کی ہے اس میں خمر کا کہیں ذکر بھی نہیں ہے، ذکر ہے تو نبیذ کا۔
خود نبیذ اور خمر کے سلسلہ میں ان کا جو مذہب ہے وہ آپ اس کتاب میں
ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ نبیذ کو تو چھوڑیے ان کے نزدیک خمر کے سلسلہ میں جو
وسعت ہے وہ کسی مذہب میں نہیں ہے، مگر یہ طعن کریں گے احناف پر
[illegible] سیدھوں کو ورغلانے اور بھڑکانے کیلئے یہ لکھیں گے۔

فالمذهب الحنفي يسمح الشرب بقدر الحاجة اذا صلحت النية۔
(حركة الانطلاق الفكري ص۲۹۱)

یعنی مذہب حنفی میں اگر نیت درست ہو تو شراب پینے کی بقدر حاجت
اجازت ہے۔

دیکھا آپ نے کذب بیانی اور افترا میں یہ شیطان کو بھی مات دے رہے
ہیں کیسے یہ ماشاء اللہ سلفی۔ اور اہلحدیث اور محمدی۔

(۴۱) مسئلہ۔

غیر مقلدین کے نزدیک عورت کی عدت کے ایام کا شمار حیض یا طہر کی مدت سے نہیں ہے بلکہ دم حیض کی صفت یا عورتوں کی عادت سے ہوگا۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں۔

ومعتبر در عدت ایام حیض رجوع بسوے صفات دم وعادت نسا رست ودر شرع دلیلے از برائے اقل واکثر طہر وحیض نیامدہ۔ (عرف ص۱۲۶)

یعنی عدت میں یا تو اعتبار عورتوں کے خون کی صفتوں کا ہوگا یا انکی عادتوں کا شریعت میں کوئی دلیل طہر وحیض کی مدت کے بارے میں وارد نہیں ہے۔

غیر مقلدین کا یہ مذہب جمہور کے خلاف ہے۔ قرآن کا ارشاد ہے۔

والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلاثۃ قروء (البقرۃ)

شیخ ابوبکر الجزائری اپنی تفسیر ایسر التفاسیر میں فرماتے ہیں:

ان علی المطلقۃ التی تحیض ان تنتظر فلا تتعرض للزواج مدۃ ثلاثۃ اقراء فان انتھت المدۃ ولم یراجعھا زوجھا فلھا ان تتزوج وھذا الانتظار یسمی عدۃ۔

یعنی وہ عورت جو مطلقہ ہوچکی ہے اور جس کو حیض آتا ہے تین اقراء تک شادی کے درپے نہ ہو، اگر یہ تین اقراء کی مدت گزر جائے اور اس کے شوہر نے اس سے رجوع نہ کیا ہو تو اب اس کے لئے جائز ہے کہ وہ شادی کرلے اور اس انتظار کا نام عدت ہے۔

اور "قرء" کی تفسیر فرماتے ہیں۔

القرء اما مدۃ الطھر او مدۃ الحیض یعنی قرء یا تو طہر کی مدت ہے یا حیض کی مدت ہے۔

اور چونکہ اس "قرء" کی تفسیر میں ائمہ کا اختلاف ہے اس وجہ سے عدت کی مدت بعض ائمہ نے تین طہر اور بعض ائمہ نے تین حیض بتلائی ہے۔
اور المغنی میں ہے۔

اقل الطهر بين الحيضتين ثلاثة عشر يوما۔ (ج ۱ ص ۳۱۰)
یعنی دو حیضوں کے درمیان طہر کی مدت تیرہ دن ہے۔
نیز اسی المغنی میں ہے۔

وقال مالك والثوري والشافعي وابو حنيفة اقل الطهر خمسة عشر يوما۔ (ايضا)
یعنی امام مالک امام ثوری امام شافعی اور امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ طہر کی کم سے کم مدت پندرہ دن ہے۔
آپ نے دیکھا جو غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ نہ طہر کی کوئی مدت ہے اور نہ حیض کی اس اطلاق کے ساتھ ائمہ اربعہ میں سے اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے اور نہ یہ جمہور کا مسلک ہے۔

(۴۲) مسئلہ۔

غیر مقلدوں کا مذہب یہ ہے کہ وضو میں پاؤں دھونے کے بجائے اس پر صرف مسح بھی کیا جا سکتا ہے، جیسا کہ خان صاحب بھوپالی کے اس ارشاد کا حاصل ہے۔ فرماتے ہیں:

وشک نیست کہ قرأت نصب وجر در آیہ کریمہ جواز غسل ومسح ہر دو کنند وبرائے ہر یکے قائلین تعنت بسیار کردہ اند، (ص۱۲ عرف)

یعنی اس میں شک نہیں کہ (فامسحوا برؤسکم وارجلکم) والی آیت کریمہ میں نصب اور جر دونوں کے ساتھ پڑھنا یہ دلیل ہے کہ پاؤں پر مسح بھی درست ہے اور پاؤں کا دھونا بھی درست ہے، جو لوگ صرف مسح یا صرف دھونے کے قائل ہیں انھوں نے بڑی زبردستی سے کام لیا ہے۔

نیز یہی خان صاحب فرماتے ہیں:

ومدلول کتاب عزیز مشروعیت یکے واحد از غسل ومسح علی الانفراد است نہ جمع میان، (ص۱۲ عرف)

یعنی کتاب اللہ سے ان دونوں غسل اور مسح میں سے ہر ایک کی مشروعیت تنہا تنہا ثابت ہوتی ہے، نہ یہ کہ دونوں کو جمع کیا جائے (کہ پاؤں دھویا بھی جائے اور اس کا مسح بھی ہو)

یہ بات تمام مسلمانوں کو معلوم ہے کہ وضو میں پاؤں پر مسح کرنا شیعوں کا مذہب ہے اہل سنت والجماعت میں غیر مقلدوں کے علاوہ (اگر انکو اہل سنت والجماعت میں شمار کرنا صحیح ہو) اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

غسل القدمین فی الوضوء منقول عن النبی صلی اللہ علیہ

نقلاً متواتراً۔ (فتاوی ج ۲۱ ص ۱۲۸)
یعنی وضو میں پاؤں کا دھونا آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم سے بطور تواتر ثابت ہے نیز وہ یہ بھی فرماتے ہیں:

ومن مسح علی الرجلین فھو مبتدع مخالف للسنۃ المتواترۃ والقرآن" (فتاوی ج ۲۱ ص ۱۳۴)

اب دیکھنا ہے کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے اس جال سے غیر مقلدین کیسے نکلتے ہیں اور مبتدع اور سنت متواترہ کے مخالف ہونے کے الزام سے اپنے کو کیسے بچاتے ہیں، امید ہے کہ وہ کہہ دیں گے ہم نواب صاحب کی یہ بات تسلیم نہیں کرتے اور وضو میں پاؤں کا دھونا ہمارا بھی مذہب ہے۔
لیکن سوال یہ ہے کہ نواب صاحب کی مجددیت کا پھر کیا ہوگا؟

یا ہاتھ ٹوٹ جائیں گے یا کھولیں گے نقاب
سلطانِ عشق کی یہی فتح و شکست ہے

(تکاح محمدی ص ۳)

(۳۴) مسئلہ

غیر مقلدوں کے مذہب میں عیب کی وجہ سے نکاح کا فسخ کرنا جائز نہیں، نواب صاحب بھوپالی عرف الجادی میں فرماتے ہیں۔

ودربارہ فسخ نکاح از عیوب تحتے نیز نیامدہ ومرفوع بثبوت نرسیدہ (ص۱۱۳)

یعنی عیبوں کی وجہ سے نکاح فسخ کرنے کے بارے میں کوئی روشن دلیل نہیں ہے اور جو مرفوع حدیث ہے وہ ثابت نہیں ہے۔

غیر مقلدوں کا یہ مذہب شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے فتویٰ کے خلاف ہے، وہ فرماتے ہیں:

اذا ظهر باحد الزوجين جنون او جذام او برص فللآخر فسخ النكاح۔ (فتاوی ج۳۲ ص۱۷۱)

یعنی اگر میاں بیوی میں سے کسی کے بارے میں یہ معلوم ہوا کہ اسکو جنون، یا جذام، یا کوڑھ ہے تو دوسرے کو نکاح کا فسخ کرنا جائز ہے۔

نیز فرماتے ہیں:

اذا ظهر ان الزوج مجذوم فللمرأة فسخ النكاح بغير اختيار الزوج۔ (ایضا)

یعنی اگر یہ پتہ چلا کہ شوہر مجذوم ہے تو شوہر کے اختیار کے بغیر بیوی کو نکاح فسخ کرنے کا اختیار ہے۔

نیز شیخ الاسلام سے سوال ہوا کہ ایک آدمی نے ایک عورت سے یہ سمجھ کر شادی کی کہ وہ باکرہ ہے، لیکن نکاح کے بعد معلوم ہوا کہ اسے مسلسل خون آتا ہے تو کیا شوہر نکاح فسخ کرنے کا حق رکھتا ہے؟ تو ان کا جواب تھا۔

هذا عيب يثبت به فسخ النكاح ۔ (ایضا ص۱۷۲)

یعنی یہ عیب ہے اس سے نکاح فسخ ہو جائے گا۔

اب معلوم نہیں پکا اہلحدیث اور کتاب وسنت پر عمل کرنے والا کون ہے، آج کے غیر مقلدین یا شیخ الاسلام ابن تیمیہ۔؟

اوپر کے بیان سے معلوم ہوا کہ جس طرح شوہر یعنی لڑکے کو نکاح کے فسخ کا حق حاصل ہے اسی طرح بیوی کو بھی یعنی لڑکی کو بھی عیب کی بنا پر فسخ نکاح کا اختیار ہے۔ پس خاں صاحب کا یہ فرمانا کہ

"و ہم چنیں در فسخ بنت دلیلے صحیح نیامدہ و اصل بقاء بر نکاح است۔"

یعنی اسی طرح لڑکی کے فسخ کرنے کی کوئی صحیح دلیل نہیں ہے اور اصل یہ ہے کہ وہ نکاح پر باقی رہے گی۔

شیخ الاسلام کے فتویٰ کی رو سے غلط ہے، ابھی اوپر معلوم ہوا کہ اگر شوہر میں کوئی عیب ہے مثلاً جذام، برص، جنون وغیرہ تو بیوی کو پورا حق ہے کہ وہ نکاح کو فسخ کر دے ——— اور یہ صرف شیخ الاسلام ہی کے فتویٰ کی بات نہیں ہے، غیر مقلدین نے جمہور مسلمین کی اس سلسلہ میں مخالفت کی ہے، تقریباً تمام ائمہ کا یہی مذہب ہے کہ عیوب کی وجہ سے نکاح کا فسخ زوجین میں سے ہر ایک کو حاصل رہتا ہے۔

الکافی میں پوری ایک فصل اس سلسلہ کی ہے، جس کا عنوان ہے۔

باب العیوب التی یفسخ بہا النکاح اذا کانت باحد الزوجین۔ (الکافی ص ۵۶۵ ج ۲)

یعنی یہ باب اس بات کے بیان میں ہے کہ اگر میاں بیوی کے کسی میں کوئی عیب ہو تو اس کی وجہ سے نکاح فسخ ہو سکتا ہے۔

اور ابن تیمیہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ اجماعی ہے۔ مگر غیر مقلدین کو کون سمجھائے کہ عدم تقلید بہت بری بلا ہے۔ خصوصاً آج کے زمانہ میں اس سے آدمی راہ حق سے بھٹکتا ہے، ٹھوکریں کھاتا ہے، منہ کے بل گرتا ہے، اور "سبیل المؤمنین" سے دور بہت دور چلا جاتا ہے، کہ پھر اس کی طرف واپسی مشکل ہوتی ہے۔

(۴۴) **مسئلہ۔**

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ نمازیں بجمع تقدیم و تاخیر بلا عذر شرعی محض دنیاوی ضرورت کے پیش نظر بھی جائز ہے۔

نواب صاحب حیدر آبادی لکھتے ہیں:

یجوز الجمع بین الظہر والعصر وکذالک بین المغرب والعشاء جمع تقدیم وتاخیر لسفر او عذر او مرض او حاجۃ من حوائج الدنیا والآخرۃ۔ (کنز)

یعنی جائز ہے کہ ظہر اور عصر کو جمع کر کے پڑھا جائے اسی طرح مغرب اور عشاء کو بھی خواہ یہ جمع کرنا تقدیماً ہو یا تاخیراً، دونوں طرح جائز ہے، اور خواہ جمع کرنا سفر یا عذر یا مرض کی وجہ سے ہو یا کسی دنیاوی یا اخروی ضرورت کی وجہ سے ہو۔

قرآن میں ہے: ان الصلوٰۃ کانت علی المومنین کتابا موقوتا جس کا صاف مطلب ہے کہ نماز کی ادائیگی اپنے اپنے وقت میں فرض ہے، شیخ ابوبکر جزائری مشہور سلفی عالم اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

فاخبر ان الصلوٰۃ مفروضۃ علی المومنین وانہا موقوتۃ باوقات لا تودی الا فیہا۔ (ایسر التفاسیر ص ۴۳۹ ج ۱)

یعنی اللہ نے یہ بتلایا کہ نماز مومنین پر فرض ہے اور وہ وقت کے ساتھ موقت ہے اس کی ادائیگی اپنی اوقات میں ہو گی۔

اور تفسیر مظہری میں ہے۔

محدودا باوقات لا یجوز اخراجہا منہا۔

یعنی نماز اوقات کے ساتھ متعین ہے نماز کو اس کے وقت سے باہر کر کے ادا کرنا جائز نہیں۔

ایک طرف قرآن کا یہ واضح ارشاد ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کی ادائیگی اگر اوقات میں نہ ہو تو نماز درست اور صحیح نہیں ہوگی، اور دوسری طرف غیر مقلدوں کا یہ نرالا مذہب دیکھئے کہ کسی دنیاوی ضرورت کے پیش نظر بھی نماز کو اکٹھا کر کے اور ان کے اوقات محدودہ کے علاوہ میں بھی پڑھا جا سکتا ہے۔

جبکہ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اگر کوئی شرعی عذر ہو تو دو نمازوں کو اکٹھا کر کے پڑھا جا سکتا ہے اور وہ بھی محض صورۃً نہ کہ حقیقتاً، یعنی دونوں نمازیں اپنے اپنے اوقات ہی میں پڑھی جائیں گی بس فرق یہ ہوگا کہ ایک کو اول وقت میں اور ایک کو اسکے آخر وقت میں پڑھا جائیگا۔ اور بلا عذر شرعی تو کسی بھی صورت میں جائز نہیں۔ خود غیر مقلد عالم مولانا عبد الرحمٰن مبارکپوری تحفہ میں فرماتے ہیں:

وذهب الجمهور الی ان الجمع لغیر عذر لا یجوز (ص ۱۶۶/۱ تحفہ)
یعنی جمہور کا یہ مذہب ہے کہ بلا عذر دو نماز کو اکٹھا کر کے پڑھنا جائز نہیں۔ (۱)

اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: واما الجمع فانما کان یجمع بعض الاوقات اذا جد به السیر وکان له عذر شرعی (ص ۲/۲۴ فتاوی) یعنی آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی دو نماز کو جب سفر کی جلدی ہوتی اور آپ کو کوئی عذر شرعی پیش ہوتا اکٹھا کر کے پڑھ لیا کرتے تھے۔

اگر کوئی شخص پوری دنیائے غیر مقلدیت کو یہ چیلنج کر دے کہ کسی ایک صحیح بلکہ ضعیف حدیث سے بھی وہ ثابت کر دیں کہ بلا عذر شرعی محض دنیاوی ضرورت کے پیش نظر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو نمازوں کو انکے وقت سے ہٹا کر اکٹھی پڑھا ہے، تو امید ہے کہ غیر مقلدوں کو دن میں تارے نظر آ جائینگے۔ اور انکی ساری غیر مقلدیت اور اہلحدیثیت دھری کی دھری رہ جائیگی۔

---

(۱) مگر کیا کریں آباء واجداد کی پیروی ہمیں جمہور کے مذہب پر چلنے سے مانع ہے اور ہم بلا عذر شرعی اور دنیا کی ضرورت کی خاطر بھی دو نمازوں کو اکٹھا کر کے پڑھ لیتے ہیں۔

مسئلہ۔ (۴۵)

غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا۔

۔ زید نماز عشاء میں جماعت کے ساتھ آخری رکعت میں ملتا ہے، سلام پھیر کر باقی رکعات بلند آواز سے پڑھتا ہے اور بکر اس کی اقتدا کرتا ہے، زید کا یہ فعل بلند آواز سے پڑھنا جائز ہے؟ اور بکر کا اس کے ساتھ شامل ہو کر پورا کرنا کیسا ہے؟

جواب۔

یہ صورت حدیث میں نہیں آئی اگر کوئی شخص نیک نیتی سے ایسا کرے گا تو اجر ملے گا، محدثین اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے۔

(۱۷ر جولائی ۱۹۳۶ء پرچہ اہلحدیث)

اس جواب سے غیر مقلدین کا یہ دعویٰ جھوٹا ہو گیا کہ وہ کوئی بات بلا حدیث نہیں کہتے ہیں، جو صورت حدیث میں نہیں آئی محض امام شافعی اور محدثین کی تقلید میں اس کے بارے میں یہ کہنا کہ اس پر اجر ملے گا، کیا یہ قول بالرای نہیں ہے؟! یہ غیر مقلدین کی شریعت میں حرام ہے مگر اس حرام کا ارتکاب شیخ الاسلام صاحب بڑے دھڑلے سے کر رہے ہیں اور اس کیلئے پناہ لے رہے ہیں، محدثین اور امام شافعی کی۔

اور حضرت شیخ الاسلام کا یہ فرمانا۔

۔ اگر کوئی شخص نیک نیتی سے ایسا کرے گا تو اجر ملے گا محدثین اور امام شافعی کا یہی مذہب ہے۔

یعنی کیا مذہب ہے؟ آیا یہ کہ اگر کوئی شخص ان باتوں کو کیا کرے جو حدیث میں نہیں ہیں تو اس کو اس کے حسن نیت کی وجہ سے ان خلاف حدیث باتوں

کے کرنے میں ثواب ملتا رہے گا؟ اگر شیخ الاسلام کا مقصود یہی ہے تو اولاً محدثین اور امام شافعی رحمہم اللہ پر یہ سراسر افتراء اور بہتان ہے، شیخ الاسلام صاحب کسی محدث یا امام شافعی کے کسی قول سے اسکی دلیل پیش کریں۔

ثانیاً یہ کہ شیخ الاسلام صاحب نے بدعتیوں کیلئے بڑے پتے کی بات کہہ دی ہے اب وہ اپنے بہت سے ان امور میں جو خلافِ حدیث ہیں اور جن کا ذکر حدیث میں نہیں ہے یہ کہہ دیا کریں گے کہ یہ کام ہم لوگ حسن نیت سے کر رہے ہیں، اور جو کام نیک نیتی سے کیا جائے اگرچہ اس کا ذکر قرآن وحدیث میں نہ ہو اس پر اجر ملتا ہے۔ شیخ الاسلام ابو الوفا حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب "اہلحدیث" کا یہی فتویٰ ہے۔ اب دیکھتے ہیں غیر مقلدین ان بریلویوں اور بدعتیوں سے اس فتویٰ کی روشنی میں کیسے نمٹتے ہیں۔

اور اگر مولانا ثناء اللہ صاحب کا اپنے فتویٰ کی عبارت سے یہ مطلب ہے کہ سائل نے جو مسئلہ پوچھا ہے وہ مذہب امام شافعی اور محدثین کا ہے تو امام شافعی یا کسی محدث کے قول سے یہ مسئلہ ثابت کر دیں، شیخ الاسلام تو گزر چکے اب یہ ذمہ داری غیر مقلدین کا طائفہ موجودہ اٹھائے، ہم بھی دیکھتے ہیں کہ غیر مقلدین میں کتنا دم ہے اور وہ اپنے شیخ الاسلام کی آبرو کس طرح بچاتے ہیں، یہی مولانا امرتسری فرماتے ہیں کہ "اہلحدیث وہ ہے جو بلا تقلید کسی امام کے حدیث پر عمل کرے"۔ (اہلحدیث ۹ جولائی ۱۹۳۹ء) اب ان سے کون پوچھے کہ امام شافعی امام تھے یا نہیں، آخر یہاں انکی تقلید کیسے جائز ہو گئی؟

مسئلہ۔ (۳۶)

مولانا ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا۔

۔ جو شخص باقاعدہ نماز پنجوقتہ نہ پڑھے کبھی کبھی پڑھے اس کا جنازہ جائز ہے یا نہیں؟ ارشاد ہوا۔

۔ ایک ضعیف حدیث میں آیا ہے کہ صلوا علی من قال لا الہ الا اللہ جو لا الہ الا اللہ پڑھے اس کا جنازہ پڑھ لیا کرو۔

(پرچہ اہلحدیث ۱۱ر ذی قعدہ ۱۳۵۴ھ)

لیجئے یہ بھی خوب رہی ایک طرف غیر مقلدین حضرات کا دعوٰی ہے کہ وہ صرف صحیح حدیث کو مانتے ہیں اور صرف صحیح حدیث پر عمل کرتے ہیں اور یہاں مولانا امرتسری جو اس طائفہ کے شیخ الاسلام ہیں۔ بلادھڑک ضعیف حدیث سے استدلال کر رہے ہیں۔

مقلدین اور خاص طور سے احناف بیچارے غیر مقلدین کے اس اعتراض سے بڑے پریشان رہتے کہ۔

۔ مذہب حنفی بھی کیسا یتیم مذہب ہے کہ جس کی بنیاد کسی ضعیف حدیث پر یا کسی امام کی رائے پر ہے۔

مولانا ثناء اللہ صاحب کے اس جواب سے انکو بڑی ڈھارس ہوگی کہ چلو مسائل دینیہ میں ضعیف حدیث سے بھی استدلال کیا جا سکتا ہے۔

مولانا ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مناظر تھے۔ جو بات کہتے تھے اس کا آگا پیچھا پہلے دیکھ لیا کرتے تھے جیسا کہ ہوشیار مناظر کی صفت ہوتی ہے، ان سے پوچھا گیا کہ اہلحدیث کسے کہتے ہیں تو ان کا جواب تھا۔

۔۔ اہلحدیث وہ ہے جو بلا تقلید کسی امام کے حدیث پر عمل کرے ۔۔

یہاں جواب میں مولانا مرحوم نے صرف ۔حدیث۔۔ لکھا، صحیح حدیث نہیں لکھا، اسلئے

مسئلہ مذکورہ میں ہم مولانا امرتسری مرحوم کی اہلحدیثیت پر تو انگلی اٹھا نہیں سکتے ان کا جواب حدیث ہی کی روشنی میں ہے اگرچہ وہ حدیث ضعیف ہے ...... مگر .....
یہ جو "اہلحدیثوں" کا طائفہ حاضرہ ہے جو صحیح حدیث صحیح حدیث کی رٹ لگائے رہتا ہے ہم اس سے پوچھتے ہیں کہ تم جو یہ نعرہ لگاتے ہو کہ ہم اہلحدیث صرف صحیح حدیث پر عمل کرتے ہیں، یہ بتلاؤ کہ تمہارے شیخ الاسلام اہلحدیث تھے یا نہیں اگر وہ اہلحدیث نہیں تھے (یاد رہے کہ مولانا امرتسری دیوبند کے فارغ تھے اسلئے ان کا اہلحدیث نہ ہونا چنداں تعجب خیز نہیں) تو پھر تو ہمیں کچھ نہیں کہنا ہے تو شادباش کہ مار ارشاد کر دی۔

اور اگر مولانا اہلحدیث تھے تو پھر انھوں نے جو ضعیف حدیث سے استدلال کیا ہے تو اس بارے میں تم کیا کہتے ہو ؟ کیا ضعیف حدیث سے استدلال کرنا صرف حنفیوں کے لئے حرام ہے اور وہ تمہارے لئے شیر مادر ہے !

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

(۴۷) مسئلہ۔

غیر مقلدوں کا مذہب یہ ہے کہ جمعہ کا غسل واجب ہے۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں:

"وبرائے جمعہ واجب ست" (عرف ص ۱۴)

یعنی جمعہ کیلئے غسل کرنا واجب ہے۔

لیکن غیر مقلدین کا یہ مذہب جمہور مسلمین کے مذہب کے خلاف ہے، جمہور کے نزدیک جمعہ کا غسل مستحب اور سنت ہے واجب نہیں۔

غیر مقلد عالم مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری لکھتے ہیں:

اختلف اهل العلم فی الغسل یوم الجمعة فذهب جمهور المسلمین الی انه مستحب وقال جماعة انه واجب۔ (تحفة ج ۱ ص ۳۵۸)

یعنی اہل علم کا جمعہ کے غسل کے سلسلہ میں اختلاف ہے، جمہور مسلمین کا مذہب یہ ہے کہ وہ مستحب ہے اور چند لوگوں کا یہ مذہب ہے کہ یہ غسل واجب ہے۔

جمہور کا استدلال مندرجہ ذیل "حدیث" سے ہے، جس کو غیر مقلدین نے رد کر دیا ہے۔

عن سمرة بن جندب قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من توضأ یوم الجمعة فبها ونعمت ومن اغتسل فالغسل افضل۔

(رواه الترمذی)

یعنی سمرہ بن جندب فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول نے فرمایا کہ جس نے جمعہ کے دن (صرف) وضو کیا تو بھی خوب کیا، اور جس نے غسل کیا تو یہ غسل کرنا افضل اور بہتر ہے۔

اور امام ترمذی فرماتے ہیں۔

والعمل علی هذا عند اهل العلم من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم

ومن بعدهم اختاروا الغسل يوم الجمعة ورأوا ان يجتزئ الوضوء من الغسل يوم الجمعة۔

یعنی صحابہ کرام میں سے اہل علم کا نیز بعد کے لوگوں کا بھی یہی مذہب ہے کہ ان لوگوں نے جمعہ کے دن نہانے کو پسندیدہ قرار دیا ہے لیکن وہ کہتے ہیں کہ صرف وضو کر لینا بھی جمعہ کے دن کے غسل سے کفایت کرے گا۔

مسئلہ (۴۸)

غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ ظہر کی نماز گرمی میں تاخیر سے پڑھنی چاہیئے۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں :

ودر اشتداد حر تبرید بظہر آمدہ (ص ۱۸ عرف)

یعنی سخت گرمی میں ظہر کی نماز کو سورج کی تمازت کم ہونے پر پڑھنے کا حکم ہے۔

آج کل غیر مقلدین نے اس مسئلہ پر عمل کو اجتماعی طریقہ پر محض احناف کی ضد میں ترک کر رکھا ہے۔ اور ان کے کسی عالم کو یہ توفیق نہیں ہوتی ہے کہ اپنے عوام کو نماز کا یہ صحیح مسئلہ بتلائیں اور اس پر عمل کرائیں۔ اور ان کے اس عناد اور ضد نے کہ ہر زمانہ میں ہر نماز شروع ہی وقت میں پڑھی جائے گی انکو اللہ کے رسول کی اس صحیح حدیث کا مخالف بنا رکھا ہے۔ ترمذی میں ہے :

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اشتد الحر فابردوا عن الصلوٰۃ فان شدۃ الحر من فیح جھنم۔

یعنی حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ جب گرمی سخت ہو تو نماز ٹھنڈے وقت میں پڑھا کرو اسلئے کہ گرمی کی شدت جہنم کے اثر سے ہوتی ہے۔

اور یہی جمہور کا مسلک ہے۔ اور امام ترمذی فرماتے ہیں :

قال الترمذی: ومعنی من ذھب الی تاخیر الظھر فی شدۃ الحر ھو اولی واشبہ بالاتباع۔

یعنی ان لوگوں کا مقصود جو سخت گرمی میں نماز کو مؤخر کر کے پڑھتے ہیں زیادہ اولی اور لائق اتباع ہے۔

اور مولانا عبد الرحمٰن مبارکپوری لکھتے ہیں :

. حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں کہا ہے کہ جمہور اہل علم کا یہی قول ہے کہ سخت گرمی میں ظہر کی نماز کو مؤخر کرنا مستحب ہے تا آنکہ وقت ٹھنڈا ہو جائے اور دھوپ کی شدت میں کمی آ جائے۔

اور خود مولانا مبارکپوری کا فیصلہ بھی یہی ہے۔

الظاهر عندي ما ذهب اليه الجمهور (ص ۱۲۷/۱ تحفہ)

یعنی میرے نزدیک قوی بات وہی ہے جو جمہور کا مذہب ہے۔

اب بھی غیر مقلدین زمانہ میں اور ظہر کی نماز کو مئی اور جون کے مہینہ میں بھی اول ہی وقت اور زوال کے فوراً بعد ادا کریں تو اسکے سوا اور کیا کہا جائے گا کہ یہ ان کا محض پروپیگنڈہ ہے کہ وہ متبع کتاب و سنت ہیں حقیقت سے ان کا کوئی تعلق نہیں اور یہ کہ

کہنے کی زبان اور ہے کرنے کی زبان اور

(طریق محمدی)

(۴۹) مسئلہ۔
غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ حیض کی کوئی مدت نہیں نہ کم کی نہ زیادہ کی
نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں:
نیست مدت برائے اقل و اکثر حیض (ص۱۹ عرف)
یعنی حیض کی کوئی مدت نہیں ہے نہ کم کیلئے نہ زیادہ کیلئے۔
غیر مقلدوں کا یہ مذہب ائمہ اربعہ کے خلاف ہے، تفصیل درج ذیل ہے۔
امام احمد جو امام اہلسنت کے نام سے صرف مقلدین میں نہیں بلکہ غیر مقلدوں میں بھی مشہور ہیں، ان کا مذہب ہے۔
اقل الحیض یوم واکثرہ خمسۃ عشر یوماً۔ (المغنی ص۳۰۸ ج۱)
یعنی حیض کی کم سے کم مدت ایک دن ہے اور اسکی اکثر مدت پندرہ دن ہے۔
اور امام ثوری اور امام ابو حنیفہ کا مسلک یہ ہے۔
وقال الثوری وابو حنیفۃ اقلہ ثلاثۃ ایام واکثرہ عشرۃ (ایضاً)
یعنی امام ثوری اور امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ حیض کی کم سے کم مدت تین دن ہے اور اس کی اکثر مدت دس روز ہے۔
اور امام مالک کا مذہب ہے۔
واکثر الحیض خمسۃ عشر یوما ولیس لاقلہ حد (الکافی ص۱۸۵ ج۱)
یعنی حیض کی اکثر مدت پندرہ دن ہے البتہ کم کی کوئی حد نہیں۔
اور امام شافعی کا مذہب وہی ہے جو حضرت امام احمد بن حنبل کا ہے، یعنی حیض کی کم سے کم مدت ایک روز اور زیادہ سے زیادہ مدت پندرہ دن۔
غرض غیر مقلدین نے جو یہ مذہب بنایا ہے کہ حیض کی کوئی مدت ہی نہیں نہ کم کی نہ زیادہ کی یہ ان کا اپنا اجتہاد ہے اور امت کے اجماعی مذہب کے

خلاف ہے۔

اب یا تو غیر مقلدین یہ کہیں کہ کتاب و سنت کی روشنی صرف انہیں کو حاصل ہے بقیہ اور ائمہ اسلام بالکل تاریکی میں ہیں یا پھر اقرار کریں کہ انکا مذہب شاذ ہے اور سلف و خلف کے خلاف ہے۔

من بگویم کہ ایں مکن و آں کن
مصلحت بیں و کار آساں کن

(۵۰) مسئلہ۔

غیر مقلدوں کے مذہب میں مریض کیلئے تیمم اس وقت جائز ہے جبکہ اس کا اندیشہ ہو کہ پانی کے استعمال سے وہ مر جائے گا۔

خان صاحب بھوپالی فرماتے ہیں۔

اگر در غسل خوف مرگ باشد تیمم نماید۔ (ص ۱۲ عرف)

(یعنی اعضائے بدن دھونے میں پانی کے استعمال سے) اگر موت کا خوف ہو تو تیمم کرے ہو لیکن غیر مقلدوں کا یہ مذہب شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی اس تصریح کے خلاف ہے۔

التیمم جائز اذا عدم الماء وخاف المرض باستعماله ۔

یعنی تیمم کرنا اس وقت جائز ہو جاتا ہے جب پانی نہ ملے یا پانی کے استعمال سے بیمار ہونے کا اندیشہ ہو۔

نیز فرماتے ہیں:

فمن كان الماء يضره بزيادة في مرضه لاجل جرحه او مرض او لخشية البرد ونحو ذلك تيمم ۔

یعنی جسکو پانی کے استعمال سے ضرر لاحق ہوتا ہے، مثلاً زخم کی وجہ سے اس کا مرض بڑھ جاتا ہے، یا کوئی بیماری لاحق ہو جاتی ہے، یا اس کو ٹھنڈک لگ جانے کا اندیشہ ہے یا اس طرح کا کوئی اور نقصان پیدا ہو جاتا ہے تو وہ تیمم کریگا۔

غرض امت مسلمہ میں غیر مقلدوں یا ان جیسے شاذ لوگوں کے علاوہ کسی اور کا یہ مذہب نہیں ہے کہ تیمم اس وقت جائز ہوگا جب پانی کے استعمال سے مر جانے کا خوف ہو، جمہور کا یہی مسلک ہے کہ اگر پانی کے استعمال سے آدمی کو نقصان پہونچتا ہے یا اس کے مرض میں اضافہ ہوتا ہے تو اسکو تیمم کرنیکی اجازت ہے

امام مالک کا مذہب الکافی میں یہ لکھا ہے :

اذا خاف الزیادۃ فی مرضہ او تاخر برئہ تیمم ۔ (الکافی ج ۱ ص ۱۸۱)

یعنی جس کو مرض بڑھ جانے کا اندیشہ ہو یا یہ کہ پانی کے استعمال سے مرض سے صحت حاصل ہونے میں تاخیر کا اندیشہ ہو تو وہ تیمم کرے ۔

اور المغنی میں امام احمد کا ظاہر مذہب یہ لکھا ہے

وظاہر المذہب انہ یباح لہ التیمم اذا خاف زیادۃ المرض او تباطؤ البرء ۔ (المغنی ج ۱ ص ۲۵۹)

یعنی ظاہر مذہب یہ ہے کہ اگر پانی کے استعمال سے مرض بڑھ جانے کا اندیشہ ہے یا اس کا اندیشہ ہے کہ صحت میں تاخیر ہو گی تو اس کیلئے تیمم مباح ہے ۔

اور یہی مذہب امام شافعی کا بھی ہے ، اور اگر مجھے اس کا اندیشہ نہ ہوتا کہ امام ابو حنیفہ کا نام لینے سے غیر مقلدوں کے چہروں پر شکن پڑ جائے گی تو میں یہ کہتا کہ یہی مذہب احناف کا بھی ہے ۔

غرض غیر مقلدوں کی راہ اس مسئلہ میں بھی جمہور کے خلاف اور سب سے الگ ہے ،

دیکھ کر تجھ کو مٹے جاتے ہیں دنیا کے حسیں
جمع ہوتا ہے مسالہ تری یکتائی کا

(طریق محمدی ص ۱۰۵)

(۵۱) مسئلہ۔
غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ ناپاک پانی میں اگر گیند گر کر پھر کسی کنویں میں جا گرے اور کنویں میں زیادہ پانی نہ ہو تو کنویں کا سب پانی ناپاک ہو جائیگا اور کنویں کا سارا پانی نکالنا ضروری ہوگا۔

(فتاوی نذیریہ ج ۱ ص ۳۴۲)

معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ کو ذکر کرنے کے موقع پر غیر مقلدوں کی نگاہ سے آنحضورؐ کی یہ صحیح حدیث

ان الماء طهور لا ینجسه شیٔ

کہ پانی پاک ہوتا ہے اسے کوئی چیز نجس نہیں کرتی۔

اوجھل ہو گئی۔

اور دلچسپ اور قابل لحاظ بات یہ ہے کہ غیر مقلدین اگر کتا اور سور بھی کنویں میں گر کر مر جائے، پھٹ جائے، گل جائے، سڑ جائے تو بھی کنویں کے پانی کو جب تک کہ اس کا رنگ مزہ یا بو نہ بدلے پاک کہتے ہیں، اسی طرح اگر پیشاب پاخانہ کی کتنی بھی مقدار پانی میں پڑ جائے تو ان کے نزدیک پانی پاک ہی رہتا ہے جب تک اس کا رنگ مزہ یا بو نہ بدلے لیکن اگر معمولی سی گیند گندے پانی میں گر کر کنویں میں چلی جائے تو ان کے نزدیک وہ کنواں ناپاک ہو جاتا ہے الا یہ کہ کنویں کا پانی زیادہ ہو۔

اور زیادہ ہونے کی مقدار کیا ہے تو اس سلسلے میں غیر مقلدین کا کوئی واضح مذہب نہیں ہے، بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے، نجاست پڑنے سے جس پانی کی مقدار میں تغیر پیدا ہو جائے یعنی اس کا رنگ مزہ یا بو بدل جائے وہ پانی قلیل ہوگا اور اگر نجاست پڑنے سے یہ تغیر پیدا نہیں ہوتا ہے تو اسے ان کے

یہاں کثیر کہا جائے گا۔

اب اگر ایک بالٹی پانی میں ایک گلاس پیشاب ڈال دیا جائے اور اس میں کوئی تغیر نہ ہو وہ پانی کثیر کہلائے گا اور اس بالٹی کا پانی نجس نہ ہوگا۔

اور اگر ایک بڑا حوض ہو اس میں نجاست پڑنے سے پانی کا مزہ یا بو یا اس کا رنگ بدل گیا تو وہ پانی غیر مقلدین کے یہاں قلیل کہلائے گا اور اس حوض سے وضو کرنا جائز نہ ہوگا۔

بہرحال ان غیر مقلدین کا مذہب بڑا چیستاں ہے۔ اس کے سمجھنے کے لئے بڑی دردسری کی ضرورت ہے۔

(۵۲) مسئلہ۔

غیر مقلدین کے یہاں وتر کی نماز واجب نہیں ہے، لیکن اسکی قضا کرنی چاہئے۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں۔

وتر حق ست بر مسلم مگر واجب نیست معذا قضائے آں ثابت شدہ (عرف ۳۳)

یعنی وتر کی نماز مسلمان پر حق ہے مگر واجب نہیں ہے، مگر اسکے باوجود اس کی قضا کرنا ثابت ہے۔

غیر مقلدین کا یہ مذہب مندرجہ ذیل حدیث کے خلاف ہے۔

عن بریدۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا۔ (رواہ احمد فی المسند)

یعنی حضرت بریدہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ کو فرماتے سنا کہ آپ کہہ رہے تھے کہ وتر واجب ہے پس جو وتر نہیں ادا کرے گا وہ ہم میں سے نہیں، وتر واجب ہے پس جو وتر نہیں ادا کرے گا وہ ہم میں سے نہیں (پھر تیسری مرتبہ بھی فرمایا) وتر واجب ہے پس جو وتر نہیں ادا کرے گا وہ ہم میں سے نہیں۔

آپ اندازہ لگائیے کہ کیا اس تاکید اور اس وعید کے بعد بھی وتر کو واجب نہ کہنا صریح حدیث رسول کا معارضہ نہیں ہے۔

آخر کسی چیز کے واجب ہونے کی غیر مقلدین کے یہاں کیا شرط کیا ہے؟ نیز حضرت ابوہریرہ کی یہ روایت بھی ملاحظہ فرمائیں۔ جس میں صیغہ وجوب یعنی، امر کے صیغہ سے آپ نے وتر پڑھنے کی تاکید فرمائی ہے۔

ان اللہ وتر یحب الوتر فاوتروا یا اھل القرآن (رواہ البیہقی فی الخلافیات)

یعنی اللہ طاق ہے اور وہ طاق عدد کو پسند کرتا ہے، تو تم اے اہل قرآن وتر (جو طاق عدد کی نماز ہے) پڑھا کرو۔

اور عبد اللہ بن عمر کی اس روایت کو محمد بن نصر نے قیام اللیل میں ذکر کیا ہے۔

عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ زادکم صلوۃ فحافظوا علیہا وھی الوتر۔

یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ نے تم کو ایک مزید نماز عطا کی ہے، تم اس نماز کی پابندی کرو، اور یہ وتر ہے۔

اور ابو بصرہ کی مندرجہ ذیل روایت کو امام احمد نے ذکر کیا ہے۔

ان اللہ زادکم صلوۃ وھی الوتر فصلوا ما بین العشاء الی الفجر

یعنی اللہ نے تم کو ایک مزید نماز دی ہے اور وہ وتر ہے، سو تم اسکو عشاء اور فجر کی نماز کے بیچ پڑھ لیا کرو۔

میں نے یہاں یہ چند حدیثیں ذکر کی ہیں، انکے علاوہ متعدد اور بھی صحیح احادیث ہیں جن سے وتر کی تاکید اور اس کا وجوب ثابت ہوتا ہے، مگر غیر مقلدین اہلحدیث ہونے کے دعویٰ کے باوجود ان تمام حدیثوں کو ترک کئے ہوئے ہیں، اور محض آباء واجداد کی پیروی میں اور اپنے مجتہد ہونے کے زعم میں وتر کے وجوب کے منکر ہیں۔

خوب یاد رہے بات حضرات اہلحدیث کی ہے اور ہمارا خطاب صرف انہیں سے ہے، وتر کے سلسلہ میں کسی امام کا اور کیا مسلک ہے اس سے اہلحدیثوں کو مطلب نہیں ہوتا، نہ ہونا چاہئے اسلئے کہ اہلحدیث براہ راست کتاب وسنت سے مسائل اخذ کرتے ہیں، جیسا کہ ان کا دعویٰ ہے، اسلئے انکو رسول اللہ کی ان احادیث کو جو صحیح ہیں، آنکھوں سے لگا لینا چاہئے اور بلا یہ دیکھے ہوئے کہ اس مسئلہ میں کس امام کی اور کیا رائے ہے انکو صرف احادیث کی روشنی میں وتر کے بارے میں اپنے مسلک کا انصاف پسندانہ جائزہ لینا چاہئے تاکہ انکی اس ترانی کا کچھ تو بھرم رہ جائے۔

ہوتے ہوئے مصطفٰے کی گفتار :: مت دیکھ کسی کا قول وقرار

(۵۳) **مسئلہ :**

غیر مقلدوں کا ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ اگر کوئی حاکم اپنی رائے اور اپنے اجتہاد سے کوئی فیصلہ کرے تو وہ حجت ہے اور اس کی مخالفت جائز نہ ہوگی، اور کسی دوسرے کو یہ حق نہ ہوگا کہ وہ اس حاکم کے فیصلہ کو رد کرے، سنئے نواب صاحب بھوپالی غیر مقلدوں کے مجتہد اور مجدد کیا فرماتے ہیں :

"وحکم حاکم مجتہد دراں در کتاب وسنت نیست ودی باجتہاد خود ورائے خود کار کردہ پس حکمش حجت ست ومخالفتش روا نیست وہیچ حاکم را نقض آں حکم نمی رسد" (عرف ص ۲۰۶)

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی مجتہد حاکم نے کسی ایسے مسئلہ میں جس میں کتاب وسنت کا حکم نہیں ملا اپنی رائے اور اپنے اجتہاد سے فیصلہ کر دیا تو اس مجتہد حاکم کا اپنی رائے سے کیا ہوا فیصلہ ایسی حجت ہوگا کہ اس کی مخالفت کرنا اور کسی دوسرے حاکم کو اس کے خلاف فیصلہ کرنا جائز نہ ہوگا۔

اللہ اکبر !

یعنی یہ حاکم نہیں ہوا خدا اور رسول ہو گیا، جیسے خدا اور رسول کے فیصلہ کی مخالفت حرام ہوتی ہے اسی طرح غیر مقلدین کے مذہب میں اس حاکم کی مخالفت بھی حرام ہوگی۔

ایک طرف رائے اور اجتہاد کا یہ مقام اور دوسری طرف ان غیر مقلدوں کو جب بھی موقع ملے گا اہل رائے واجتہاد کو یہ گالی ضرور دیں گے۔

ان کو ایک حال میں رہنا ہی نہیں ہے چین کبھی
کبھی آنے میں خفا ہیں تو کبھی جانے میں

حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کا مشہور واقعہ ہے اور سورۂ انبیاء

میں خود قرآن میں اس کا ذکر موجود ہے، حضرت داؤد علیہ السلام نے ایک مقدمہ میں فیصلہ کیا، حضرت سلیمان علیہ السلام کو جب اس فیصلہ کا علم ہوا تو انھوں نے اسی مقدمہ میں حضرت داؤد علیہ السلام کے فیصلہ سے الگ ایک دوسرا فیصلہ سنایا جس کو خود حضرت داؤد نے بھی پسند کیا۔

اگر غیر مقلدوں کی یہ بات صحیح ہے کہ کسی حاکم کے فیصلہ کی مخالفت جائز نہیں یا پاپ ہے تو پھر حضرت سلیمان نے اپنے والد کے فیصلہ سے الگ فیصلہ سنا کر بہت بڑا پاپ کیا، اور پھر ان کے باپ داؤد علیہ السلام نے بھی اس پاپ کو نہ صرف قبول کیا بلکہ اس کی تحسین فرمائی، یہ تو پاپ پر پاپ ہوا۔

کاش حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کو غیر مقلدین کے اس مسئلہ کا علم ہوتا تو ان معصوم پیغمبروں سے یہ پاپ کا عمل سرزد نہ ہوا ہوتا۔

معلوم نہیں ان غیر مقلدوں سے کس نے کہدیا کہ تم بھی مسائل فقہیہ بیان کیا کرو، جن بیچاروں کو تفقہ فی الدین سے محرومی ہے وہ شرعی مسئلے مسائل کے بیان میں اپنا زور اجتہاد دکھلائیں، دین و شریعت اور امت اسلامیہ پر یہ بہت بڑا ظلم ہے۔ کاش اسکو یہ غیر مقلدین سمجھ لیں۔

مگر موشے بخواب اندر شتر شد

(۵۴) مسئلہ :

غیر مقلدوں کے یہاں شہداء کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔
شہداء پر نماز جنازہ پڑھنے کے سلسلے میں اگرچہ متعدد احادیث ہیں مگر غیر مقلدین کو کوئی ایک حدیث بھی تسلیم نہیں۔

خاں صاحب بھوپالی لکھتے ہیں:

"واحادیث اثبات نماز بر شہدا اگرچہ بطرق متعددہ مرویست لیکن در ہمہ کلام است" (عرف صـ۵۲)

یعنی شہداء پر نماز جنازہ پڑھنے کے بارے میں اگرچہ احادیث متعدد سندوں سے مروی ہیں مگر سب حدیثوں میں کلام ہے، (اسلئے ان میں سے ایک بھی قابل احتجاج نہیں)

دیکھئے غیر مقلدین کی ضد اور ہمت انکو تسلیم ہے کہ شہداء پر نماز جنازہ پڑھنے کے سلسلہ کی ایک نہیں کئی حدیثیں ہیں، اور الگ الگ سندوں سے یہ مروی ہیں مگر غیر مقلدوں کو چونکہ خود مجتہد بننا ہے اور کتاب وسنت کو اپنے ہاتھ میں لینے کا حق حاصل کرنا ہے کہ جسے چاہیں وہ حلال کریں اور جسے چاہیں وہ حرام کریں انھوں نے یہاں صاف انکار کر دیا کہ ہم ان احادیث میں سے ایک حدیث بھی قبول نہیں کریں گے، اور قبول نہ کرنے کی علت یہ نکالی کہ ان تمام حدیثوں میں کلام ہے۔

حالانکہ اگر خاں صاحب کی یہ بات تسلیم بھی کر لی جائے کہ ان تمام حدیثوں میں کلام ہے تو بھی ان احادیث کا رد کرنا جائز ہوگا۔ اس وجہ سے کہ تمام محدثین کا اتفاق ہے کہ اگر حدیث ضعیف ہی ہو لیکن وہ متعدد سندوں سے مروی ہے تو وہ قابل قبول اور قابل استدلال ہوتی ہے، اور یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے

کو صرف مقلدین ہی کہتے ہیں بلکہ غیر مقلدین بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں، مولانا مبارکپوری تحفہ میں فرماتے ہیں:

اذا اجتمعت احادیث ضعیفة فهو یدل علی ان له اصلا۔

(تحفة ج ۱ ص ۲۹)

یعنی جب متعدد ضعیف حدیثیں ہوں تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بے اصل نہیں ہیں بلکہ انکی کوئی اصل موجود ہے۔

پس جب اصل موجود ہے تو اب انصاف اور دین و دیانت کا تقاضا ہے کہ اللہ کے رسول کی ان روایات کو رد نہ کیا جائے مگر دیکھئے یہاں اس مسئلہ میں غیر مقلدین اڑے ہوئے ہیں کہ ہم اس بارے میں ایک حدیث کو بھی تسلیم نہیں کریں گے۔ اور اس حدیث دشمنی کے باوجود رہیں گے یہ اہلحدیث ہی اور دوسروں پر اپنی اہلحدیثیت کا رعب جمانے کیلئے یہ قوالی بھی گائیں گے۔

ما بلبلان نالان دلدار ما محمد

اچھا شہداء پر نماز جنازہ اگر نہیں ہے تو آپ اسکی خود کتاب وسنت سے دلیل پیش کر دیں قرآن سے تو خیر آپ کیا دلیل پیش کریں گے حدیث ہی سے پیش کیجئے مگر ایسی حدیث ہو جس میں کلام نہ ہو۔

(۵۵) **مسئلہ۔**

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ نماز جمعہ سے پہلے کوئی سنت نہیں ہے سوائے دو رکعت تحیۃ المسجد کے اور جمعہ بعد چار رکعت سنت پڑھنی چاہیئے۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں:

وتطوع بعد از جمعہ چہار رکعت است و پیش ازاں جز تحیۃ تطوع نیست۔ (عرف ص ۴۴)

یعنی سنت بعد جمعہ چار رکعت ہے جمعہ سے پہلے سوائے دو رکعت تحیۃ المسجد کے کوئی سنت نماز نہیں۔

لیکن غیر مقلدوں کا یہ مذہب ان آثار و احادیث کے خلاف ہے۔ المغنی میں ہے:

ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم کان یرکع من قبل الجمعۃ اربعًا (اخرجہ ابن ماجہ)

یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ سے پہلے چار رکعت سنت ادا کرتے تھے۔

اس حدیث کے علاوہ مندرجہ ذیل آثار صحابہ ملاحظہ ہوں۔

(۱) ابن سعید بن عاص اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ میں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا انتظار کیا کرتا تھا جب آفتاب ڈھل جاتا تو وہ کھڑے ہوتے اور چار رکعت نماز سنت ادا کرتے۔

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا چار رکعت سنت ادا کرنا جمعہ کی نماز سے پہلے عمومی معمول تھا۔ اسکی تائید مندرجہ ذیل اثر سے بھی ہوتی ہے۔

(۲) ابو بکر فرماتے ہیں کہ ہم حبیب بن ثابت کے ساتھ جمعہ کے دن ہوتے تو آپ فرماتے کیا زوال شمس ہوگیا؟ اور ادھر ادھر نگاہ کرتے پھر جب زوال ہو جاتا

تو جمعہ سے پہلے والی چار رکعت سنت ادا کرتے۔

روایت کے الفاظ یہ ہیں۔ صلی الاربع التی قبل الجمعۃ۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ چار رکعت سنت صحابہ کرام کے درمیان مشہود و معروف تھی۔

(۳) اور ابو عبیدہ حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ وہ جمعہ کے روز چار رکعت جمعہ سے پہلے اور چار رکعت جمعہ کے بعد پڑھتے تھے۔

بہر حال غیر مقلدوں کا یہ مذہب سلف اور عام مسلمین کے خلاف ہے، جو بات صحابہ کرام میں معروف و مشہور ہو نیز حدیث بھی اسکی تائید کرتی ہو اسکا انکار بے دینی تو کہلائیگی مگر دینداری سے اسکا کوئی تعلق نہ ہوگا۔

غیر مقلدین جب احناف کے خلاف اس قسم کا شعر پڑھتے ہیں تو ان کی بے حیائی پر تعجب ہوتا ہے اور ہنسی آتی ہے۔

بنتے ہو وفادار وفا کر کے دکھاؤ
کہنے کی وفا اور ہے کرنے کی وفا اور

(نکاح محمدی ص۸)

کون ہے وفادار اور کون ہے بے وفا احناف یا یہ نام کے اہلحدیث، ناظرین خود فیصلہ فرمائیں۔

مسئلہ - (۵۶)

غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ قرآن کریم بلا وضو اور بلا غسل چھونا جائز ہے۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں -

"محدث را مس مصحف جائز باشد" (ص ۱۵ عرف)

یعنی جس کا وضو یا غسل نہ ہو ایسے شخص کو بھی قرآن کریم کا چھونا جائز ہے۔ یاد رہے کہ محدث لفظ عام ہے، یعنی اگر کسی کو وضو کی ضرورت ہو اور اس نے وضو نہیں کیا ہے تو وہ بھی محدث ہے اور اگر کسی کو غسل کی حاجت ہو (اس نے اپنی بیوی سے جماع کیا ہو یا اسکو سونے میں احتلام ہو گیا ہو، اور اس نے ابھی غسل نہیں کیا ہے وہ بھی محدث ہے، غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ چاہے انسان کو غسل کی حاجت اور چاہے اسکو وضو کی ضرورت ہو یہ دونوں ہی جو شرعی اصطلاح کے اعتبار سے "محدث" ہیں قرآن کو چھو سکتے ہیں -

یہ تو ہے غیر مقلدوں کا مذہب، لیکن قرآن و حدیث میں خدا اور رسول کا فرمان کیا ہے اور اس بارے میں جمہور امت کا مذہب کیا ہے؟ تو سنئے حدیث میں ہے۔

(لا یمس القرآن الا طاہر)

یعنی قرآن کو وہی ہاتھ لگائے جو کہ پاک ہو (با وضو اور با غسل ہو)

اس حدیث کو غیر مقلدوں کے امام اور مجدد نواب صاحب بھوپالی نے یہ کہہ کر رد کر دیا ہے کہ یہ حدیث معلول ہے۔ لیکن اس حدیث میں کیا علت تھی جس کی وجہ سے یہ حدیث انکے نزدیک قابل رد ہو گئی، اسکو خانصاحب نے ظاہر نہیں کیا۔

بہر حال اگر یہ حدیث معلول اور نا قابل استدلال ہے تو قرآن کی اس آیت کو تو غیر مقلدوں کو مان لینا چاہئے تھا۔

"لا یمسہ الا المطہرون" یعنی قرآن کو وہی ہاتھ لگائے جو با وضو اور

پاک صاف ہوتے ہیں۔

مگر غیر مقلدوں نے اس آیت سے بھی صرف نظر کر لیا۔

بہر حال غیر مقلدوں کا جو بھی مذہب ہو مگر جمہور مسلمین کا یہی مذہب ہے کہ قرآن کو وہی ہاتھ لگائے گا جو حدث اصغر و حدث اکبر سے پاک صاف ہو یعنی نہ جسکو وضو کی حاجت ہو اور نہ غسل کی۔

ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

مذهب الائمة الاربعة انه لا يمس المصحف الا طاهر۔

(فتاوی ج ۲۱ ص ۲۶۶)

یعنی ائمہ اربعہ کا یہ مذہب ہے کہ قرآن کو وہ چھوئے گا جو پاک صاف اور باوضو ہو۔

غرض غیر مقلدین نے اس مسئلہ میں بھی کتاب و سنت اور جمہور فقہائے امت اور محدثین کے مذہب سے ہٹ کر شاذ قول اختیار کیا ہے۔

ایک غیر مقلد لکھتا ہے۔

۔ اسلئے اہلحدیث کہتے ہیں اور زور و تحریک کرتے ہیں کہ مسلمانوں للہ فی اللہ اس اسلام کی طرف آؤ جو اصل ہے۔ (طریق محمدی ص۲)

اور ان کا اسلام اصل یہ ہے کہ جنبی اور بے وضو قرآن چھو سکتا ہے اور لا یمسہ الا المطهرون ارشاد خدا وندی کے علی الرغم چھو سکتا ہے۔

(۵۷) مسئلہ۔

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ عورت مرد کی امامت کر سکتی ہے۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں:

ودلیلے صریح صحیح کہ مانع از امامت زن برائے مرد باشد نیامدہ (عرف ص ۳۴)

یعنی کوئی ایسی واضح اور صحیح دلیل نہیں ہے جس سے معلوم ہو کہ عورت مرد کی امامت نہیں کر سکتی۔

غیر مقلدوں کا یہ مذہب جمہور کے مذہب کے خلاف ہے، نیز مندرجہ ذیل احادیث کے بھی خلاف ہے۔

عن جابر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی منبرہ یقول لا تؤمن امرأۃ رجلا۔ (رواہ ابن ماجہ)

یعنی حضرت جابر فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ کہتے سنا کہ ہرگز کوئی عورت کسی مرد کی امامت نہ کرے۔

نیز بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

لن یفلح قوم ولوا امرھم امرأۃ۔

یعنی وہ قوم کبھی فلاح نہیں پا سکتی جو اپنے معاملہ کا ذمہ دار عورت کو بنائے نماز سے بڑھ کر کسی مسلمان کا کوئی اور معاملہ کیا ہو سکتا ہے، غور فرمائیے کہ کتنی شدت کے ساتھ اس سے روکا جا رہا ہے کہ کوئی عورت کسی مرد کے معاملہ کی ذمہ دار نہ ہو۔

نیز اللہ کے رسول کا یہ بھی ارشاد ہے۔

واخروھن حیث اخرھن اللہ۔

یعنی عورتوں کو آگے نہ کرو، جبکہ اللہ نے انکو آگے نہیں کیا ہے۔

یعنی عورتوں کی نماز میں جگہ پچھلی صف ہے، نہ کہ وہ مردوں سے آگے اور مصلی پر ہوں۔

المغنی میں ہے کہ:

وان صلی خلف مشرك او امرأة او خنثی مشکل اعاد الصلوٰۃ ج۲ ص۱۹۸

یعنی اگر کسی نے کسی مشرک یا کسی عورت یا کسی خنثی مشکل کے پیچھے نماز پڑھی تو وہ نماز کو دھرائے گا۔

اور یہی جمہور کا مسلک ہے، حافظ ابن قدامہ فرماتے ہیں:

اما المرأۃ فلا یصح ان یاتم بہا الرجل بحال فی فرض ولا نافلۃ فی قول عامۃ الفقہاء۔ (ص۱۹۹ ج۲)

یعنی مرد کا کسی عورت کی اقتدا کرنا کسی بھی حال میں جائز نہیں، نہ فرض میں نہ نفل نماز میں۔ یہی عام فقہاء کا قول ہے۔

معلوم نہیں اب بھی خان صاحب کو کوئی واضح صحیح دلیل ہاتھ لگی یا نہیں، جہاں نواب صاحب کی یہ بات احادیث اور جمہور کے مذہب کے خلاف ہے، وہیں بعض غیر مقلدین اہل علم نے بھی اسکی مخالفت کی ہے، نواب وحید الزمان حیدر آبادی اپنی مشہور کتاب کنز الحقائق میں لکھتے ہیں

وفسد اقتداء رجل بامرأۃ۔ (ص۲۳)

یعنی مرد کا کسی عورت کی اقتدا کرنا فاسد ہے۔

اب معلوم نہیں کہ عام غیر مقلدین اس خان صاحب کی طرف جاتے ہیں یا اس خان صاحب کی طرف لپکتے ہیں۔

(۵۸) مسئلہ۔

غیر مقلدین کے نزدیک حرم شریف حدود قائم کرنے کی بہترین جگہ ہے، اسلئے حرم مکی میں حدود قائم کیجائے گی۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں۔

"واما حرم شریف مکی پس احق مواطن ارض ست باقامت حدود خدا واز آں ودر حدیث نہی از قتال در حرم دلیلے بر اقامت حدود شرعیہ در حرم نیست" (عرف ص ۲۱۳)

یعنی حرم شریف مکی وہ دنیا کی سب سے بہترین جگہ ہے جہاں اللہ کی حدود قائم کی جائے اور حدیث میں جو حرم شریف میں قتال سے منع کیا گیا ہے وہ اس کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ حرم میں شرعی حدود قائم نہیں کیجائیں گی۔

لیکن خان صاحب نے اس پر کتاب وسنت سے کوئی دلیل پیش نہیں کی ہاں جذبات کو ابھارنے والی یہ بات عربی زبان میں ضرور کہی ہے۔

"وباللہ کیف یستحی بیت اللہ وحرمہ من حدود لاجل معاصیہ ویکون ذلک موجبا للترخیص فیہا وقد ورد الوعید الشدید فمن ترک اقامۃ حد من حدود اللہ۔" (ص ۲۱۳ عرف)

خدا کی قسم کیونکر اللہ کے گھر اور اسکے حرم کو حدود قائم کرنے سے محفوظ رکھا جائیگا اور کیونکر یہ گھر اور اللہ کا حرم حدود میں رخصت دیے جانے کا باعث بنے گا حالانکہ اللہ کی حدود نہ قائم کرنے پر سخت وعید آئی ہے۔

یہ جذباتی نعرہ تو ہے مگر شرعی مسئلہ کی دلیل تو کتاب وسنت سے چاہئے اور وہ دلیل خان صاحب نے پیش نہیں کی، اور شاید یہ خان صاحب کے بس میں بھی نہیں ہے ورنہ وہ اس سے چوکتے نہیں اور انکو یہ جذبات کو ابھارنیوالی

بات لکھنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔

قرآن میں ہے۔

ومن دخلہ کان امنا

اور جو اس گھر میں داخل ہو گا وہ امن میں ہو گا۔

اور اسی قرآن میں ہے۔

اولم یروا انا جعلنا حرمًا امنا

کیا انھیں معلوم نہیں کہ ہم نے (بیت اللہ کو) امن والا حرم بنایا ہے

اب خاں صاحب فرمائیں کہ کیا اس کے بعد بھی حرم میں حدود قائم کرنے کی کوئی گنجائش باقی ہے۔ حدود کا ترک کرنا اور چیز ہے اور حدود کا حرم میں قائم کرنا اور چیز ہے خاں صاحب جیسے اہل عالم کو اس فرق کو ملحوظ رکھنا چاہیے تھا۔ حنفیہ پر جا بجا اعتراض خواہ وہ اشارہ اور کنایہ ہی میں ہو اپنی شکست کی علامت ہے۔ اور کسی صاحب فہم و عقل کے شایان شان نہیں۔

(۵۹) مسئلہ۔

غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ مسافر کے علاوہ کسی اور کو دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھنا بے دلیل ہے۔

خانصاحب بھوپالی فرماتے ہیں۔

دیگر کہ مجوز مطلق از برائے غیر مسافر ومن یلتحق بہ ست بدستش دلیلے نیست :(ص ۱۹ عرف)

یعنی جو کہ مسافر اور مسافر کے حکم میں جو لوگ ہیں (یہ معلوم نہیں غیر مقلدوں کے یہاں کون لوگ ہیں) انکے علاوہ کو دو نمازوں کو جمع کر کے نماز پڑھنے کا قائل اور جائز قرار دینا والا ہے انکے ہاتھ میں کوئی دلیل نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ قطع نظر اس کے کہ اس سلسلہ میں اور ائمہ کا کیا مذہب ہے اور انکے دلائل کیا ہیں غیر مقلدوں کا یہ مذہب بہت سی صحیح حدیث کے خلاف ہے۔ منجملہ ان کے مسلم میں حضرت ابن عباس کی یہ روایت ہے۔

عن ابن عباس قال جمع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بین الظھر والعصر وبین المغرب والعشاء من غیر خوف ولامطر، وفی روایۃ من غیر خوف ولاسفر (رواہ مسلم)

یعنی حضرت ابن عباس کی روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر کی نماز اور مغرب اور عشاء کی نماز کو جمع کر کے پڑھا تھا، اور یہ جمع کرنا نہ خوف کی وجہ سے تھا اور نہ بارش کی وجہ سے تھا، اور ایک روایت میں ہے کہ نہ آپ کو کوئی خوف تھا اور نہ آپ مسافر تھے۔

مسلم شریف کی اس صحیح حدیث کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ جو لوگ مسافر ومن یلتحق بہ کے سوا دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھتے ہیں ان کے ہاتھ میں کوئی دلیل

نہیں ہے، بڑی جرأت اور بڑی جسارت اور بڑی بے شرمی کی بات ہے۔
آپ تو اہل حدیث ہیں، کیجئے نہ تمام احادیث صحیحہ پر عمل ورنہ اہلحدیث ہونے کا جھوٹا دعویٰ چھوڑیے، اور کیجئے وہی جو آباء و اجداد پہلے سے کر اور کہہ آئے ہیں۔

لوکان حبک صادقا لاطعتہ،
ان المحب لمن یحب مطیع

مسئلہ (۹۰)

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ اگر کوئی شخص مر جائے اور اس پر روزہ ہو تو ولی کو اسکی طرف سے روزہ رکھنا ہے، خواہ میت نے اسکی وصیت کی ہو یا نہ کی ہو نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں۔

وہرکہ بمیرد وبروے صیام باشد از طرف او ولی روزہ نہد واین در حدیث متفق علیہ از عائشہؓ آمدہ، وظاہر حدیث عدم فرق ست میان آں میت وصیت کردہ شدہ باں یا نہ، ومن زعم خلاف ذالک فلیات بحجۃ تدفعہ (عرف ص ۸۱)

یعنی جس کی وفات ہو جائے اور اس پر روزہ ہو تو اس کا ولی اسکی طرف سے روزہ رکھے، اور یہ بات حضرت عائشہؓ کی حدیث میں ہے جو متفق علیہ ہے اور اس حدیث کے ظاہر کا تقاضا ہے کہ اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ مرنے والے نے اسکی وصیت کی ہو یا نہ کی ہو، اگر کسی کو اسکے خلاف کا دعویٰ ہے تو وہ دلیل پیش کرے جس سے اس بات کا رد ہو۔

یہ تو غیر مقلدین کا مذہب ہے، مگر بوقت حاجت جس شخص کو یہ غیر مقلدین شیخ الاسلام و حجۃ اللہ فی الارض اور آیۃ من آیات اللہ جیسے القاب سے یاد کرتے ہیں یعنی حافظ ابن تیمیہ ان سے اس مسئلہ میں سوال کیا گیا تو ان کا جواب تھا کہ تبرعاً اور تنفلاً (یعنی نفل کے طور پر) اسکی طرف سے ولی روزہ رکھے تو رکھے ورنہ ولی پر اسکی طرف سے روزہ رکھنا واجب نہیں ہے۔

وسئل عن المیت فی ایام مرضہ ادرکہ شہر رمضان ولم یکن یقدر الصیام وتوفی وعلیہ صیام شہر رمضان؟ فاجاب: اذا اتصل بہ المرض ولم یمکنہ القضاء فلیس علی ورثتہ الا الاطعام عنہ اوصام عنہ تطوعاً واھدا الہ نفعہ ذالک۔ (فتاوی ج ۲۶ ص ۲۵)

یعنی امام ابن تیمیہ سے اس آدمی کے بارے میں پوچھا گیا جسکو ایام مرض میں قدرت نہ ہو سکی کہ وہ رمضان کا روزہ رکھے اور اس کا انتقال ہو گیا اور رمضان کا روزہ اس پر رہ گیا ؟

تو آپ نے جواب دیا کہ اگر اسکا مرض مسلسل رہا اور اسکو روزہ کی قضا کرنا ممکن نہ ہو سکا تو اس کے ورثہ پر صرف کھانا کھلانا ہے، یا میت کی طرف سے ولی نے نفل کا روزہ رکھ کر اسکا ثواب میت کو ہدیہ کر دیا تو اس سے بھی میت کو نفع ہوگا۔

یعنی ابن تیمیہ کے نزدیک ولی پر روزہ رکھنا واجب نہیں ہے، جیسا کہ غیر مقلدین کا مذہب ہے، اب معلوم نہیں کہ بخاری و مسلم کی وہ حدیث جس سے خانصاحب بھوپالی نے اپنے مذہب پر اس مسئلہ میں استدلال کیا ہے اس سے ابن تیمیہ واقف تھے کہ نہیں ؟

اور یہ صرف ابن تیمیہ ہی کا نہیں بلکہ امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے، حافظ ابن عبد البر الکافی میں فرماتے ہیں۔

"ولیس ذالک علیہم بواجب" (ص ۳۳۹/ ج ۲)

یعنی اولیاء کو روزہ رکھنا میت کی طرف سے واجب نہیں ہے۔

اور سلفیوں کی کتاب زاد المستقنع میں بھی اسی کی تائید ہے۔ "وان مات وعلیہ صوم اوحج او اعتکاف او صلوٰۃ نذر استحب لولیہ القضاء۔" (ص ۳۰/ ج ۱)

یعنی اگر کسی کا انتقال ہو جائے اور اسکے ذمہ روزہ یا حج یا اعتکاف یا نماز میں سے کوئی چیز باقی رہ گئی ہو تو ولی کیلئے مستحب (نہ کہ واجب اور فرض) ہے اسکی طرف سے اسکی قضا کرے۔

اب اسکا فیصلہ غیر مقلدین ہی کریں کہ وہ دلیل کا مطالبہ کس کس سے کریں گے، اور بخاری و مسلم کی حدیث سے کس کس کو جاہل اور اسکا مخالف قرار دیں گے۔

من نہ گویم کہ ایں مکن و آں کن　　　مصلحت بیں و کار آساں کن

مسئلہ - (۶۱)

غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ سجدہ تلاوت ادا کرنے کیلئے وضو ضروری نہیں ہے۔

نواب صاحب حیدر آبادی فرماتے ہیں۔

ویجوز علی غیر وضوء۔ (کنز الحقائق ص۲۱)

یعنی سجدہ تلاوت بلا وضو بھی جائز ہے۔

اور فتاویٰ نذیریہ میں ہے:

اور مشرکین نے بھی بے وضو سجدہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کیا ہے۔
چنانچہ بخاری میں ہے۔ عن ابن عباس ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم سجد بالنجم وسجد معہ المشرکون والجن والانس۔ (رواہ البخاری)

(رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سورہ النجم میں سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ تمام مسلمانوں اور مشرکوں اور جنوں اور انسانوں نے بھی سجدہ کیا۔)

پس اس حدیث سے جواز سجدہ تلاوت بے وضو نیز ثابت ہوتا ہے۔
(فتاویٰ نذیریہ ص۱۷۵)

اللہ اکبر! دیکھ رہے ہیں آپ غیر مقلدوں کا افلاس فی الحدیث، بلکہ خدا کی مار اور پھٹکار کہ اب وہ دینی و شرعی مسائل میں مشرکوں کے عمل سے دلیل پکڑ رہے ہیں۔ کتاب و سنت سے اس مسئلہ میں وہ دلیل پیش کرنے سے عاجز ہیں تو ان کو مشرکین مکہ کا بلا وضو سجدہ کرنا یاد آرہا ہے اور صحابہ کے اقوال و افعال جن کے نزدیک حجت نہیں اب وہ مشرکوں کے عمل سے حجت پکڑ رہے ہیں یا للعجب و ضیعۃ الادب۔

بہرحال غیر مقلدوں کا یہ مذہب کہ بلا وضو سجدہ تلاوت جائز ہے جمہور

امت کے خلاف ہے، اور جمہور امت کے خلاف ہونے کا اعتراف خود غیر مقلدوں کو بھی ہے۔ اسی فتاویٰ نذیریہ میں ہے۔

" سجدہ تلاوت جمہور کے نزدیک بے وضو درست نہیں ہے " (ص۵۵)

اور حافظ ابن عبد البر الکافی میں فرماتے ہیں۔

ولا یسجد احد للتلاوۃ الا علی طہارۃ (ج ۱ ص ۲۶۲)

یعنی کوئی بلا وضو سجدہ تلاوت نہیں کرے گا۔

اور امام احمد جو امام اہلسنت ہیں ان کا مسلک المغنی میں یہ مذکور ہے۔

وجملۃ ذلک انہ یشترط للسجود ما یشترط للصلوٰۃ النافلۃ من الطہارتین من الحدث والنجس۔ (ج ۱ ص ۶۲۰)

اور حاصل یہ ہے کہ سجدہ تلاوت کیلئے حدث اور نجاست سے پاکی کی وہی شرطیں ہیں جو نفل نماز کیلئے ہیں۔

اور پھر فرماتے ہیں کہ یہ اجماعی مسئلہ ہے اور ہمیں یہ نہیں معلوم کہ اس میں کسی کا اختلاف ہے۔

ولا نعلم فیہ خلافا۔ (ایضا)

حافظ ابن قدامہ کی اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ابن قدامہ کے زمانہ تک غیر مقلدوں کا کہیں وجود نہیں تھا ورنہ ان کا یہ مسئلہ کہ سجدہ تلاوت بلا وضو اور بلا غسل بھی کیا جا سکتا ہے۔ ابن قدامہ کو معلوم ہوتا۔

(۹۳) مسئلہ۔

غیر مقلدوں کے امام اور مجدد نواب صاحب بھوپالی کی تصریح کے مطابق دو نمازوں کو جمع کر کے نماز پڑھنے والی حدیثوں میں صورۃً جمع کر کے نماز پڑھنے کا ذکر ہے، نہ کہ حقیقۃً اور جمع صوری ہی حق مذہب ہے۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں۔

وحدیث ابن عباس در جمع صلوٰتین بمدینہ منورہ محمول بر جمع صوریست وہوالحق، یعنی نماز نخستین را در آخر وقت و نماز دیگر را در اول وقت بگذارد، و ایں دو گویا در صورت مجموع اند نہ در حقیقت (عرف ص۱۹)

یعنی ابن عباس کی وہ حدیث جو مدینہ منورہ میں دو نمازوں کو جمع کر کے نماز پڑھنے والی ہے، اس حدیث کو جمع صوری پر محمول کیا گیا ہے اور یہی مذہب (یعنی جمع صوری) حق ہے، یعنی پہلی نماز کو اس کے آخر وقت میں مؤخر کرے اور دوسری نماز کو اول وقت میں پڑھ لے، اور یہ دونوں گویا صورۃً جمع کی گئی ہیں نہ کہ حقیقۃً۔

اور یہی مسلک احناف کا بھی ہے۔

خان صاحب بھوپالی کا درجہ غیر مقلدین کی صف میں مجددیت اور امامت کا ہے، ان کے مقابلہ میں مولانا نذیر حسین دہلوی کے علاوہ کسی اور کو نہیں رکھا جا سکتا اس وجہ سے میاں صاحب نذیر حسین اور نواب صاحب بھوپالی کی جو اہمیت اس طبقہ میں ہے، وہ کسی اور کو حاصل نہیں، انھیں دونوں کا فرمان غیر مقلدیت کی اساس ہے۔

اب اگر بعد کا کوئی غیر مقلد عالم خواہ وہ اپنے زمانہ کا کتنا بڑا بھی محدث ہو ان دونوں کے مذہب اور قول کے خلاف کوئی بات کہتا ہے تو وہ ناقابل اعتبار ہو گی

اور مذہب وہی کہلائے گا جو ان دونوں اماموں اور مجددوں کے قول کے مطابق ہو۔
آپ نے دیکھا کہ نواب صاحب بھوپالی کے یہاں حق یہ ہے کہ دو نمازوں کو جمع کرنا صورۃً ہے حقیقۃً نہیں، جیساکہ احناف کا بھی مسلک ہے، نواب صاحب کی اس تصریح کے بعد مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری کے تحفۃ الاحوذی میں یہ کہنا کہ جمع تقدیم اور جمع تاخیر حقیقۃً ہے نہ کہ صورۃً اور جمع حقیقی ہی حق مذہب ہے، ہوا ہوا جاتا ہے، اور پھر اس سلسلہ میں احناف پر ان کا جو کچھ اعتراض ہے اور اس سلسلہ میں ان کی جو غیر مقلدانہ تعلیاں ہیں اہل علم کی نگاہ میں ان کا کوئی وزن باقی نہیں رہتا، بلکہ نری غیر مقلدیت اور احناف دشمنی کا اس سے پتہ چلتا ہے جو غیر مقلدیت کی آخری معراج ہے اور بس۔

مسئلہ۔
(۶۴)

غیر مقلدوں کا مذہب یہ ہے کہ اگر ایک میل یا ایک میل سے زائد سفر کا کوئی ارادہ کرے تو سفر کرنے والا نماز کی قصر کرے گا، اور وہ شرعاً مسافر ہوگا۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں۔

وبالجملہ مرید سفر زائد بر یک میل نہ کمتر ازاں مصداق مسافر ست (عرف ص۲۰۰)

یعنی حاصل کلام یہ ہے کہ ایک میل سے زائد سفر کرنے والا نہ اس سے کم مسافر ہو جاتا ہے۔

غیر مقلدوں کا یہ مذہب عام جمہور کے مسلک کے خلاف ہے، اس لئے کہ سلف میں سفر کی مقدار کے تعین میں اگرچہ اختلاف ہے، مگر ایک میل یا ایک سے زائد کے سفر کو سفر شرعی قرار دینا اور ایسے مسافر پر نماز کے قصر کرنے کا حکم لگانا یہ بالکل شاذ قول ہے اور غیر مقلدوں کے علاوہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں بیشتر ائمہ کا مسلک یہ ہے کہ ۴۸ میل ہاشمی پر آدمی مسافر ہوتا ہے۔

المغنی میں ہے۔

واذا كانت مسافة سفره ستة عشر فرسخا او ثمانية واربعين ميلا بالهاشمي فله ان يقصر (ص ۲۵۵/ ج۲)

یعنی اگر سفر کی مسافت سولہ فرسخ یا ۴۸ میل ہاشمی ہو تو مسافر قصر کرے گا۔

اور امام اہلسنت حضرت امام احمد بن حنبل سے پوچھا گیا کہ سفر کی مسافت جس میں آدمی قصر کرے کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا۔

فی اربعة برد (المغنی ص ۲۵۵/ ج۲)

یعنی چار برید

اور چار برید سولہ فرسخ کا ہوتا ہے اور ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے

اس طرح چار برید کا مجموعہ ۴۸ میل ہوگا۔

اور یہی مذہب امام مالک کا ہے، الکافی میں ہے۔

ویکون مسافتہ ثمانیۃ واربعین میلا فصاعدا (صفحہ ۲۴۲ جلد ۱)

یعنی مسافر اس وقت قصر کرے گا جب سفر کی مسافت اڑتالیس میل یا اس سے زائد ہو۔

آپ نے دیکھا کہ غیر مقلدین عبادات کے سلسلہ میں کس قدر متہاون ہیں یہ مسائل شرعیہ میں صرف احناف ہی کی نہیں بلکہ جمہور اہلسنت والجماعت کی مخالفت کرتے ہوئے آپ کو نظر آئیں گے۔ اور مسائل دینیہ میں ان کا قول عموماً شاذ ہوگا، اور یہی وجہ ہے کہ امت مسلمہ میں انکی حیثیت بھی "منبوذین" یعنی اچھوتوں جیسی ہے۔

مگر ان کا دعویٰ یہی ہوگا کہ ہم سلف کے پیرو ہیں، اور ہم سلفی ہیں، اور ہم کتاب وسنت کی روشنی میں گفتگو کرتے ہیں۔

مسئلہ۔
(۶۹۴)
غیر مقلدوں کا مذہب یہ ہے کہ اگر گھر میں کوئی نہ ہو اور ضرورت پڑے تو نماز میں چل کر دروازہ کھولا جاسکتا ہے، اس چلنے سے نماز پڑھنے والے کی نماز میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

نواب صاحب حیدر آبادی فرماتے ہیں:

والمشي لفتح الباب اذا لم يكن في البيت من يفتحه۔

(ص۲۷ کنز)

یعنی اگر گھر میں دروازہ کھولنے والا کوئی نہ ہو تو چل کر نمازی دروازہ کھولیگا تو اس سے اس کی نماز (خواہ فرض ہو یا نفل) میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ لیکن غیر مقلدین کا یہ مذہب اس اطلاق کے ساتھ عام اہلسنت والجماعت کے مسلک کے خلاف ہے، اسلئے کہ تمام ائمہ کے نزدیک عمل کثیر سے نماز باطل ہوجاتی ہے، خاص طور پر فرض نماز کے باطل ہونے پر تو سب کا اتفاق ہے، نفل نماز میں بعض لوگوں نے ضرورت کے وقت اس کی اجازت دی ہے مگر یہ اجازت دینے والے بھی بعض لوگ ہی ہیں جمہور کے نزدیک عمل کثیر سے خواہ فرض ہو یا نفل نماز باطل ہی ہوجاتی ہے۔

امام اہلسنت حضرت امام احمد کا مسلک ہے۔

ولا باس بالعمل اليسير في الصلوٰة للحاجة (المغنی ص۱۴/۲ج)

یعنی اگر ضرورت کی وجہ سے نماز میں عمل قلیل پایا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں (اس سے معلوم ہوا کہ عمل کثیر کی نماز میں گنجائش نہیں اور اس سے نماز باطل ہو گی)

اور علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں۔

ولا تبطل الصلوٰة بجميع ذلك الا ان يتوالى ويكثر (ايضاً)
یعنی ان کاموں سے نماز باطل نہیں ہوتی ہے الا یہ کہ وہ پے بہ پے اور زیادہ ہو۔

اور علامہ ابن عبد البر فرماتے ہیں۔

العمل الكثير يفسدها۔ (الكافی)
یعنی عمل کثیر نماز کو فاسد کردیتا ہے۔
اور خود غیر مقلد عالم مولانا عبد الرحمٰن مبارکپوری اگرچہ عمل کثیر سے نماز کے باطل ہونے کے قائل نہیں ہیں مگر ان کا یہ مذہب بھی صرف نفل نماز کے بارے میں ہے فرض نماز میں وہ بھی عمل کثیر کی اجازت نہیں دیتے۔ تحفہ میں فرماتے ہیں۔

ولكن فى صلوٰة التطوع عند الحاجة (ص ۲۱۲/۱)
یعنی اس عمل کثیر کی گنجائش بوقت حاجت نفل نماز میں ہے۔
اب غیر مقلدین غور فرمالیں اگر نماز میں اتنا چلنا پھرنا عمل کثیر میں داخل نہیں ہوتا تو وہ چل پھر کر دروازہ کھولنے کی اجازت دیں ورنہ اپنے مذہب پر نظر ثانی کریں۔

مسئلہ :

(۶۵) غیر مقلدین کے مذہب میں زکوٰۃ کے مصارف (یعنی جن جگہوں پر زکوٰۃ خرچ کیجائیگی) آٹھ نہیں صرف سات ہیں، اسلئے کہ ان کے نزدیک مسکین اور فقیر میں کچھ فرق نہیں بلکہ دونوں ہم معنی ہیں۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں :

حق آنست کہ فقیر و مسکین متحد اند۔ (عرف ص۹۵)

یعنی حق اور صحیح بات یہ ہے کہ مسکین اور فقیر معنی کے اعتبار سے ایک ہیں۔
غیر مقلدوں کا یہ مذہب قرآن کے صریح خلاف ہے، قرآن کا ارشاد ہے۔

انما الصدقات للفقراء والمساکین ۔ الخ

یعنی زکوٰۃ فقراء اور مساکین کیلئے ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ فقیر ایک الگ نوع ہے اور مسکین کی نوع الگ ہے، دونوں متحد المعنی نہیں ہیں۔ نحو کا معروف مسئلہ ہے کہ عطف تغایر کو چاہتا ہے، اب بلا کسی قرینہ کے اور بلا کسی وجہ کے معطوف اور معطوف علیہ کی موجودگی کے باوجود فقیر اور مسکین کو ایک قرار دینا نری جہالت ہے۔

اور اس سے اہم بات یہ ہے کہ اگر نواب صاحب بھوپالی کی بات تسلیم کرلی جائے تو مصارف زکوٰۃ آٹھ کے بجائے سات ہوں گے، حالانکہ جمہور امت کا قرآن کی روشنی میں یہ مذہب ہے کہ مصارف زکوٰۃ آٹھ ہیں۔ اور ان آٹھوں کا ذکر خود قرآن میں ہے، اور جس آیت کا ایک جزء میں نے نقل کیا ہے وہ پوری درج ذیل ہے، جو ان آٹھ مصرفوں کے بیان پر مشتمل ہے۔

انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیہا والمؤلفۃ قلوبھم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل۔

المغنی میں ہے:

ولا یعطی الا الثمانیة الاصناف التی سمی اللہ تعالیٰ۔

یعنی زکوۃ کا مصرف صرف وہ آٹھ جگہیں ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے متعین طور پر کیا ہے۔

خود غیر مقلد عالم نواب حیدر آبادی فرماتے ہیں:

ھی ثمانیۃ (کنز ص۲۶)

یعنی مصارف زکوٰۃ آٹھ ہیں۔

اب معلوم نہیں کہ غیر مقلدوں کے ان نواب صاحب کو قرآن کے اس واضح اور صریح بیان کے خلاف یہ کہنے کی کیوں ضرورت پیش آئی کہ فقیر اور مسکین متحد ہیں، اور مصارف زکوٰۃ میں سے ایک مصرف گھٹانے سے دنیا و آخرت کا انکو کیا فائدہ حاصل ہوا۔

(۶۹) مسئلہ :

غیر مقلدین کے مذہب میں مصارف زکوٰۃ کے بیان میں فی سبیل اللہ سے مراد صرف جہاد اور مشرکین سے قتال نہیں ہے بلکہ ہر کار خیر فی سبیل اللہ میں داخل ہے۔ اسلئے جو بھی کسی کار خیر میں مصروف ہو، جیسے مسجد کی امامت کرنا، مدرسہ میں بچوں کو تعلیم دینا، وعظ و تبلیغ کے کام میں مصروف ہونا وغیرہ وغیرہ اس کو زکوٰۃ کا مال لینا جائز ہے۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں :

" فی سبیل اللہ مختص بجہاد نیست اگرچہ اعظم طرق الی اللہ ست پس ہر چہ راہ بسوئے خدا باشد زکوٰۃ دراں صحیح ست " (عرف صفحہ ۶۹)

یعنی " فی سبیل اللہ " جہاد ہی کے ساتھ خاص نہیں ہے، (اگرچہ یہ عظیم تر فی سبیل اللہ ہے) اسلئے جو راستہ بھی خدا کا راستہ ہوگا اس میں زکوٰۃ کا دینا صحیح ہوگا۔

غیر مقلدوں کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ کے پیسے سے مسجد بنانا، مدرسہ بنانا، کنواں تعمیر کرنا، سایہ دار درخت لگانا، امام کو تنخواہ دینا، مدرسہ کے مدرس کو تنخواہ دینا یہ سب روا اور جائز ہے، اور یہ تمام جگہیں زکوٰۃ کے مصارف ہیں۔

لیکن غیر مقلدوں کا یہ مذہب علمائے اسلام اور جمہور فقہاء و محدثین کے مذہب کے خلاف ہے۔ خود غیر مقلدین کے پیشوا اور معروف عالم میاں صاحب دہلوی اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں :

" اور مدرسہ کی تنخواہ اور سامان مدرسہ ان آٹھ مصارف سے خارج ہیں اور جس ملک میں بوجہ عدم تعلیم متعلقین کے احکام اور ارکان اسلام جاری نہ ہوں

وہاں مدرسہ ہونا بہت ضروری ہے، وہاں کے مسلمانوں کو چاہئے کہ علاوہ مال زکوٰۃ کے تھوڑی تھوڑی اعانت کر کے حسب حیثیت ایک مدرسہ قائم کریں۔ (فتاویٰ نذیریہ)

اور المغنی میں ہے: ولا یجوز صرف الزکوٰۃ الی غیر من ذکر اللہ تعالیٰ من بناء المساجد والقناطر والسقایات واصلاح الطرقات وتکفین الموتیٰ والتوسعۃ علی الاضیاف واشباہ ذلک من القرب التی لم یذکرہا اللہ تعالیٰ (ج ۲/۲۳۶)

یعنی ان جگہوں پر زکوٰۃ کا خرچ کرنا جائز نہیں ہے جنکو اللہ نے بیان نہیں کیا ہے جیسے مسجد کی تعمیر میں، پلوں کو بنانے میں، پانی پلانے کے انتظام میں راستوں کو ٹھیک کرنے میں مردوں کو دفن کرنے میں مہمانوں کو کھانا کھلانے پر اور انکے علاوہ کسی اور ثواب کی جگہ پر جس کا بیان قرآن میں نہیں ہے۔

اور الکافی میں حافظ ابن عبد البر امام مالک کا مذہب بیان کرتے ہیں:

واما قولہ عز وجل "وفی سبیل اللہ" فہم الغزاۃ (ج ۲/۲۲۶) یعنی اللہ کے اس قول "فی سبیل اللہ" سے مراد جہاد کرنیوالی غازیوں کی جماعت ہے۔

اور شیخ عبد العزیز المحمد السلمان مشہور نجدی السلفی وحنبلی عالم اپنی کتاب "الاسئلۃ والاجوبۃ الفقہیۃ" میں فرماتے ہیں:

"ولا خلاف فی انہم الغزاۃ لان سبیل اللہ عند الاطلاق ہو الغزو" (ج ۱۰۲/۲)

یعنی اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ فی سبیل اللہ سے مراد غازیوں کی جماعت ہے اسلئے کہ جب فی سبیل اللہ کا لفظ مطلق بولا جائے تو اس سے جہاد ہی مراد ہوتا ہے۔

بہرحال غیر مقلدین کا یہ مسئلہ بھی جمہور امت اور قرآن کے واضح ارشاد کے خلاف ہے۔

مسئلہ: (۶۷)

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ مالدار اہل علم کو زکوٰۃ لینی جائز ہے، اس وجہ سے کہ وہ دین کے کام میں لگے ہوئے ہیں جو "فی سبیل اللہ" میں داخل ہے۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں:

"ومنجملہ سبیل خدا صرف صدقہ در اہل علم ست کہ قیام دارند بمصالح دینیہ مسلمین پس ایشاں را نصیبے در مال خدا است خواہ تونگر باشند یا گدا بلکہ صرف آں دریں جہت از اہم امور ست (ص۶۹ عرف)

یعنی خدا کے راستوں میں (جن میں زکوٰۃ خرچ کی جانی چاہیے) ایک راستہ یہ ہے کہ زکوٰۃ کا مال اہل علم پر خرچ کیا جائے، چونکہ علماء مسلمانوں کی دینی مصلحتوں کو قائم رکھتے ہیں اس وجہ سے زکوٰۃ میں سے انکا حصہ ہے، بلکہ اہل علم پر زکوٰۃ خرچ کرنا سب سے اہم مصرف ہے خواہ وہ علماء مالدار ہوں یا فقیر۔

غیر مقلدین کا یہ مذہب محض ہوائے نفس کی اتباع اور غیر مقلدیت کا استعمال بے جا ہے بلکہ دینی مسائل میں قیاس و رائے سے فیصلہ کرنے اور فتویٰ دینے کی نادوا کوشش ہے۔

تمام علماء امت کا متفقہ فیصلہ ہے کہ زکوٰۃ کے مصارف اغنیاء اور مالدار نہیں ہیں، خواہ وہ مالدار اہل علم ہوں یا غیر اہل علم، اللہ کے رسول کا واضح ارشاد ہے کہ:

"زکوٰۃ مالداروں سے لیکر ان کے فقراء پر خرچ کیجائیگی (المغنی ص۶۶۱ ج۲)

غیر مقلدین کا مذہب اس حدیث کے علاوہ ان تمام احادیث کے خلاف ہے جن میں مالداروں کو زکوٰۃ لینے پر سخت وعید ہے، اور جن کا ذکر عام کتب احادیث میں موجود ہے۔

تعجب ہے کہ غیر مقلدوں نے اپنے مالدار علماء کیلئے اس مال کو حلال کر لیا ہے

جس کو اللہ اور اس کے رسول نے تمام مالداروں کیلئے حرام کیا ہے، اور جس کے بارے میں حدیث میں آیا ہے کہ وہ اوساخ الناس یعنی لوگوں کا میل کچیل ہے۔
امام اہل سنت والجماعت حضرت امام احمد بن حنبل کا مذہب المغنی میں ہے۔
ولا یعطی من سھم الفقراء و المساکین لغنی ولاخلاف فی ذالک بین اھل العلم۔ (ج ۲ ص ۶۶۱)
یعنی فقراء اور مساکین کے حصہ سے (یعنی زکوٰۃ کے مال سے) کسی مالدار کو نہیں دیا جائے گا اور اس میں کسی بھی اہل علم کا اختلاف نہیں ہے۔
اور سنئے اس سلسلہ میں اللہ کے رسول کا صاف صاف ارشاد یہ ہے۔
لاحظ فیھا لغنی۔ (المغنی ج ۲ ص ۶۶۱)
یعنی زکوٰۃ میں کسی مالدار کا حصہ نہیں۔
اور ایک دوسری حدیث میں آپ نے فرمایا۔ لاتحل الصدقۃ لغنی۔ (ایضا) یعنی کسی مالدار کو زکوٰۃ لینی حلال نہیں۔
اللہ کے رسول کے ان واضح ارشادات کے علی الرغم غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ مالدار علماء کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے اور ان کو زکوٰۃ کا مال کھانا حلال ہے۔ سخت تعجب کی بات ہے۔

(۶۸) مسئلہ:

غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ جسکے پاس پچاس درہم ہو وہ مالدار ہے اسکو زکوٰۃ لینی جائز نہیں۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں:

"غنی کسے است کہ پنجاہ درہم یا بہائے آں از زر نزد خود دارد وایں تعریف در حدیث مرفوع آمدہ"

یعنی غنی وہ ہے جسکے پاس پچاس درہم یا اسکے برابر سونا کی قیمت ہو اور غنی کی یہ تعریف حدیث مرفوع میں مذکور ہے۔

سب کو معلوم ہے کہ شریعت میں ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا یا دو سو درہم نقد میں زکوٰۃ واجب ہے، اور شریعت میں اتنی مالیت کے مالک کو غنی کہا جاتا ہے ایسے ہی شخص پر زکوٰۃ واجب ہے۔

اب اگر غیر مقلدین حضرات غنی کی تعریف اپنے انداز پر کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں کسی مرفوع حدیث کا سہارا بھی لے رہے ہیں تو ضروری ہے کہ ہم ذرا ایک نگاہ اس حدیث مرفوع پر بھی ڈال لیں کہ اس مرفوع حدیث کی حقیقت بھی معلوم ہو جائے۔

نواب صاحب نے جس مرفوع حدیث کا حوالہ دیا ہے وہ ترمذی میں ہے اور وہ یہ ہے:

عن عبد اللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سأل الناس ولہ ما یغنیہ جاء یوم القیٰمۃ ومسئلتہ فی وجہہ خموش او کدوش اوکدوح قیل یا رسول اللہ ما یغنیہ؟ قال: خمسون درھما او قیمتھا من الذھب۔ (رواہ الترمذی)

یعنی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول نے فرمایا کہ جس نے کسی سے سوال کیا دراں حالیکہ اسکے پاس اتنا پیسہ ہے جو اسکو غنی کر دیتا ہے

تو وہ قیامت کے روز اس حال میں آئے گا کہ اس کا چہرہ نچا ہوا اور زخمی شدہ ہوگا۔
لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ کتنی مقدار سے آدمی غنی ہو جاتا ہے؟ تو آپ
نے فرمایا پچاس درہم یا اس کے برابر سونا کی قیمت۔

اب آیئے ذرا اس حدیث کی سند دیکھیں۔
اس حدیث کی سند میں ایک راوی حکیم بن جبیر ہے، اس کے بارے میں
امام ذہبی میزان میں فرماتے ہیں۔ وہ شیعہ ہے۔ امام احمد اسکو ضعیف قرار دیتے
ہیں، امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ لوگوں نے اس سے حدیث لینی ترک کر دیا ہے، امام
نسائی فرماتے ہیں کہ وہ قوی نہیں ہے اور جوزی کہتے ہیں کہ وہ جھوٹا ہے، امام شعبہ
اس سے روایت نہیں کرتے تھے، معاذ فرماتے ہیں کہ میں نے شعبہ سے کہا کہ حکیم بن
جبیر والی حدیث بیان فرمائے تو انھوں نے کہا کہ اگر میں اس سے نقل کر کے
حدیث بیان کروں تو مجھ کو جہنم کا خوف ہے۔

(تحفۃ الاحوذی)

اس حدیث کی سند کا حال یہ ہے مگر غیر مقلدین کے یہاں یہ حدیث قابل احتجاج
ہے اور انکے مذہب کی بنیاد اس قسم کی احادیث پر ہے، اور یہ طعنہ دیں گے مقلدین
کو اور خاص پر احناف کو یوں منہ چڑائیں گے۔

اتنی نہ شیخی تر کر پڑھ کے ہدایہ صاحب
ابھی جا کر کے کہیں سیکھئے گردان حدیث

(نکاح محمدی ص ۱۹)

(۶۹) مسئلہ :

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ ماں باپ اور سگی اولاد کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔

خان صاحب بھوپالی فرماتے ہیں :

" ادلہ عموماً و خصوصاً باشند بجواز دفع زکوٰۃ بسوئے اصول و فروع "

(ص ۶۲ عرف)

یعنی عمومی و خصوصی دلائل اس پر ناطق ہیں کہ ماں باپ اور سگی اولاد کو زکوٰۃ دینی جائز ہے۔

غیر مقلدین کا یہ مذہب بھی جمہور امت کے خلاف ہے۔

امام اہلسنت حضرت امام احمد بن حنبل کے مسلک کے بیان میں امام خرقی فرماتے ہیں۔

ولا یعطی من الصدقۃ المفروضۃ للوالدین وان علوا ولا للولد وان سفل ۔ (المغنی ص ۶۴۷/۲)

یعنی فرض صدقہ میں سے نہ ماں باپ اور دادا دادی نانا نانی وغیرہ کو دیا جاسکتا ہے اور نہ اپنے لڑکے پوتے پوتی پڑپوتے پڑپوتی وغیرہ کو یہ امت کا اجماعی فیصلہ ہے۔ المغنی میں ہے۔

قال ابن المنذر اجمع اھل العلم علی ان الزکوٰۃ لا یجوز دفعھا الی الوالدین (ص ۶۴۷/۲)

یعنی ابن منذر فرماتے ہیں کہ اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ زکوٰۃ والدین کو دینی جائز نہیں۔

نیز فرماتے ہیں :

نص علیہ احمد فقال لا یعطی الوالدین من الزکوٰۃ ولا ولد الولد ولا الجد ولا الجدۃ ولا ولد البنت (ایضاً ص ۶۴۷/۲)

یعنی اس پر حضرت امام احمد کی نص موجود ہے انھوں نے فرمایا کہ زکوۃ نہ والدین کو دی جائے گی نہ پوتے پوتیوں کو نہ دادا دادی کو نہ نانا نانی کو اور نہ نواسہ نواسی کو۔

یہ ہے امام اہلسنت کا مذہب۔ مگر غیر مقلدین کی دین و مذہب ہی الگ ہی ڈگر ہے، جو بات اجماعی ہے وہ بلا تکلف اس کے خلاف اپنی راہ تجویز کرینگے اور زبان درازی کرتے ہوئے فرمائیں گے۔

"اجماع چیزے نیست" (عرف ص۳)

یعنی اجماع کوئی چیز نہیں ہے۔

اور وہ اعلان کریں گے۔

اجماعیکہ وقوع و علش ممکن شدہ تسلیم نمی کنیم کہ حجت شرعیاست (افادۂ)

یعنی جو اجماع کہ ممکن اور واقع ہے ہم کو تسلیم نہیں ہے کہ وہ کوئی شرعی حجت ہے۔

اور وہ اس طرح اپنی راہ امت کے خلاف اختیار کرتے ہوئے سواد اعظم سے کٹے ہوئے ہیں اور رحمتِ خداوندی سے محروم ہیں۔ اور ید اللہ علی الجماعۃ کی بشارت سے مایوس۔

(۶۰) **مسئلہ:**

غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ پردہ کرنا صرف ازواج مطہرات کیلئے ہے، مسلمانوں کی عام عورتوں کو پردہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں:

وآیہ حجاب مختص با زواج رسول خدا است (صہ ۵۲)

یعنی وہ آیت جس میں پردہ کرنے کا حکم ہے وہ صرف رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے ساتھ مختص ہے۔

غیر مقلدین کتاب و سنت کے سلسلہ میں کس درجہ جری ہیں اس کا ایک نمونہ غیر مقلدوں کے مجدد کا یہ مذکورہ بالا قول بھی ہے۔ نواب صاحب کس بے باکی سے یہ فرماتے ہیں کہ پردہ والی آیت صرف ازواج مطہرات کے ساتھ خاص ہے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ عام مسلمان عورتوں کو پردہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے مگر کیا غیر مقلدوں کا یہ کہنا صحیح ہے۔ اور قرآن کے صریح مضمون کی کھلی تحریف نہیں ہے؟ اس کو جاننے کیلئے آئیے، آیت حجاب آپ خود پڑھ لیں قرآن کا ارشاد ہے۔

یاایھا النبی قل لازواجک وبنٰتک ونساء المومنین یدنین علیھن من جلابیبھن۔ (احزاب)

(ترجمہ) اے نبی کہدے اپنی عورتوں کو اور اپنی بیٹیوں کو اور مسلمانوں کی عورتوں کو، نیچے لٹکالیں اپنے اوپر تھوڑی سی اپنی چادریں۔

آپ اس آیت کو پڑھیں دیکھئے اس میں صرف ازواج مطہرات کا ذکر نہیں ہے بلکہ ان کے ساتھ نبی کی بیٹیوں اور پھر تمام مسلمانوں کی عورتوں کا بھی ذکر ہے، لیکن نواب صاحب فرماتے ہیں کہ آیت حجاب مختص با زواج مطہرات ست

یہ قرآن کا انکار یا اسکی معنوی تحریف نہیں ہے۔

قرآن کی اس تحریف معنوی کے باوجود غیر مقلدین شور بھی مچائیں کہ ہم کتاب و سنت کے سب سے بڑے پیروکار ہیں۔

شیشۂ مے بغل میں پنہاں ہے
پھر بھی دعویٰ ہے پارسائی کا

مولانا شبیر احمد عثمانی اپنے فوائد تفسیریہ میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں۔

یعنی بدن ڈھانپنے کے ساتھ چادر کا کچھ حصہ سر سے نیچے چہرہ پر بھی لٹکا لیویں۔ روایات میں ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے پر مسلمان عورتیں بدن اور چہرہ چھپا کر اس طرح نکلتی تھیں کہ صرف ایک آنکھ دیکھنے کیلئے کھلی رہتی تھی۔

(۱۰۱) مسئلہ :

غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ اگر کسی نے جمعہ کے خطبہ کے دوران کسی سے "خاموش رہو" کہدیا تو اس کی جمعہ کی نماز نہ ہو گی۔

خاں صاحب بھوپالی فرماتے ہیں :

"وہر کہ دیگرے را گوید، خاموش شو، او را جمعہ نباشد زیرا کہ حرکت لغو کرد وانکار منہی عنہ نمود۔" (ص۲۳ عرف)

(یعنی اگر کسی نے کسی سے یہ کہا کہ "خاموش رہو" تو اسکا جمعہ نہ ہو گا اسلئے کہ اس نے لغو حرکت کی اور اس کا انکار کیا جس بات سے منع کیا گیا ہے۔"

غیر مقلدوں کا یہ مذہب بھی ایجاد بندہ ہے محدثین فقہاء اور جمہور اہل اسلام میں سے کسی کا یہ مذہب نہیں ہے کسی فقیہ کسی محدث نے اس کو مبطلات صلوٰۃ یا مفسدات صلوٰۃ جمعہ میں سے نہیں شمار کیا ہے، یقیناً دوران خطبہ کلام کرنا ممنوع اور حرام ہے۔ مگر یہ کہ اس سے جمعہ کی نماز ہی باطل ہو جائے گی یہ صرف غیر مقلدوں کا مذہب ہے، تعجب ہے کہ دوران خطبہ "چپ رہو" کہنے کو غیر مقلدین حضرات مبطلات صلوٰۃ جمعہ میں سے قرار دیتے ہیں جبکہ غیر مقلدین کے نزدیک خطبہ جمعہ نماز جمعہ کی شرائط میں سے بھی نہیں ہے۔

خاں صاحب نے جس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے وہ یہ ہے :

ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال : اذا قلت لصاحبك اسکت والامام يخطب فقد لغوت ۔

یعنی اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب امام خطبہ دے رہا ہو تو اس وقت اگر تم نے اپنے ساتھی سے یہ کہا کہ "تو خاموش رہ" تو تم نے ایک بیکار کام کیا۔

معلوم نہیں اس سے غیر مقلدوں نے نماز کے باطل ہونے کا مسئلہ کہاں سے نکال لیا کیا خطبۂ جمعہ نماز جمعہ ہے؟ جیسے کلام کرنے سے نماز باطل ہوجاتی ہے۔ اسی طرح خطبہ کے دوران بھی کلام کرنے سے نماز باطل ہوجائے گی۔

خود غیر مقلدین حضرات تصریح فرماتے ہیں کہ جمعہ کا خطبہ نماز جمعہ سے الگ ہے خیر یہ تو غیر مقلدوں کی بات ہوئی، مگر اہل سنت والجماعت کے حافظ ابن عبدالبر کیا فرماتے ہیں انکی بھی سن لیجئے، الکافی میں حافظ ابن عبدالبر فرماتے ہیں۔

من تکلم حینئذ فقد لغا ولا تفسد صلوته بذلک (ص۲۵۱/۱۴)

یعنی دوران خطبہ اگر کسی نے گفتگو کی تو اس نے لغو حرکت کی مگر اس سے اس کی نماز باطل نہ ہوگی۔

غیر مقلدین کو کون بتلائے کہ ہر لغو کام سے نماز باطل نہیں ہوتی، بلاوجہ بدن کھجلانا، زیادہ حرکت کرنا، بلاوجہ نماز میں کھانسنا، جماہی لینا یہ تمام لغو حرکتیں ہیں اور منہی عنہ ہیں۔ مگر اس سے نماز باطل نہیں ہوتی۔

اگر غیر مقلدین حضرات میری باتیں تو میں ان سے عرض کروں کہ صرف گردان حدیث سے کام نہیں چلے گا انکو کچھ فقہ کی بھی گردان کرنی چاہیے۔ فقہ حنفی کی گردان سے عقل زیادہ روشن ہوگی۔

مسئلہ۔
(۱۳۸)
غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ نشہ میں دی گئی طلاق کا اعتبار نہیں اور سکران یعنی نشہ والے کی طلاق واقع نہ ہوگی۔

خاں صاحب بھوپالی فرماتے ہیں

وطلاق سکران صحیح نیست زیرا کہ مناط تکلیف عقل ست وچوں عقل زائل شود ہر حکم شرعی زائل شد، (صفحہ ۱۲۳ عرف)

یعنی جو شخص نشہ کی حالت میں ہے اس کی طلاق صحیح نہیں ہے، اسلئے کہ آدمی کے مکلف ہونے کا مدار عقل ہے، اور جب عقل زائل ہو جائے تو ہر حکم شرعی ختم ہو جاتا ہے۔

غیر مقلدین کا یہ استدلال بڑا دلچسپ ہے، اب اگر شراب پی کر کوئی زنا کرے تو اس پر حد زنا واجب نہ ہوگی، شراب پی کر کسی نے کسی کو قتل کر دیا تو اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔ شراب پی کر کسی نے کسی کا مال چرا لیا تو اس پر سے حد سرقہ ساقط ہے، اور اگر شراب پی کر کسی نے کسی کی ماں بہن پر زنا کا الزام لگایا تو اس پر حد قذف واجب نہ ہوگی بسخرض حالت نشہ میں جتنی معصیتیں ہونگی اور خدا کی قائم کردہ جو بھی حد توڑی جائے گی سب معاف، شراب پیو مزے اڑاؤ زیادہ سے زیادہ شراب کی معمولی سزا بھگت لو۔

اور طرفہ تماشا تو یہ ہے کہ غیر مقلدین کا استدلال اس مسئلہ میں صرف عقل اور قیاس سے ہے، حالانکہ غیر مقلدین تو یہ قوالی گاتے ہیں۔

ہم اہل حدیث ہیں برادر	ہے قول نبی ہمارا رہبر
ہر مکر سے پاک و دور ہیں ہم	اور کذب سے بھی نفور ہیں ہم
بھاتی نہیں ہم کو حیلہ بازی	آتی نہیں ہم کو جعل سازی

وہ یہ گاتے ہیں۔

میں بلبل نالان گلزار محمد ہوں — میں نرگس حیران دیدار محمد ہوں
جان سرو بہ قمریاں بجے بن گل رعنا پر — میں عاشق بے جان رخسار محمد ہوں

بہرحال غیر مقلدوں کا یہ مسئلہ بہت ہی قابل غور ہے، اور حافظ ابن عبد البر کا تو بیان یہ ہے کہ یہ صرف امام مالک ہی نہیں بلکہ اکثر اہل مدینہ کے مذہب کے خلاف ہے۔

وطلاق السکران وعتاقه، لازم عند مالك واكثر اهل المدينة

(رحمہ ۱۶۵/۲)

یعنی نشہ والے کا طلاق دینا اور اس کا غلام آزاد کرنا امام مالک اور اکثر اہل مدینہ کے نزدیک لازم ہے۔

اور مشہور حدیث ثلث جدهن جد وهزلهن جد کے بھی خلاف ہے۔

(۳۰) مسئلہ۔

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ جس کو زیادہ بھوک پیاس لگے اس پر روزہ فرض نہیں ہے۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں۔

"وشرط صوم استطاعت ست پس متعطش و مستاکل را صوم واجب نبود

(عرف الجادی)

یعنی روزہ رکھنے کیلئے استطاعت شرط ہے اس لئے جس کو بہت بھوک پیاس لگتی ہو یا جس کو بہت بھوک لگتی ہو اس کو روزہ رکھنا واجب نہیں ہے۔

غیر مقلدوں کا یہ مذہب بالکل نیا انکشاف ہے اور اس سلسلہ میں بس یہی کہا جا سکتا ہے کہ غیر مقلدیت کی وجہ سے آدمی قرآن کے انکار پہ پہونچ جاتا ہے۔ قرآن کی نص صریح ہے۔

یا ایھا الذین اٰمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم۔

یعنی اے مومنو تم پر روزہ رکھنا اسی طرح فرض ہے جیسا کہ ان لوگوں پر فرض تھا جو تم سے پہلے تھے۔

نیز ارشاد ربانی ہے۔

فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ۔

یعنی تم میں سے جو رمضان کا مہینہ پائے وہ روزہ رکھے۔

قرآن کے ان ارشادات کو دیکھئے اور پھر غیر مقلدوں کا یہ مذہب بھی دیکھئے کہ جس کو بھوک پیاس لگے اس کو روزہ نہیں رکھنا ہے، کیا ان کا یہ مذہب قرآن کا کھلا انکار نہیں ہے؟

لیکن بات یہ ہے کہ غیر مقلدین کی توجہ قرآن کی طرف تو کم البتہ انکی زبان پر

حدیث کا نام زیادہ آتا ہے (اور یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے کو اہل قرآن کے بجائے اہلحدیث کہتے ہیں) مگر غضب تو یہ ہے کہ پورے ذخیرۂ احادیث میں ایک حدیث بھی تو ایسی نہیں جس سے غیر مقلدین کا یہ مذہب ثابت ہو کہ

"جس کو بھوک پیاس لگے اس پر روزہ نہیں"۔

اسلام کی بنیاد جن پانچ چیزوں پر ہے اس میں سے ایک روزہ بھی ہے۔

بنی الاسلام علی خمس شہادۃ ان لا الٰہ الا اللّٰہ وان محمد رسول اللّٰہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ والحج وصوم رمضان (رواہ البخاری عن ابن عمر)

یعنی اسلام کی بنیاد پانچ درج ذیل چیزوں پر ہے۔

توحید و رسالت کا اقرار، نماز کی ادائیگی، زکوٰۃ کی ادائیگی، حج کرنا اور روزہ رکھنا۔

تعجب ہے کہ اتنی اہم عبادت کے بارے میں غیر مقلدوں نے اپنی رائے سے فیصلہ کر لیا کہ جس کو بھوک پیاس لگے وہ روزہ نہ رکھے، خدا اور رسول کے فرمان کے مقابلہ میں یہ جرأت اور دیدہ دلیری! دین و شریعت کے ساتھ ملحدوں کے سوا ایسا مذاق کون کر سکتا ہے۔؟

(۲۳) **مسئلہ۔**

غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ جس جانور کو بلا بسم اللہ پڑھے ذبح کیا گیا ہو اسکا گوشت کھانا حلال ہے۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں۔

وحق آنست کہ نزد اکل کافی ست اگر نزد ذبح معلوم نباشد (عرف ۲۴۱)

یعنی حق یہ ہے کہ اگر یہ معلوم نہ ہو کہ ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھا گیا ہے تو گوشت کھانے کے وقت بسم اللہ پڑھ لینا کافی ہے۔

انہیں اس سے مطلب نہیں کہ اس سلسلہ میں اور ائمہ فقہاء اور محدثین کا مسلک کیا ہے؟

یہ غیر مقلدین جو یہ بانگ کرتے ہیں کہ ہم صرف وہی مانیں گے جو خدا کا فرمان ہے، اور انکی شان رسول تک میں گستاخی کا عالم یہ ہے کہ وہ نہایت بے شرمی و بے حیائی اور گستاخانہ انداز میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فداہ ابی وامی کے بارے میں یہ لکھتے ہیں شریعت اسلام میں تو خود پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم بھی اپنی طرف سے بغیر وحی کچھ فرمائیں تو وہ بھی حجت نہیں ۔(۱) (طریق محمدی ص۳۰)

---

(۱) گویا پورے دین میں جو کچھ ہے وہ صرف وحی الٰہی ہے، رسول نے رسول ہونے کی حیثیت دین کچھ فرمایا ہی نہیں، اور اگر رسول بحیثیت رسول دین میں اپنی طرف سے کچھ فرمائیں تو ان غیر مقلدین کے یہاں کچھ اعتبار ہی نہیں؟

ہے اس جہالت کا کچھ ٹھکانا؟

اس پر مفصل گفتگو کیلئے میری کتاب (عقائد غیر المقلدین کتاب وسنت کی روشنی میں) انتظار کیجیے، جو جلد ہی منظر عام پر آرہی ہے۔

میرا خطاب انھیں مدعیوں اور جناب رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے گستاخوں سے ہے کہ قرآن تو صاف صاف اعلان کر رہا ہے اور حرام قرار دے رہا ہے کہ جن جانوروں پر ذبح کے وقت اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اسکو مت کھاؤ۔

ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ

یعنی جن جانوروں پر بسم اللہ نہ پڑھا گیا ہو، اسکو مت کھاؤ۔

اور تم کہتے ہو کہ اس جانور کا گوشت کھانا حلال ہے، آخر تمہارا اصول اور مذہب کیا ہے؟

سچ یہ ہے کہ یہ غیر مقلدین بارگاہ رسول کے گستاخ ہیں، صحابہ کرام کی جناب میں گستاخی کرتے ہیں۔ ائمہ دین، اسلاف امت، محدثین عظام سب کی یہ تضحیک اور بے توقیری کرتے ہیں اسلئے یہ علم کے نور سے محروم ہیں، دین کی سمجھ انسے سلب کر لی گئی ہے، اور خدا نے انکو ضلالت و گمراہی کے ایسے راستہ پر ڈالدیا ہے کہ وہ اس سے باہر نکلنا بھی چاہیں تو اپنی ان گستاخیوں کی وجہ سے اس سے باہر نہیں نکل سکتے۔

مسئلہ۔ (۷۵)

غیر مقلدوں کا مذہب یہ ہے کہ اگر نمازی کے آگے سے گدھا، کالا کتا، یا عورت گزر جائے اور سامنے سترہ (کوئی آڑ) نہ ہو تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔

نواب حیدر آبادی فرماتے ہیں۔

ومرور الحمار والکلب الاسود والامرأۃ اذا لم تکن سترۃ

(کنز الحقائق ص۲۰)

یعنی نمازی کے آگے اگر سترہ نہ ہو تو گدھے، یا کالے کتے یا عورت کا گزرنا نماز کو فاسد کر دے گا۔

مگر غیر مقلدین کا یہ مذہب جمہور علماء کے خلاف ہے، تحفۃ الاحوذی میں مولانا مبارکپوری لکھتے ہیں۔

وقال مالک وابوحنیفۃ والشافعی رضی اللہ عنھم وجمھور من السلف والخلف لا تبطل الصلوٰۃ بشیٔ من ھولاء ۔ (ص ۲۷۶/۱)

یعنی امام مالک امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رضی اللہ عنہم اور جمہور سلف وخلف کا یہ مذہب ہے کہ ان میں سے کسی چیز سے بھی نماز باطل نہ ہوگی۔

امام ترمذی فرماتے ہیں:

والعمل علیہ عند اکثر اھل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومن بعدھم من التابعین قالوا لا یقطع الصلوٰۃ۔

(ترمذی مع التحفہ ص ۲۷۶/۱)

یعنی صحابہ وتابعین میں اکثر اہل علم اور محدثین کا عمل اس پر ہے کہ ان میں سے کسی چیز کا گزرنا نماز کو باطل نہیں کرے گا۔

غیر مقلدوں کا عام وطیرہ یہی ہے کہ یہ جمہور سے ہٹ کر شاذ مذہب اور شاذ قول اختیار کرتے ہیں، اور اسی کو اپنے لئے باعثِ افتخار جانتے ہیں۔ اور دعویٰ کریں گے ہم سلف کے پیرو ہیں، اور کس سلف کے پیرو ہیں؟ انکے سلف کا آج تک تعین ہی نہیں ہو سکا۔ صحابہ کرام، محدثین عظام، فقہائے ذی شان تو ان کے سلف ہیں نہیں، تو پھر ان کے سلف ہیں کون؟ شیعوں کے امام غائب کی طرح سے ان کا ذکر کتابوں غیر مقلدین کرتے تو ہیں، مگر عالم واقعہ میں ان کا وجود شیعوں کے امام غائب کی طرح سے مفقود ہے۔

(۲۶) **مسئلہ:**

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ اعتکاف کرنے کیلئے روزہ ضروری نہیں ہے بلکہ بلا روزہ بھی اعتکاف درست ہے۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں۔

"و دلیلیکہ دال باشد برآنکہ اعتکاف جز بصوم درست نمی آید نیامدہ"

یعنی اس پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ بلا روزہ اعتکاف صحیح نہیں ہے۔

نیز فرماتے ہیں:

پس حق عدم اشتراط صوم در اعتکاف ست۔ (ص ۸۳)

یعنی پس حق یہی ہے کہ اعتکاف میں روزہ کی شرط نہیں ہے۔

غیر مقلدین کا یہ مذہب جمہور کے خلاف ہے۔

حافظ ابن عبد البر الکافی میں امام مالک کا مذہب یہ بیان کرتے ہیں۔

ولا اعتکاف عند مالك واکثر اهل المدينة الا بصوم (ص ۲۵۲/۱۳۰)

یعنی حضرت امام مالک کے نزدیک بغیر روزہ کے اعتکاف نہیں اور یہی اکثر اہل مدینہ کا مذہب ہے۔

حضرت امام احمد کا مشہور مذہب بھی یہی ہے۔

امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

عند احمد روایتان احدهما انه لا اعتکاف الا بصوم کمذهب ابی حنیفة ومالك۔

یعنی امام احمد سے دو روایتیں ہیں، ایک یہ ہے کہ اعتکاف بلا روزہ کے نہیں ہوتا جیسا کہ امام مالک اور امام ابو حنیفہ کا مسلک ہے۔

غرض جمہور کا یہی مسلک ہے کہ اعتکاف بلا روزہ کے نہیں ہوتا، امام ابو حنیفہ

امام مالک اور امام احمد کا ایک قول اور اکثر اہل مدینہ کا بھی مذہب ہے کہ اعتکاف واجب کیلئے روزہ شرط ہے۔ اب معلوم نہیں غیر مقلدین کو جمہور کے مذہب کے خلاف کون سی دلیل مل گئی جسکی بنیاد پر انھوں نے یہ مذہب اختیار کیا ہے کہ واجب اعتکاف کیلئے بھی روزہ شرط نہیں ہے؟ اگر امام ابوحنیفہ سے وہ دلیل مخفی رہی تو کیا امام مالک امام احمد اور اکثر اہل مدینہ سے بھی وہ مخفی رہی۔

میں بار بار یہ کہتا ہوں کہ غیر مقلدین کو ہمیشہ اکثریت اور جمہور کے خلاف مذہب اختیار کرنے کی عادت ہے۔ اور وجہ اس کی یہی ہے کہ غیر مقلدین صحابہ کی ارشادات کی روشنی میں احادیث کا مطلب متعین کرنے کے بجائے خود صاحب اجتہاد ہوتے ہیں، اس وجہ سے انکی عقل انکو ہمیشہ شاذ آراء کی طرف لے جاتی ہے۔

حضرت ام المومنین حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔

لا اعتكاف الا بصوم،

یعنی بلا روزہ کے اعتکاف نہیں۔

الاسئلة والاجوبة الفقهية (ج ۲ ص ۱۸۳)

۱۱۱ مسئلہ :

غیر مقلدین کے مذہب میں شیعہ کا ذبیحہ حلال ہے، کیونکہ وہ اہل اسلام میں سے ہیں۔ فتاویٰ نذیریہ میں ہے۔

• واضح ہو کہ ذبیحہ اہل تشیع کا کھانا حلال ہے کیونکہ وہ اہل اسلام میں سے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ اہل اسلام میں سے ہونے کا دعویٰ تو قادیانیوں کا بھی ہے تو کیا انکے اس دعویٰ کو تسلیم کرلیا جائے اور ان کا ذبیحہ مسلمانوں کیلئے حلال ہوگا۔؟

ہندوستان کے شیعہ جنکو اثنا عشری کہا جاتا ہے قرآن کے محرف ہونے کے قائل ہیں قرآن میں کمی بیشی کے قائل ہیں، ام المومنین حضرت عائشہ پر گندہ الزام لگاتے ہیں، ان کا عقیدہ یہ ہے کہ خلفائے ثلاثہ کافر تھے، ان کا مذہب ہے کہ ائمہ اثنا عشری مقام نبوت سے بلند و بالا ہے، انکو تصرف فی الکائنات حاصل تھا، وہ انکی عصمت کے قائل ہیں، انکے علاوہ اور بھی انکے خرافاتی و گندے اور غیر اسلامی عقائد ہیں جنکے ساتھ کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا، پھر ان عقائد کے باوصف شیعوں کو مسلمان سمجھنا اور ان کا ذبیحہ مسلمانوں کیلئے حلال اور جائز قرار دینا دین و شریعت کے ساتھ کھلواڑ نہیں تو اور کیا ہے۔

یہ غیر مقلدین ایک طرف تو ابن تیمیہ کو شیخ الاسلام اور دین کا مجدد اور دنیا کی سب سے بڑی علمی شخصیت (ضرورت کے موقع پر) باور کراتے ہیں اور دوسری طرف جب موقع ملتا ہے انھیں شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی بات کو ردی کی ٹوکری میں بھی ڈال دیتے ہیں۔

فتاویٰ ابن تیمیہ میں شیعوں کے بارے میں کیا لکھا ہے کیسے یقین کیا جائے کہ غیر مقلدین کے علماء و مفتیان اس سے جاہل ہیں؟ اگر جاہل ہیں تو سخت تعجب ہے اگر نہیں تو پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ کیسے ان کے نزدیک شیعوں کا ذبیحہ حلال ہے

ابن تیمیہ شیعوں کو مسلمان نہیں سمجھتے ہیں اور ان کا فیصلہ شیعوں کے بارے میں یہ ہے

وهؤلاء الغالية هم كفار باتفاق المسلمين (فتاوی ج ۲ ص ۳۲۰)

یعنی یہ غلو کرنے والی (شیعوں کی) جماعت باتفاق مسلمین کافر ہے۔

شیعوں کے عقیدہ عصمت کے بارے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

واعظمهم قولا لذلك الرافضة فانهم يقولون بالعصمة حتى عما يقع على سبيل النسيان والسهو والتاويل ويتقولون ذلك الى من يعتقدون امامته وقالوا بعصمة علي والاثنى عشر۔ (ايضا)

یعنی عصمت غیر انبیاء کے قائلین سب سے زیادہ رافضی ہیں وہ کہتے ہیں کہ ائمہ سہو ونسیان سے بھی معصوم ہیں وہ حضرت علی اور بارہوں ائمہ کی عصمت کے قائل ہیں۔

اہلسنت والجماعت کا مشہور ومعلوم عقیدہ ہے کہ جو غیر معصوم کو معصوم ہونے کا عقیدہ رکھے یا قرآن میں کمی بیشی کا اور اس کے محرف ہونے کا عقیدہ رکھے یا خلفائے ثلاثہ کے کافر ہونے کا عقیدہ رکھے یا حضرت عائشہ پر وہ الزام لگائے جسکی برأت قرآن سے ثابت ہو چکی ہے یا جن صحابہ کرام کے بارے میں قرآن کی واضح شہادت موجود ہے کہ وہ مسلمان ہیں انکے عدم اسلام کا قائل ہو تو ایسا شخص کافر ہے، نہ اسکا ذبیحہ جائز ہے اور نہ اسکے پیچھے نماز جائز ہے نہ اس سے شادی بیاہ جائز ہے ______ اگر غیر مقلدوں کے ہاتھ میں شیعوں کے مسلمان ہونے کی کوئی دلیل ہے تو وہ اسکو پیش کریں تاکہ انکے اس مذہب ومسلک کی حقانیت معلوم ہو کہ شیعوں کے ہاتھ کا ذبیحہ جائز ہے، اور وہ اہل اسلام میں سے ہیں۔(۱)

---

(۱) شیعوں کے ساتھ تو غیر مقلدین کو بہت سے مسائل و اعتقادات میں توافق ہے جیسا کہ اسکو بہت واضح اور مدلل طریقے سے اپنی عربی کتاب "وقفة مع اللامذهبية" میں ثابت کیا ہے۔
ہم ان توافق کے پیش نظر کچھ بعید نہیں کہ شیعہ فی الواقع غیر مقلدین کے نزدیک مسلمان ہوں، اور جب وہ مسلمان ہونگے تو ان کا ذبیحہ کم از کم غیر مقلدین کے نزدیک تو یقینا جائز ہوگا۔

(۲۷۸) مسئلہ:-

غیر مقلدین کے مذہب میں سر پر بال رکھنا سنت ہے، اگرچہ آنحضور سر پر بال نہیں رکھتے تھے۔

فتاویٰ نذیریہ میں ہے:

اس میں شبہ نہیں کہ سر پر بال رکھنا سنت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اور حضرت علی کے سوا تمام صحابہ رضی اللہ عنہم ہمیشہ سر پر بال رکھتے تھے اور بجز حج کے کبھی نہیں منڈواتے تھے۔ (ص۵۲۱ ج۳)

جب میں غیر مقلدوں کی کتابیں پڑھتا ہوں تو حیران رہ جاتا ہوں کہ ان کی کون سی بات معتبر ہے اور کونسی بات قابل اعتبار نہیں، انکے بیان اتنی متضاد باتیں پڑھنے کو ملتی ہیں کہ یہ مذہب لکھنؤ کی بھول بھلیاں معلوم ہونے لگتا ہے۔

ایک طرف جب مطلب ہوتا ہے اور آباء واجداد کے خلاف صحابہ کی کوئی بات نظر آتی ہے تو وہ صاف کہہ دیتے ہیں کہ صحابی کی بات کا اعتبار نہیں، اور کبھی جب کوئی بات انکے اجتہاد کے مطابق ہوتی ہے تو صحابہ کا قول اور عمل حجت بن جاتا ہے اور آنحضور کا عمل بے قیمت ہو جاتا ہے، یہیں دیکھ لیجئے ایک طرف یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ آنحضور کا معمول سر پر بال رکھنے کا نہیں تھا اور اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی لوگوں کو باور کرایا جا رہا ہے کہ سر پر بال رکھنا سنت ہے اسلئے کہ صحابہ کرام سر پر بال رکھا کرتے تھے۔

سوال یہ ہے کہ سنت آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کا معمول بنے گا یا صحابہ کرام کا عمل؟ صحابہ کرام کا جب عمل آپ کے عقیدہ کے مطابق دین میں حجت ہی نہیں تو اس سے کسی چیز کا مسنون ہونا کیسے ثابت ہوگا۔؟ پھر آنحضور کے معمول کے مقابلہ میں صحابہ کرام کے معمول کو ترجیح دینا یہ تو ان غیر مقلدوں کے نزدیک "قریب بشرک" ہے، یہاں یہ شرک کیسے گوارا کر لیا گیا؟ یہی ہے دین، تو اس "دین مخترع" کو سلام۔

مسئلہ:-

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ اگر کسی کنویں سے جوتی نکل آئے اور کنویں کا پانی کثیر نہ ہو تو وہ کنواں ناپاک ہو گا۔

غیر مقلدوں کا یہ مذہب ان کے اس اصل اور قاعدہ کے خلاف ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت اور طہارت ہے اور یہ کہ پاک پانی کو کوئی چیز ناپاک نہیں بناتی جب تک کہ اس کا کوئی وصف (مزہ بو یا رنگ) نہ بدل جائے۔

یہاں یہ بھی سوال ہے کہ جب وہ جوتی کنویں میں گری تو کیا دلیل ہے کہ وہ ناپاک تھی، محض گمان سے کنویں کے پاک پانی پر ناپاک ہونے کا حکم لگانا شریعت کے قانون کے خلاف ہے، قرآن میں خدا کا ارشاد ہے۔

وان الظن لا یغنی من الحق شیئا۔

آپ اس کتاب میں غیر مقلدین کے مسائل پڑھیں خصوصاً جن کا تعلق نجاست اور طہارت سے ہے، آپ حیران ہونگے کہ ان کا واقعی اس سلسلہ میں مذہب کیا ہے؟ کون سی چیز انکے یہاں پاک ہے اور کون سی چیز ناپاک ہے، اور کس نجاست سے نجاست کی کتنی مقدار سے کوئی چیز ناپاک ہوگی یا ناپاک نہ ہوگی، غیر مقلدین کا مذہب کیا ہے ایک بھول بھلیاں ہے، اور اقوال پریشاں کا مجموعہ ہے، ایک ہی مسئلہ میں انکے اقوال کی متضاد آراء اور مختلف اقوال ہیں، جسکا نتیجہ یہ ہے کہ انکی راہ مستقیم کا پتہ چلانا بہت دشوار ہو گیا ہے، مگر اس پریشاں حالی اور ژولیدہ فکری اور کج رائی کے باوجود یہ حضرات سینہ زور اور بے حیا ہیں کہ نہ پوچھو، دوسروں کو سنانے کیلئے اس قسم کے شعر گایا کرتے ہیں۔

مسلک سنت پہ اے سالک چلا جا بے دھڑک
جنت الفردوس کو سیدھی گئی ہے یہ سڑک

(طریق محمدی ص ۹۵)

مسئلہ۔ (۸۰)

غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ تنہا عورتوں کی مرد امامت کر سکتا ہے۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں:

واما منع رجال از امامت نساء کہ ہمراہ شان مرد نباشد لیس دلیلے دال بر عدم جوازش معلوم نیست۔ (عرف ص۳۴)

یعنی اس بات سے روکنا کہ مرد ان عورتوں کی امامت نہ کرے جن کے ساتھ مرد نہ ہوں اسکے عدم جواز پر ہمیں کوئی دلیل معلوم نہیں۔

اگر آپ کو اس کی دلیل نہیں معلوم تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے، آپ کا اسکی دلیل سے جاہل ہونا عدم وجود کو مستلزم نہیں۔

غیر مقلدین کا یہ مسئلہ بھی عام فقہاء کے قول کے خلاف ہے اسلئے کہ اکثر فقہاء اسکو مکروہ سمجھتے ہیں کہ مرد تنہا اجنبی عورتوں کی امامت کرے۔

امام اہلسنت حضرت امام احمد بن حنبل کا مسلک ابن قدامہ ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ویکرہ ان یؤم الرجل نساء اجانب لا رجل معهن (المغنی ص۲۰/۲)

یعنی مرد کا اجنبی عورتوں کی امامت کرنا جنکے ساتھ مرد نہ ہوں مکروہ ہے۔

نیز غیر مقلدوں کا یہ مسئلہ اس حدیث کے خلاف ہے ابن قدامہ فرماتے ہیں:

لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی ان یخلو الرجل بالمرأۃ الاجنبیۃ (ایضا) یعنی مرد کا اجنبی عورتوں کی امامت کرنا اس وجہ سے مکروہ ہے کہ اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آدمی اجنبی عورت کے ساتھ تنہا وقت نہ گزارے۔

مسئلہ:-

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ بیوی سے ہم بستر ہونے سے پہلے غسل کرنا سنت ہے۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں

وسنت است غسل از برائے مجامعت (ص۱۳ عرف)

یعنی مجامعت (بیوی سے ہم بستر ہونے) کیلئے غسل کرنا سنت ہے

اب یہ تو غیر مقلدین ہی بتلائیں گے کہ اس سنت پر ان کا کیسا عمل ہے، جہاں تک ہمیں علم ہے وہ یہ کہ کوئی بھی غیر مقلد اس سنت پر فی زمانہ عامل نہیں ہے اور اجماعی طریقہ پر غیر مقلدوں نے اس سنت کو چھوڑ رکھا ہے۔

اور تارک سنت ظاہر ہے کہ بدعتی ہوتا ہے، اور بدعتی گمراہ ہوتا ہے اور گمراہ کا ٹھکانا جہنم ہے، اب ناظرین خود ہی فیصلہ کرلیں گے خانصاحب بھوپالی کے اس ارشاد کی روشنی میں غیر مقلدوں کا ٹھکانا کہاں ہے۔

البتہ اخیر میں ایک بات اور عرض کرنی ہے، اب خانصاحب مرحوم تو ہیں نہیں کہ یہ عرض انھیں کی خدمت میں پیش کی جاتی، البتہ ان کے مقلدین و متبعین موجود ہیں، اسلئے اب جو عرض کرنا ہے انھیں سے کرنا ہے، ہمیں ذرا غیر مقلدین اس حدیث کا اور اگر یہ بات قرآن کی ہے تو اس آیت کا پتہ بتلادیں جس سے یہ معلوم ہو کہ مجامعت کیلئے غسل کرنا سنت ہے۔ اور ہم ان کے مزید شکر گذار ہوں گے اگر ائمہ متقدمین و متأخرین میں سے کسی کا یہ مذہب نقل کردیں اور اگر شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم اور شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب کی کسی عبارت سے خانصاحب کی بات کی تائید پیش کردیں تو پھر ہماری ممنونیت کی کوئی انتہا نہ ہوگی۔

(۸۲) مسئلہ

غیر مقلدوں کے یہاں ٹوپی اور عمامہ ہوتے ہوئے برہنہ سر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ فتاویٰ نذیریہ میں ہے۔

اللہ پاک نے فرمایا ہے:

یا بنی آدم خذوا زینتکم عند کل مسجد۔ اس آیت پاک سے ثابت ہوا کہ ٹوپی اور عمامہ سے نماز پڑھنا اولیٰ ہے کیونکہ لباس زینت ہے، اگر عمامہ اور ٹوپی رہتے ہوئے انکا سلا برہنہ نماز پڑھے تو مکروہ ہے۔ (ج ۱ ص ۲۴۰)

اور جیسا کہ میں نے ابھی عرض کیا کہ موجودہ زمانہ میں احناف کی ضد میں غیر مقلدوں نے اسی مکروہ طریقہ سے نماز پڑھنے کو فیشن بنالیا ہے، اور قرآن کے اس ارشاد کی خلاف ورزی مخالفت کرتے ہوئے انکو شرم نہیں آتی۔

اب سوال یہ ہے کہ مسنون طریقہ کو چھوڑ کر غیر مسنون اور مکروہ طریقے بلا عذر نماز پڑھنا باعث عتاب ہے یا نہیں! اگر نہیں ہے تو کیوں اور اگر ہے تو پھر میاں صاحب شیخ الکل فی الکل کا یہ فرمانا کہ ننگے سر نماز پڑھنا باعث عتاب نہیں ہے کیونکر صحیح ہوگا۔

اور کیا مسنون طریقہ سے نماز پڑھنا اور غیر مسنون اور مکروہ طریقہ سے نماز پڑھنا دونوں کا ثواب اور قبولیت کا درجہ ایک ہی ہے یا کچھ فرق ہے، اگر ایک ہی ہے تو اس کی دلیل کیا ہے، اور اگر فرق ہے، یعنی مکروہ طریقہ سے نماز پڑھنے کا ثواب بمقابلہ مسنون طریقہ سے نماز پڑھنے کے ثواب سے کم ہے تو یہ بھی "عتاب" کی ایک شکل ہے یا نہیں؟ اگر ہے اور یقیناً ہے تو پھر شیخ الکل فی الکل کا یہ فرمانا کہ ننگا سر ہوکر نماز پڑھنے میں کوئی عتاب نہیں کیسے صحیح ہے۔

۸۳) مسئلہ:

غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ ننگے سر نماز پڑھنی مکروہ ہے

وصلوت بجا سراداسیہ من کسل (ص۲۸ کنز)

یعنی جو آدمی سستی سے ننگے سر نماز پڑھے اسکی نماز مکروہ ہے۔

اگر غیر مقلدین اپنے اس دعوی میں سچے ہیں کہ ان کی ہر بات کتاب وسنت سے ہوتی ہے جیسا کہ ایک غیر مقلد عالم کا دعوی ہے کہ

۔ اہلحدیث ہر مسئلے کی دلیل قرآن یا حدیث سے دیتے ہیں۔

تو اور مسائل کو تو جانے دیجئے نماز کا یہی مسئلہ جو آپ کے سامنے ہے کہ کھلے سر نماز پڑھنی مکروہ ہے اس کی دلیل کتاب وسنت سے پیش کردیں۔

ہماور مز سے جو کہتے ہیں پورا کر دکھاتے ہیں
شخور یہ چیرتے ہیں کوہ سے دریا بہاتے ہیں

(طریق محمدی)

یاد رکھئے خذوا زینتکم والی آیت سے ہرگز مت استدلال کیجئے گا ورنہ پھر آپ کیلئے مصیبت کھڑی ہو جائے گی۔

بہرحال اتنا معلوم ہوا کہ غیر مقلد علماء کھلے سر نماز کو مکروہ کہتے ہیں اس مکروہ نماز کا تماشا اگر دیکھنا ہے تو غیر مقلدوں کی مسجد کا رخ کیجئے، وہاں آپ یہ تماشا خوب دیکھیں گے۔

(۱۸۴) مسئلہ:

غیر مقلدین کے امام اور مجدد نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں کہ قعدہ اخیرہ میں داہنا پاؤں کھڑا رکھے اور بائیں پاؤں پر بیٹھے یہی احناف کا بھی مذہب ہے، مگر آج کل عوام غیر مقلدین اور انھیں عوام کی روش پہ چلتے ہوئے بعض خواص غیر مقلدین بھی اس ہیئت مسنونہ کے خلاف قعدہ اخیرہ میں، تورک کرتے ہیں یعنی سرین پر بیٹھتے ہیں، لیکن سنئے خاں صاحب بھوپالی کیا فرماتے ہیں۔

"واز ہیات قعدہ اخیرہ ست کہ بر پائے چپ بنشیند وپائے راست استادہ کند" (صلا عرف)

یعنی قعدہ اخیرہ کی شکل یہ ہے کہ بائیں پاؤں پر بیٹھے اور داہنا پاؤں کھڑا رکھے۔

ایک متعصب غیر مقلد عالم اس مسئلہ کو بیان کر کے احناف پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"حنفیہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے اس طریقہ پر نماز نہیں پڑھتے کیونکہ ان کا مذہب اسلام نہیں حنفی ہے، انکا رب اللہ نہیں ابو حنیفہ ہے انکے نبی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نہیں بلکہ علمائے احناف ہیں۔" (مذہب حنفی کا مذہب اسلام سے اختلاف ص۳۶)

او ابو الاقبال سلفی بھکورت اپنے اس امام اور مجدد کے بارے میں فیصلہ سناؤ۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

(۸۵) مسئلہ ۱

غیر مقلدین رکوع کے بعد سجدہ میں جاتے ہوئے پہلے ہاتھ رکھتے ہیں پھر گھٹنا ٹیکتے ہیں لیکن غیر مقلدوں کا یہ اجماعی عمل بقول نواب صاحب بھوپالی درست نہیں ہے۔ بلکہ صحیح طریقہ وہ ہے جو خان صاحب فرماتے ہیں۔

دو وضع رکبتین در سجدہ قبل از یدین ست (عرف ص۳۰)

یعنی نماز میں سجدہ کو جاتے ہوئے پہلے دونوں گھٹنے رکھے جائیں گے پھر دونوں ہاتھ۔ (یہی حنفیہ کا مذہب ہے)

اب دیکھنا ہے کہ خان صاحب کے اس صحیح مسئلہ بیان کرنے پر غیر مقلدوں کا کیا رد عمل ہوتا ہے۔

مسئلہ۔ (۸۶)

نماز میں سر ڈھانکنا مسنون ہے۔

میاں صاحب نذیر حسین دہلوی کی طرف منسوب فتاویٰ نذیریہ میں ہے،
"نماز میں سر ڈھانکنا ضروری نہیں ہے ہاں ایک مسنون امر ہے اگر کرے
تو اولیٰ ہے نہ کرے تو عتاب نہیں۔" (فتاویٰ نذیریہ ص ۲۴۰/۱ ج)

آج کل غیر مقلدوں نے ننگے سر نماز پڑھنے کو فیشن اور غیر مقلدیت کی علامت بنا لیا
ہے اور اس "امر مسنون" کا قصداً ترک کرنا ان کا شعار بنا ہوا ہے۔ میاں صاحب
دہلوی شیخ الکل فی الکل کے اس فتویٰ کی روشنی میں انکو اپنی اس عادت بد اور ترک
اولیٰ پر اصرار اور عناد پر نظر ثانی کرنی چاہئے۔

اور رہا میاں صاحب کا یہ فرمانا کہ "نماز میں سر ڈھانکنا امر مسنون ہے" اور
پھر یہ بھی کہنا کہ اگر نہ کرے تو عتاب نہیں ہے، اس سے غیر مقلدوں کے "مسنونات"
اور حدیث سے ثابت شدہ امور کے سلسلہ میں "حسن ظن" اور "اعتقاد" اور ان کے
دعوائے "عمل بالحدیث" کا پتہ چلتا ہے۔

مسئلہ۔

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ نماز کے فرائض میں سے سمع اللّٰہ لمن حمدہٗ اور ربنا لک الحمد کہنا بھی ہے، دونوں سجدوں کے درمیان دعا و ذکر بھی ہے۔

نواب صاحب حیدر آبادی فرماتے ہیں۔

ومن فرائضہا .... التسمیع والتحمید والذکر بین السجدتین۔ (کنز ص۲۰)

یعنی نماز کے فرائض میں سے سمع اللّٰہ لمن حمدہ اور ربنا لک الحمد کہنا بھی ہے اور اسی طرح دونوں سجدوں کے درمیان ذکر کرنا بھی فرض ہے۔

غیر مقلدوں کا یہ مذہب بھی صحابہ و تابعین، سلف و خلف اور جمہور محدثین و فقہا اور ائمہ اربعہ کے خلاف ہے۔

ہمیں نہیں معلوم کہ یہ مذہب کسی صحابی، کسی تابعی کسی فقیہ اور محدث اور ائمہ اربعہ میں سے کسی امام کا ہے۔

اگر غیر مقلدین کا یہ مذہب حق اور ٹھیک ہے تو وہ کسی معتبر کا قول پیش کریں۔

اس شاذ قول کے قائلین صرف غیر مقلدین اور ان جیسے کچھ ظاہریہ ہیں جن کا مبلغ علم اور حدیث دانی اس سے زیادہ نہیں کہ وہ رسول اللّٰہ کی اس حدیث کو سنکر

"من احدث فلیوتر"

پیشاب، پیخانہ کے بعد وتر کی نماز کیلئے کھڑے ہو جاتے تھے۔

اللّٰہ تعالیٰ سوء فہم اور کج راہی سے محفوظ رکھے۔

(۸۸) **مسئلہ:**

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ کسی کو حج کرنے کیلئے زکوۃ دی جا سکتی ہے۔
نواب حیدر آبادی مصارف زکوۃ کے بیان میں لکھتے ہیں:

وحاج بیت اللہ (ص۲۶ کنز)

یعنی حج کرنے والے کو زکوۃ دینی جائز ہے۔

غیر مقلدین کا یہ مذہب بھی جمہور کے مذہب کے خلاف نیز کتاب و سنت کے خلاف ہے اللہ تعالی نے صاحب استطاعت پر حج فرض کیا ہے، اور جو مستطیع نہیں ہے اس پر حج فرض نہیں ہے، اس کا حج کرنا زیادہ سے زیادہ تطوع اور نفل ہو گا اور ایک نفل کام کے لئے ممنوع اور محظور کا ارتکاب نہیں کیا جا سکتا، اسلئے کہ بلا ضرورت سوال کرنا حرام ہے، اور فقیر کے مال سے دوسروں کو حصہ لگانا جائز نہیں۔

الکافی میں علامہ حافظ ابن عبدالبر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ولا یعطی منہا کافر فقیر ولا فی دفن میت فقیر ولا فی شراء مصحف ولا فی حجۃ ولا فی عمرۃ ولا فی بنیان مسجد، (ص۳۲۷/۱۲۰)

یعنی زکوۃ کے مال میں سے کسی کافر فقیر کو نہیں دیا جا سکتا اور نہ زکوۃ کا مال فقیر مردہ کو دفن کرنے میں خرچ کیا جائے گا (اسلئے کہ زکوۃ میں قبضہ شرط ہے، اور مردہ قبضہ کرنے کا اہل نہیں) اور نہ زکوۃ کا مال کسی کے حج اور عمرہ میں خرچ کیا جائے گا اور نہ مسجد کی تعمیر میں۔

مسئلہ!

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ مردہ کا منہ کھلا ہو تو اسکو بند کر دینا چاہئے۔ لیکن جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ آپ تو بقول خود "اہلحدیث" ہیں اس مسئلے کی حدیث سے دلیل بیان کیجئے، تو وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں کا یہ مسئلہ بے دلیل ہے، اور کبھی کبھی ہم لوگ دلیل اور بلا حدیث بھی محض اپنی رائے اور اپنے قیاس اور اجتہاد سے بھی کہدیتے ہیں۔

خان صاحب بھوپالی اس مسئلہ کے بیان کے سلسلہ میں فرماتے ہیں!

"وبند کردن دہن گشادہ اگرچہ دلیلے بر آں نیست" (صد ۵۹ عرف)

اور مردہ کا کھلا منہ بند کر دینا چاہئے اگرچہ اسکی کوئی دلیل نہیں ہے۔

دیکھا آپ نے! بے حیائی اور بے شرمی دلیل ہاتھ میں کچھ بھی نہیں ہے مگر شرعی مسئلہ بیان ضرور کریں گے اور کہیں گے کہ ہم دین میں اپنی رائے سے کچھ نہیں کہتے، ہم اہلحدیث ہیں ہم تو صرف "مصطفےٰ" کی گفتار دیکھتے ہیں، اور ہم جو بات کہتے ہیں وہ صرف کتاب وسنت کی روشنی میں کہتے ہیں۔

اگر واقعی یہ بزعم خود اہل حدیث سچے ہیں تو لائیں اس مسئلہ کی دلیل کتاب وسنت سے۔ انکے مجدد تو صاف صاف فرما رہے ہیں کہ اس مسئلہ پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

اب کیا ہم بھی یہاں ان تمام اقوال کو ذکر کر دیں جو رائے اور قیاس کی مذمت میں ہیں اور جن کو ذکر کر کے احناف کو بطور خاص یہ "اہلحدیث" اپنے طعنوں کا نشانہ بناتے ہیں اور ان کے جہنمی ہونے کا سرٹیفکٹ جاری کرتے ہیں۔

(۹۰) مسئلہ :

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ جنازہ اٹھانے والے کو وضو کرنا چاہیئے اسی طرح مردہ کو غسل دینے والے کو نہانا چاہیئے۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں :

حامل میت را وضو کردن می رسد چنانکہ غاسل مردہ غسل می باید نمود (عرف ص ۱۳)

یعنی جو میت کا جنازہ اٹھائے اسکو وضو کرنا چاہیئے اور جو مردہ کو غسل دے اس کو نہانا چاہیئے۔

غیر مقلدوں کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ کتاب و سنت سے ہٹ کر کوئی بات نہیں کہتے اور وہ جو کہتے ہیں اسکی دلیل کتاب و سنت سے دیتے ہیں، اگر ان کے اس دعویٰ میں ذرا بھی سچائی ہے تو اس مسئلے کی کتاب و سنت سے دلیل پیش کر دیں۔

روز سنتے ہو جھگڑے غیروں کے
آج میری بھی التجا سن لو

(طریق محمدی ص ۴۶)

(۹۱) مسئلہ۔

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ اگر کسی نے چوری کی تو اس کا ہاتھ کاٹ کر اس کی گردن میں لٹکایا جائے گا۔

وتعلوق الید المقطوعۃ فی عنق السارق ــ (کنز ص ۱۰۰)

قرآن میں چور کی سزا صرف ہاتھ کاٹنا ہے۔

یہ چور کے کاٹے ہاتھ کے گردن میں لٹکانے کا قرآن میں کہیں ذکر نہیں ہے۔

اسلئے غیر مقلدوں کا یہ اصول قطعاً قرآن کے خلاف ہے۔

اور حدیث میں کہیں اس کا ذکر ہے بھی تو وہ کسی خاص وجہ سے ہے نہ کہ یہ کوئی شرعی اصول اور چور کی سزا کا جز ہے۔

مسائل فقہیہ بیان کرنے کیلئے بڑے تفقہ کی ضرورت ہے جس سے غیر مقلدین محروم رہیا۔

(۹۲) مسئلہ۔

غیر مقلدین کے امام اور مجدد نواب صاحب بھوپالی کو اعتراف ہے کہ آمین بالسر اور آمین بالجہر دونوں طرح جائز ہے۔ اور حدیث دونوں طرح کی صحیح ہیں۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں۔

احادیث و آثار در خفض و رفع آمین ہر دو وارد شدہ و بصحت رسیدہ

(عرف ص ۲۹)

یعنی آہستہ آمین اور زور سے آمین دونوں طرح سے کہنے کے سلسلہ میں احادیث اور آثار صحابہ موجود ہیں اور دونوں ہی طرح کے آثار و احادیث صحیح ہیں۔

اس فیصلہ کے بعد احناف کے خلاف غیر مقلدین کی زبان اس مسئلہ میں بند ہو جانی چاہیے۔

کہہ رہی ہے حشر میں وہ آنکھ شرمائی ہوئی
ہائے کیسی اس بھری محفل میں رسوائی ہوئی

۲۲۔ مسئلہ۔

غیر مقلدین کلمات اقامت کو اکہرا کہتے ہیں یہی عوام غیر مقلدین کا مذہب ہے مگر ان کے خواص کا مذہب اس کے خلاف تھا۔

خان صاحب بھوپالی جو مذہب غیر مقلدین میں مجددیت کے مقام پر فائز تھے فرماتے ہیں۔

وعمل بزیادت وارده از وجہ صحیح ثابت ست پس برین تقدیر اقامت مثنیٰ مثنیٰ باید جز تہلیل وھذا ھو الذی ینبغی القول بہ علی مایقتضیہ الاصول۔ (عرف ص ۲۵)

یعنی اقامت کے سلسلہ میں صحیح طریق اور صحیح سند سے زیادتی والے کلمات اقامت پر عمل ثابت ہے۔ اسلئے لا الٰہ الا اللہ کے سوا بقیہ تمام کلمات اقامت کو دوہرا کہنا چاہئے ، اور اصول کا تقاضا ہے کہ اسی کا قائل ہوا جائے۔

چمن و دیدہ و ہوائے خوش و پروانہ کرد!
کبک مسکین چہ خبر داشت کہ شہبانہ بہت

اب دیکھنا ہے کہ غیر مقلدوں کا طائفہ حاضرہ اپنے اس مجدد کے خلاف کون سا طوفان کھڑا کرتا ہے۔

(۹۴) مسئلہ۔

نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھے یا زیر ناف، یا ناف اور سینے کے بیچ میں سب درست ہے اور ان میں سے کسی کا بھی انکار کرنا قرب قیامت کی علامت ہے۔
خاں صاحب بھوپالی فرماتے ہیں:

دست راست بر دست چپ بہ بند و خواہ بر سینہ نہد یا زیر ناف یا میان ہر دو، و احادیث وارده دریں باب قریب بست حدیث ست و لاحدے از اہل علم دراں قدح نکرده و انکارش شک نیست از علامات آخر زماں و دلائل حضور قیامت و قرب ساعت ست۔ (عرف ص۲۰)

یعنی نماز میں داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر باندھے، خواہ سینہ پر رکھے خواہ زیر ناف خواہ انکے بیچ، اس بارے میں تقریباً بیس حدیثیں آئی ہیں، اور کسی صاحب علم نے ان حدیثوں پر رد و قدح نہیں کیا ہے۔
اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس کا انکار قرب قیامت کی علامت ہے۔
غیر مقلدوں کو اپنے اس بڑے "مولوی محمد صدر مدرس مدرسہ محمدیہ و مدیر و منصرم اخبار محمدی" کی اس نصیحت کو اس موقع پر اب قبول کرنے سے دریغ نہ ہونا چاہیے۔ طریق محمدی میں یہ بڑے مولوی صاحب فرماتے ہیں۔

"دوستو حق قبول کرنے میں نہ شرماؤ ملامت کرنیوالے سے کہدو سے

کافر بتوں کے ناز اٹھاتے نہیں رہے
وہ دل نہیں رہا وہ زمانے نہیں رہے

اگر احکام شرع پر قرآن و حدیث پر عمل کرتے ہوئے لوگ عار دلائیں تو کیا پرواہ ہے،

عالم تمام دشمن جاں شد برائے تو

(طریق محمدی ص ۴۳-۱۳۲)

مسئلہ -

غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ عورتوں کو قبر پر جانا اور اسکی زیارت کرنا جائز ہے

فتاویٰ نذیریہ میں ہے -

عورتوں کو قبر پر جانا جائز ہے اور یہی جمہور اور اکثر علماء کا قول ہے (ص ۱۵۹ ج ۱)

غیر مقلدین جو مدعی عمل بالکتاب والسنہ ہیں انکو جمہور و اکثر علماء کے قول سے کیا مطلب ہونا چاہیئے کہیں وہ صحیح حدیث اور کتاب اللہ سے دلیل پیش کریں، حدیث میں تو صاف صاف عورتوں کو قبر پر جانے سے روکا گیا ہے، حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے۔

لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زوارات القبور

(رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ)

یعنی اللہ کے رسول نے ان عورتوں پر لعنت کی ہے جو قبروں پر جاتی ہیں۔ قبروں کی زیارت کی اجازت مردوں کیلئے تو ہے مگر عورتوں کو قبر پر جانے کی اجازت کیلئے غیر مقلدوں کو واضح اور صریح حدیث پیش کرنی چاہیئے جسمیں عورتوں کو قبر پر جانے کی اجازت دی گئی ہو۔

جمہور علماء کیا کہتے ہیں اور فلاں محدث اور فلاں فقیہ کیا کہتا ہے وہ غیر مقلدین صرف مقلدین کیلئے چھوڑ دیں۔

مسئلہ۔ (۹۶)

زخم والی پٹی پر وضو میں مسح کرنا جائز ہے اگرچہ اس بارے میں جو حدیث ہے وہ کمزور اور ضعیف ہے۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں۔

ومسح بر جبیرہ وغسل باقی اعضاء وضو جائز ست اگرچہ حدیثش واہی وضعیف ست۔ (عرف ص ۱۹)

یعنی زخم والی پٹی پر مسح کرنا اور بقیہ اعضاء کا دھونا وضو میں جائز ہے اگرچہ اس سلسلہ کی حدیث کمزور اور ضعیف ہے۔

سوال یہ ہے کہ کمزور اور ضعیف حدیثوں سے استدلال کرنا اور اس پر اپنے مذہب کی بنیاد رکھنا غیر مقلدوں کے یہاں کب سے جائز ہوگیا ہے؟

مسئلہ۔
(۲۹۷)

غیر مقلدوں کا مذہب یہ ہے کہ کافر کے پیچھے نماز جائز ہے، اگر نماز پڑھانے کے بعد کافر نے بتلا دیا کہ وہ کافر ہے تو بھی نماز کا اعادہ مقتدی پر نہیں ہے۔

نواب صاحب حیدرآبادی فرماتے ہیں۔

ولو اخبر بعد الصلوٰۃ بانہ کافر لا یعیدون۔ (کنز ص۲۳)

یعنی نماز پڑھانے کے بعد کافر نے بتلایا کہ وہ کافر ہے تو بھی مقتدی اپنی نماز کو دھرائیں گے نہیں (اور اس کافر امام کے پیچھے انکی نماز صحیح ہو جائے گی)

غیر مقلدوں کا یہ مذہب جمہور کے خلاف ہے، امامت کیلئے اسلام (مسلمان ہونا) سب کے نزدیک شرط ہے، یہ صرف غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ مسلمان نمازیوں کی امامت کافر بھی کر سکتا ہے اور اسکے پیچھے مسلمان کی نماز جائز ہوگی۔

المغنی میں ہے:

فان تبین بعد الصلوٰۃ انہ کان کافرا او خنثیٰ مشکلا فعلیہ الاعادۃ

(ص۲۱۰ ج۱)

یعنی (امام اہلسنت حضرت امام احمد بن حنبل کا مسلک یہ ہے کہ) اگر نماز کے بعد یہ معلوم ہوا کہ جس نے نماز پڑھائی ہے وہ کافر یا خنثیٰ مشکل تھا تو مقتدی کو نماز کا دہرانا واجب ہوگا۔

اور علامہ ابن عبد البر الکافی میں امام مالک کا مسلک بیان کرتے ہیں۔

ولا یجوز الائتمام بامرءۃ ولا خنثیٰ مشکل ولا کافر (ص۲۱ ج۱)

یعنی نماز میں عورت کی اقتدا کرنا یا خنثیٰ مشکل کی اقتدا کرنا یا کافر کی اقتدا کرنا جائز نہیں ہے۔

یہی عام فقہاء محدثین اور سلف و خلف کا مذہب ہے مگر یہ غیر مقلدین

دین و مذہب کے سلسلہ میں اپنی دنیا کتاب و سنت اور سلف و خلف سے ہٹکر الگ بساتے ہیں۔

نماز ہی نہیں کسی بھی عمل شرعی کو کرنے کیلئے اور اسکو مقبول بارگاہ الٰہی ہونے کیلئے پہلی شرط تو ایمان ہی ہے، ایمان نہیں تو کسی کا کوئی عمل شرعی عمل ہو ہی نہیں سکتا نہ اس کو خدا کے یہاں مقبولیت حاصل ہوگی، یہ بات اتنی واضح اور اتنی بدیہی اور کھلی ہے کہ اس پر کتاب و سنت سے دلیل پیش کرنے کی چنداں حاجت نہیں۔

مگر ان کج فکروں کو کون سمجھائے کہ دین کو بازیچہ اطفال بنانے کا انجام صرف یہ ہے کہ آدمی سیدھا جہنم میں جائے گا، اور پھر ساری غیر مقلدیت دھری کی دھری رہ جائے گی۔

مسئلہ۔

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ جو نماز بلا عذر شرعی چھوڑ دی گئی ہو اسکی قضا نہیں ہے۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں۔

دلالت نمی کند دلیلے بر وجوب قضائے نمازے کہ بغیر عذر شرعی متروک گشتہ (عرف ص ۳۵)

یعنی اس پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ جو نماز بلا عذر شرعی چھوڑ دی گئی ہو اس کی قضا واجب ہے۔

جی ہاں، شوق سے نماز کی قضا مت پڑھیے۔ مگر غیر مقلدین پر تو لازم ہیں کہ اگر اس پر دلیل نہیں ہے کہ بلا عذر شرعی جس نماز کو چھوڑ دیا گیا ہو اس کی قضا واجب ہے تو اس پر تو دلیل ہوگی کہ اس کی قضا واجب نہیں ہے۔ ہمیں بس اس "متاع گم گشتہ" یعنی کتاب و سنت سے اس کی دلیل کا پتہ بتلا دیجئے۔

تعجب ہے کہ غیر مقلدین کے اس امام نے اتنے اہم مسئلہ کے سلسلہ میں کسی حدیث یا کسی آیت قرآنی کا کوئی حوالہ نہیں دیا۔

معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ میں ان کے پاس آباء و اجداد کی پیروی کے علاوہ کوئی ٹھوس اور مستحکم دلیل نہیں ہے، اور ان کا یہ دعوی ڈھونگ ہی ہے کہ۔

غیر مقلدین اپنے تمام اعمال و عقائد میں کلام الٰہی اور حدیث نبوی پر عامل ہیں۔ (طریق محمدی ص ۱۱)

(۹۹) مسئلہ۔

نواب صاحب بھوپالی امام غیر المقلدین کا مذہب یہ ہے کہ پیشاب پاخانہ کے وقت قبلہ کی طرف رخ کرنا جائز ہے اور نہ اس کی طرف پشت کرنا جائز ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔

ہم چنیں ممنوع است استقبال قبلہ واستدبار قبلہ نزد بول وبراز نشستن۔

(عرف ص۱۱)

یعنی اسی طرح پیشاب اور پاخانہ کے وقت قبلہ کی طرف رخ کرنا یا پشت کرنا ممنوع ہے۔

خان صاحب بھوپالی کی یہ عبارت اس بات کا اعلان ہے کہ خواہ آدمی آبادی میں ہو یا آبادی سے باہر ہو، جنگل میں ہو یا صحرا میں ہو، بند جگہ ہو یا کھلی جگہ قبلہ کی طرف رخ کرکے پیشاب پاخانہ کرنا جائز نہیں۔

آج کل غیر مقلدین محض احناف کی ضد میں اپنے گھر کا بیت الخلاء قبلہ رخ بناتے ہیں اور بیت اللہ کی طرف منہ کرکے بلا تکلف پیشاب پاخانہ کرتے ہیں۔

اب معلوم نہیں کہ انکی رائے اپنے اس امام کے بارے میں کیا ہوگی جو اس عمل کو حرام اور ممنوع قرار دیتا ہے۔

عام غیر مقلدین کا جو مذہب ہے، وہ اس صحیح حدیث کے خلاف ہے۔

عن ابی ایوب الانصاری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتیتم الغائط فلا تستقبلوا القبلۃ ولا تستدبروھا (بخاری ومسلم)

حضرت ابوایوب انصاری فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول نے فرمایا کہ جب تم قضائے حاجت کیلئے جاؤ تو قبلہ کی طرف نہ اپنا رخ کرو اور نہ اپنی پشت۔

مسئلہ۔

غیر مقلدوں کے یہاں جوتے میں نماز پڑھنا مسنون یعنی سنت ہے۔

ویسن ان یصلی فی النعلین (کنز ص۱۹)

یعنی اور مسنون ہے کہ جوتوں میں نماز ادا کی جائے۔

تعجب ہے کہ اس عظیم الشان سنت پر غیر مقلدوں کی غالب مساجد میں عمل کیوں نہیں ہوتا، البتہ غیر مقلدین یہ ضرور فرمائیں کہ پاؤں کی انگلیوں کو قعدہ میں قبلہ رخ کرنا مسنون ہے کہ نہیں، اگر ہے تو وہ نماز میں قعدہ میں جوتوں ان دونوں سنتوں پر عمل کر کے بتلائیں، ہم سنتوں پر انکے عمل بلکہ ان کی حرمت کے قائل ہو جائیں گے۔

اور پھر وہ حدیث تنعلین فی الصلوٰۃ کا مطلب کسی حنفی درسگاہ میں جاکر سمجھ آئیں۔

مسئلہ۔

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ جو شخص نماز قصداً چھوڑ دے وہ کافر ہے۔

ومن ترك الصلوٰة متعمداً فقد كفر (کنز ص۲۱)

یعنی جس نے جان بوجھ کر نماز کو چھوڑ دیا وہ کافر ہو گیا۔

اس فتویٰ اور اس مسئلہ کی روشنی میں غیر مقلدین کی اکثریت کافر ہے، اس لئے کہ غیر مقلدین بھی خوب جانتے ہیں کہ غیر مقلدین کا غالب طبقہ تارک صلوٰۃ ہے۔

کہہ رہی ہے حشر میں وہ آنکھ شرمائی ہوئی
ہائے کیسی اس بھری محفل میں رسوائی ہوئی

مسئلہ- (۱۰۲)

غیر مقلدین کا مذہب کہ جو نماز سفر میں قضا ہو گئی ہو اسکی قضا حضر میں چار رکعت ہے اور جو نماز حضر میں قضا چھوٹ گئی ہو اس کی قضا سفر میں دو رکعت ہے۔

وفائتۃ السفر فی الحضر تقضی اربعاً کفائتۃ الحضر تقضی فی السفر رکعتین۔ (ص۳۵ کنز)

یعنی سفر میں فوت شدہ نماز کی قضا حضر میں چار رکعت ہے جیسا کہ حضر میں فوت شدہ نماز کی قضا سفر میں دو رکعت ہے۔

صحیح حدیث سے اس کی دلیل پیش کی جائے، صحابہ کا عمل اور ان کا قول غیر مقلدین کے یہاں حجت نہیں ہے۔

مسئلہ ۔
(۱۰۳)

اسی طرح غیر مقلدوں کے یہاں یہ بھی مسئلہ ہے کہ کوئی شخص ایسا مریض ہو کہ وہ اشارہ سے نماز پڑھتا اور پڑھاتا ہے، تو ایسے شخص کے پیچھے ان لوگوں کی نماز درست ہوگی ۔ جو اٹھنے بیٹھنے اور رکوع و سجدہ پر قادر ہوں ۔

وساجد وراکع بمن یومی (ص۲۳ کنز)

ایک غیر مقلد لکھتا ہے ۔

" اہلحدیث تمہیں امتیوں سے ہٹا کر نبی کی طرف لے جاتے ہیں آپ کیوں مچل رہے ہیں، کیوں اڑ رہے ہیں شوق سے راہ بدل دو اور اپنے نبی کی طرف ذوق سے دوڑ کر جاؤ " (طریق محمدی ص۹۱)

نماز کے ان مسائل کو غیر مقلدین احادیث سے ثابت کر دیں تاکہ ہمیں بھی معلوم ہو کہ وہ جس دین کی طرف بلا رہے ہیں وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا دین ہے، اور یہاں یہ بھی بتلائیں کہ سلف و خلف میں سے کس کا یہ مذہب ہے، کہ پڑھنے والے کی نماز اسی کے پیچھے، کپڑے والے کی نماز ننگے امام کے پیچھے اور قیام و قعدہ پر قادر کی نماز اس سے معذور و مجبور کے پیچھے ہو جائے گی ۔

دیکھیں گے ذرا ہم بھی قدیارہ کا عالم

مسئلہ۔ (۱۰۴۳)

اگر امام لیٹ کر نماز پڑھائے تو اس کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھنے والوں کی نماز درست ہو گی۔

ان تینوں مسئلوں کے متعلق کنز الحقائق میں ہے۔

وصح اقتداء ...... کاس بعار وقار بامی وقاعد بمضطجع

(ص ۲۲)

یعنی صحیح ہے کہ جو کپڑا پہنے ہو وہ ننگے کے پیچھے نماز پڑھے اور جو قرآن پڑھا ہوا ہو وہ بے پڑھے کے پیچھے نماز پڑھے اور جو بیٹھا ہو وہ لیٹ کر نماز پڑھانے والوں کے پیچھے نماز پڑھے۔

(۱۰۵) **مسئلہ۔**

غیر مقلدین کے یہاں جھوٹی شہادت دینے والوں کی سزا یہ ہے:
اس کی پیٹھ پر ضرب لگائی جائے گی، اس کا سر مونڈ دیا جائے گا اور اسکا
چہرہ کالک سے پوتا جائے گا مجمع کی جگہ اور جامع مسجدوں میں اسکو گھمایا جائیگا۔

وشاهد الزور یضرب ظهره ویحلق راسه ویسحم وجهه
ویطاف به فی المجامع والجوامع۔

یعنی جھوٹی شہادت دینے والوں کی پیٹھ پر مارا جائے گا، اور ان کا سر
مونڈ دیا جائے گا اور اُس کے چہرہ پر کالک پوتی جائے گی اور مجمع گھٹوں کی جگہ اور
جامع مسجدوں میں گھمایا جائے گا۔

غیر مقلدین اس مسئلہ کو کسی صحیح حدیث سے ثابت کریں۔ اور اسی تفصیل
کے ساتھ۔

(۱۰۶) **مسئلہ۔**

غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ اگر امام ننگا ہو کر نماز پڑھائے تو اس کے پیچھے
کپڑے پہننے والے اور ستر پوش کی نماز صحیح ہو جائے گی۔

(۱۰۷) **مسئلہ۔**

اگر امام ان پڑھ ہو تو اس کے پیچھے قرآن پڑھنے والے مقتدیوں کی نماز
صحیح ہو گی۔

(۱۰۸) مسئلہ۔

ایک کی شہادت سے اگرچہ عورت ہی کیوں نہ ہو رمضان کی رویت کا ثبوت ہو جائے گا۔

کنز الحقائق میں ہے۔

ویثبت بشہادۃ مسلم مکلف عادل ولو کان عبدا او انثی۔ (ص۳۸)

یعنی رمضان کی رویت کا ثبوت ایک مسلمان مکلف عادل کی شہادت سے ہو جائے گا اگرچہ وہ غلام یا عورت ہی کیوں نہ ہو۔

قرآن میں شہادت کا نصاب دو مرد یا دو عورت اور ایک مرد بتلایا گیا ہے۔ جو لوگ کتاب وسنت کی رٹ لگائے رہتے ہیں قرآن کے اس واضح حکم کی خلاف ورزی سے ان کو شرمانا چاہیئے۔

(۱۰۹) مسئلہ۔

جو عورت ولی کی اجازت کے بغیر اپنا خود سے نکاح کرلے اس کا حکم زانیہ عورت کا ہے۔

واللاتی ینکحن انفسھن من غیر ولی فی حکم البغایا (ص۵۹ کنز)

یعنی جو عورتیں اپنا نکاح بلا ولی کے خود کرلیں ان کا حکم زانیہ عورتوں کا ہے۔

مسئلہ۔ (۱۱۰)

غیر مقلدین کے پیشوا مجدد اسلام اور "یہ" اور "وہ" شیخ الکل فی الکل کا یہ مسئلہ بھی ناظرین ملاحظہ فرمائیں، فرماتے ہیں۔

"اب صاحبان شریعت غرا، ماہران سیر و تعامل قرون ثلاثہ و واقفین موارد کلام عرب پر مخفی نہ رہے کہ والی دلہن پر کھانا تین وجہ سے درست و مباح و مستحب بلکہ واجب ہے۔ بروایت مسلم اذا دعا احدکم اخاہ فلیجب عرسا کان اونحوہ۔ (فتاوی نذیریہ ج ۳ ص ۱۱۶)

اسکو کہتے ہیں حدیث دانی اور حدیث فہمی اور سخن شناسی، کاش کہ کسی معتبر محدث اور واقفان موارد کلام عرب سے شیخ الکل فی الکل دلہن کے باپ دادا کیلئے دولہا کے گھر کھانا کھانے کے واجب ہونے پر کوئی سند بھی پیش کر دیتے تو انکا کلام بہت زیادہ مؤید ہو جاتا اور یہ مسئلہ اور بھی منقح مجلی اور مصفی ہو جاتا۔

مسئلہ (۱۱۱):

غیر مقلدین کے یہاں نماز میں بآواز بلند رونا مشروع ہے۔

خان صاحب بھوپالی فرماتے ہیں:

وگریستن مشروع اگرچہ با آواز باشد (عرف صـ۲۲)

یعنی (نماز میں) رونا مشروع ہے اگرچہ آواز سے ہو۔

مگر ہم نے غیر مقلدوں کو اس شرعی عمل پر عمل کرتے ہوئے کسی مسجد میں نہیں پایا، جس کا جی چاہے غیر مقلدوں کی مسجد میں نماز پڑھ کر دیکھ لے، منہ پھاڑ پھاڑ کر جمائی تو لیں گے اور شیطانی آوازیں ڈکاریں گے لیکن رونا جو مشروع ہے وہ تو درکنار خشیت کی ہلکی سی جھلک اور خوفِ خدا کا ہلکا سا اثر بھی ان کے چہرے پر نظر نہیں آئے گا۔

مسئلہ (۱۱۲):

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ حلال جانور کے سب اعضاء کا کھانا سوائے دم مسفوح کے جائز ہے۔ کیونکہ "انکی حرمت ثابت نہیں"

(فتاویٰ نذیریہ ج ۲ صـ۳۲۰)

اور حلال جانوروں کے سب اجزاء میں سے پیشاب پاخانہ کی جگہوں کے علاوہ انکا خصیتین بھی ہے، جانوروں کا آلۂ تناسل بھی ہے، کھائیں غیر مقلدین کھائیں بڑے شوق سے کھائیں۔ لیکن اگر انکو اسی طرح کے مسائل کسی اور فقہ کی کتابوں میں نظر آجائیں تو شور تو نہ مچائیں۔ ہائے وائے تو نہ کریں کہ یہ وہ مسائل ہیں کہ جن سے طبیعت کو گھن آتی ہے۔

۱۱۳) **مسئلہ :**

غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ حالت نماز میں اگر نمازی سانپ، بچھو کو ایک بار یا دو بار میں یا اس سے بھی زیادہ مار کر قتل کرے اور اگر اس کیلئے اسکو چلنا بھی پڑے حتی کہ اگر وہ اس کیلئے لاٹھی اور ڈنڈا بھی تلاش کرے تو بھی ان تمام کاموں سے اسکی نماز میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

نواب صاحب حیدر آبادی فرماتے ہیں :

وقتل الحیۃ والعقرب بضربۃ او ضربتین فصاعدا والمشی واخذ العصی او نحوہ لاجلہ (کنز ص۲۵)

یعنی سانپ اور بچھو کو مارنے کیلئے خواہ ایک ضرب سے ہو یا دو ضرب یا اس سے زیادہ سے نماز باطل نہیں ہوتی، اگرچہ اس کیلئے نماز ہی میں ڈنڈا وغیرہ لینے اور چلنے کی بھی ضرورت پڑ جائے۔

غیر مقلدین کا یہ مذہب بھی جمہور کے مذہب کے خلاف ہے، اسلئے کہ ہر وہ کام جو منافی صلوٰۃ ہو اس کا نماز میں اس حد تک کرنا کہ وہ عمل کثیر کی تعریف میں آجائے بالاتفاق مبطل صلوٰۃ ہے۔

علامہ ابن عبد البر الکافی میں لکھتے ہیں :

وکذلک کل عمل مباین لہا۔ (۱۳۰ ص۲۴۳)

یعنی اس طرح نماز ہر اس کام سے باطل ہو جائیگی جو کام نماز کے منافی ہو اور اگر کسی نے سانپ اور بچھو کو نماز میں مارنے کی اجازت بھی دی ہے تو اس تفصیل اور وسعت کے ساتھ نہیں جو غیر مقلدوں کا مذہب ہے۔

(۱۱۴) **مسئلہ:**

سوال ۔ اگر کسی نے اپنے بیٹے کی بیوی سے جبراً زنا کیا تو وہ بیوی کیا بیٹے کے نکاح سے نکل گئی یا اس کا نکاح بیٹے سے باقی ہے؟

جواب ۔ حنابلہ اور حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک وہ عورت اپنے خاوند کے نکاح سے نکل گئی۔ لیکن شافعیہ اور اہلحدیث کے نزدیک وہ عورت اپنے خاوند کے نکاح سے باہر نہیں ہوئی۔

(فتاویٰ نذیریہ ج۲ ص۲۲۶)

گویا خود باعتراف غیر مقلدین ان کا یہ مذہب جمہور مسلمین کے مذہب کے خلاف ہے۔

(۱۱۵) **مسئلہ:**

غیر مقلدوں کے یہاں چھینکنے والے کا فوراً جواب دینا فرض ہے۔

(وتشمیت العاطس فرض علی الفور۔ (کنز ص۲۰۷)

یعنی چھینکنے والے کا جواب دینا اسی وقت ضروری اور فرض ہے۔

کچھ اور مسائل

اب تک غیر مقلدین کے جو مسائل ذکر کئے گئے ہیں ہم نے اس میں یہ دکھلایا ہے کہ غیر مقلدوں کا یہ دعویٰ کہ وہ کتاب و سنت اور سلف کے پیرو ہیں بالکل جھوٹ اور غلط اور نرا دعویٰ ہی دعویٰ ہے، حقیقت سے اس کا دور کا بھی واسطہ نہیں نہ غیر مقلدین دین و شریعت کے بارے میں سلف کے پیرو ہیں اور نہ ان کے مصنوعی مذہب کی بنیاد کتاب و سنت پر ہے، بلکہ شریعت کے بیشتر مسائل میں انکی راہ کتاب و سنت اور سلف سے بالکل الگ ہے۔

پچھلے تقریباً سو سے زیادہ مسئلوں میں ہم نے سلف کے اقوال اور کتاب و سنت کی روشنی میں اس بات کو بہت واضح طریقہ سے واشگاف کیا ہے۔

اب میں اختصار کے ساتھ انکے کچھ اور مسئلوں کا ذکر کرتا ہوں تاکہ جو لوگ غیر مقلدوں کے مذہب سے واقف نہیں ہیں انکو مزید بصیرت حاصل ہو، اور یہ غیر مقلدین جو احناف کی فقہ کی کتابوں کو کوک شاستر اور گندگیوں کا مجموعہ کہا کرتے ہیں وہ بھی اپنے گریبان میں منہ ڈال کر اگر شرم و حیا ہو تو جھانک لیں اور فقہ حنفی کے سلسلہ میں اپنی بدزبانیوں سے باز رہیں۔

میں یہ واضح کردوں کہ بعض ایسے مسائل کا یہاں ذکر کرنا جن کا ذکر نہ کرنا ہی بہتر تھا، مجھے یہ کام نہایت مجبوری کے عالم میں کرنا پڑ رہا ہے اور محض "جواب آں غزل" کے طور پر، ورنہ ظاہر بات ہے کہ جب دین و شریعت کا تعلق انسان کی پوری زندگی سے ہے، اور عورت و مرد سے متعلق تمام حالات سے ہے، اور پیشاب، پاخانہ حیض و نفاس سے لیکر نماز روزہ تمام عبادات اور امور سے متعلق کتاب و سنت میں پوری ہدایات اور تعلیمات موجود ہیں، تو ان امور سے متعلق اور انکے تمام گوشوں سے

متعلق تمام فقہ کی کتابوں میں مسائل مذکور ہوں گے اور ہیں، خواہ وہ حنفی فقہ ہو یا شافعی، مالکی فقہ ہو یا حنبلی، جب خود کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں ان امور پر تفصیلی اور اصولی بحث موجود ہے، تو کتب فقہ جو کتاب و سنت ہی کے مسائل کو مفصل اور جزئیات کی شکل میں ہمارے سامنے پیش کرتی ہیں اور ہمیں دین و دنیا سے متعلق اور انسان کے سارے احوال طبعیہ و غیر طبعیہ سے متعلق کتاب و سنت کی تعلیمات کیا ہیں اس کی روشنی بخشتی ہیں ——— کیسے ان مسائل سے خالی ہو سکتی ہیں۔

دین اسلام کا کمال ہی یہی ہے کہ اس نے زندگی سے متعلق تمام امور میں ہمیں ہدایات دی ہیں، خواہ یہودی صفت لوگوں کو کتاب و سنت کے یہ مسائل کوک شاستر اور گندگیوں کا مجموعہ نظر آئیں اور وہ ان مسائل کو مذاق اور ٹھٹھا کا نشانہ بنائیں۔

آخر آنحضور کے زمانہ میں بھی تو دین و شریعت کا مذاق اڑانے والوں نے صحابہ کرام سے بطور تمسخر اور استہزاء یہ سوال کیا تھا۔

کیا تمہارے نبی پیشاب پاخانہ کی بھی بات سکھلاتے ہیں؟

لیکن صحابہ کرام کی جبین سعادت پر اس سوال سے کوئی شکن نہیں پڑی انھوں نے صاف اور بڑے فخر سے کہا کہ ہاں ہمارے نبی ہمیں سکھلاتے ہیں کہ ہم پیشاب پیخانہ کیسے کریں۔

اور نسائکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم بھی تو اسی قرآن میں ہے جس پر عمل کرنا کسی بھی انسان کے لئے سعادت کا آخری درجہ ہے، تو کیا یہ غیر مقلدین معاذ اللہ تم معاذ اللہ خدا کی اس کتاب کے بارے میں بھی اپنی غیر مقلدانہ طبیعت اور ذہنیت کا مظاہرہ فرماتے ہوئے کچھ اسی قسم کے کلمات ارشاد فرمائیں گے جن کو فقہ کی کتابیں کوک شاستر نظر آتی ہیں۔

شادی بیاہ، طلاق و نکاح، عورتوں سے صحبت، معاشرت، پیشاب پاخانہ، غسل و وضو، جنابت اور حیض و نفاس، طہارت و ناپاکی وغیرہ سے متعلق کتاب و سنت اور فقہ کی کتابوں میں جو ہدایات ہیں وہ غیر مقلدوں اور ان جیسے ظاہر بینوں دین کی سمجھ اور عقل کی روشنی سے محروم لوگوں کیلئے بھلے ہی وجہ اعتراض اور باعث استہزاء و تمسخر بنا کریں مگر جن کو اللہ نے دین کی صحیح سمجھ اور عقل کی روشنی اور طبع سلیم عطا کی ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ اگر یہ تعلیمات اور ہدایات نہ ہوتیں تو انسانی زندگی کے بہت سے شعبے پردہ خفا میں ہوتے اور شریعت کا ان کے بارے میں واضح حکم نہیں معلوم ہوتا، یہ تو شریعت اسلامیہ کی جامعیت اور فقہائے کرام کا امت محمدیہ پر احسان عظیم ہے کہ انہوں نے زندگی کے ہر باب کے متعلق کتاب و سنت میں غور کر کے اور انہیں دونوں سرچشمۂ ہدایت کی روشنی میں شریعت کا حکم واضح کیا ہے تاکہ دین و شریعت کے اعتبار سے آدمی زندگی کے کسی موڑ پر کسی مشکل میں نہ پڑے اور اس کے سامنے شرعی حکم معلوم اور اس پر عمل کرنے کا راستہ کھلا ہے۔

یہ تو اس شریعت کا اور اس دین کا وہ امتیاز ہے کہ اس پر جتنا فخر کیا جائے کم ہے۔ مگر یہ غیر مقلدین جن کو دین و شریعت کا تمسخر اڑانے ہی سے کام ہے فقہ حنفی کی کتابوں سے کچھ مسائل چن چن کر عوام کو یہ کہکر گمراہ کرتے ہیں کہ یہ فقہ حنفی کوک شاستر ہے گندگیوں کا مجموعہ ہے۔ (۱)

---

(۱) حالانکہ تمام مذاہب کی فقہ میں اس طرح کے مسائل کا پایا جانا ایک کھلی حقیقت ہے، اور ان کا پایا جانا ضروری بھی ہے، یہ صرف فقہ حنفی یا مذہب حنفی کی خصوصیت نہیں ہے، تو اگر انہیں مسائل کی وجہ سے کوئی فقہ کوک شاستر ہو سکتا ہے، تو فقہ مالکی، فقہ شافعی، اور فقہ حنبلی پر بھی یہی اعتراض ہوگا، کیا کوئی دیندار اور ایمان دار مسلمان اس بات کیلئے تیار ہے کہ ان ائمہ عظام کی ان فقہوں کو کوک شاستر سے تعبیر کرے اور انکو گندگیوں کا مجموعہ کہے۔؟

مرد جاہل در سخن باشد دلیر ❊ زانکہ آگہ نیست از بالا و زیر

اس لئے ہمیں بھی بدرجہ مجبوری ان غیر مقلدوں کے کچھ اور مسئلے اس نوعیت کے ذکر کرنے پر اپنے آپ کو آمادہ کرنا پڑا، ورنہ خدائے علیم و خبیر کو خبر ہے کہ یہ فریضہ خوشدلی کے ساتھ انجام نہیں دیا جارہا ہے۔

اب آئندہ صفحات میں غیر مقلدوں کے کچھ اور مسائل دیکھیں (ان مسائل میں ہم نے جیسا کہ عرض کیا ہے اختصار کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔)

(۱۱۹) مسئلہ۔

غیر مقلدین کے مذہب میں جن دواؤں یا جس خوشبو میں شراب ملی ہوئی ہو ان کا استعمال جائز ہے۔

نواب وحید الزماں حیدر آبادی لکھتے ہیں:

فانواع الطیب والادویۃ التی یختلط بہا لا باس باستعمالہا وشربہا لانہا لا تسمی خمرا ولا ھی مسکرۃ۔ (کنز الحقائق)

پس خوشبو اور دواؤں کی وہ قسمیں جن میں شراب ملی ہو ان کے استعمال میں اور پینے میں کوئی حرج نہیں ہے، اسلئے کہ انکو شراب نہیں کہا جاتا ہے اور نہ ان سے نشہ پیدا ہوتا ہے۔

غیر مقلدوں کا یہ مذہب کتاب وسنت اور جمہور امت کے خلاف ہے بار بار بتلایا جا چکا ہے کہ قرآن میں شراب کو نجس بتلایا گیا ہے، اس کا ایک قطرہ بھی ویسا ہی نجس ہے جیسے شراب کے سو قطرے، خمر کا استعمال کسی بھی طرح اور کسی بھی حال میں جائز نہیں، خواہ اس کی مقدار کتنی ہی قلیل کیوں نہ ہو اور خواہ اس کے استعمال سے نشہ پیدا ہو یا نہ ہو، یہی مذہب عام اہلسنت والجماعت کا ہے۔ غیر مقلد آنحضورؐ کے اس ارشاد کو فراموش کر بیٹھے ہیں۔

ان اللہ لم یجعل شفاءکم فی حرام۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۵۶۸/۲۱)

یعنی خدا نے حرام چیز کے اندر تمہاری شفا نہیں رکھی ہے۔

اور ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن الدواء الخبیث (الفتاوی ۵۶۱/۲۱)

یعنی نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے خبیث دوا کے استعمال سے منع فرمایا ہے۔

ایک دوسری حدیث میں آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

ان اللہ لم یجعل شفاء امتی فیما حرم علیہا۔ (ایضاً صـ ۸۲/۲۱)
یعنی اللہ نے میری امت کی شفا اس چیز میں نہیں رکھی ہے جو امت پر حرام ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

وھذا المنع ھو مقتضی النص والقیاس فان تحریم الشئ مطلقاً یقتضی کل جزء منہ کما ان تحریم الخنزیر والمیتۃ والدم اقتضی ذلک۔ (ایضاً ج ۲۱ صـ ۸۵)

یعنی شراب کے کسی بھی جزء کے استعمال سے روکنا یہی نص اور قیاس کا تقاضا ہے اسلئے کہ جو چیز مطلقاً حرام ہوتی ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس کا ہر جزء حرام ہو جیسا کہ سور اور مردار کی حرمت کا یہی تقاضا ہے، (کہ اس کا کوئی جزء بھی پاک اور حلال نہیں)

کتاب و سنت اور جمہور امت کا جب یہ فیصلہ دوا کے سلسلہ میں ہے جس کا استعمال بوجہ مجبوری بہت سے لوگوں نے جائز بھی سمجھا ہے تو خوشبو وغیرہ میں شراب کا استعمال کیوں کر جائز ہو گا۔

اور خان صاحب حیدرآبادی کی یہ بات تو عجیب تر ہے کہ ان کا استعمال اسلئے جائز ہے کہ شراب کی تھوڑی سی مقدار سے نشہ نہیں پیدا ہو گا، لاحول ولا قوۃ بنام کے اہلحدیث یہ بھول گئے کہ ایک نہیں متعدد حدیثوں میں مسکر چیز کی قلیل و کثیر ہر مقدار کو حرام بتلایا گیا ہے۔

اتنی سمجھ کسی کو بھی ایسی خدا نہ دے
دے آدمی کو موت پر یہ ادا نہ دے

(نکاح محمدی صـ ۹)

مسئلہ (۱۱۸)

غیر مقلدین کے یہاں ایک " مد " (تقریباً اٹھارہ لیٹر) شراب کا شوربا پاک ہے۔ غیر مقلدین کے مشہور عالم نواب وحید الزماں حیدرآبادی فرماتے ہیں۔

مرق مد من الخمر طاهر۔ (کنز ص۲۳۶)

یعنی ایک مد، شراب کا شوربہ پاک ہے۔

اور ایک مد تقریباً اٹھارہ لیٹر ہوتا ہے، لغت کی مشہور کتاب المنجد میں ہے

والمد یساوی ۱۸ لیترا فرنجیا علی التقریب

یعنی مد تقریباً اٹھارہ لیٹر انگریزی کے برابر ہوتا ہے۔

اَللّٰہُ اَکْبَر ! جس شراب کا ایک قطرہ بھی اہلسنت والجماعت اور فقہاء محدثین کے نزدیک بنص قرآنی ناپاک اور نجس ہے غیر مقلدوں کے مذہب میں اسی خمر اور شراب کا اٹھارہ لیٹر بھی پاک ہے۔

اپنی منقاروں سے حلقہ کس رہے ہیں جال کا
طائروں پر سحر ہے صیاد کے اقبال کا

(نکاح محمدی ص۳)

(۱۱۸) مسئلہ۔
غیر مقلدین کے یہاں شراب کا سرکہ جائز ہے
نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں۔
"سرکہ ساختن خمر نا روا است اگر از خود سرکہ گردد جائز باشد (عرف ۱)
یعنی شراب کا سرکہ بنانا جائز نہیں لیکن اگر شراب خود بخود سرکہ ہو جائے تو جائز ہو گا۔
غیر مقلدین کا یہ مذہب قرآن کی اس آیت کے خلاف ہے۔
"اے ایمان والو (سن لو کہ) شراب، جوا، بت اور فال نکالنے والے تیر یہ پلید ہیں، اور (ان سے شغل) شیطانی عمل ہے، اسلئے تم ان سے بچو تاکہ (آخرت اور دنیا میں) تم کو فلاح حاصل ہو۔
قرآن کی اس صریح اور واضح ہدایت کے باوجود غیر مقلدین علماء کو معلوم نہیں یہ کیسے جرأت ہوئی کہ شراب جیسی نجس چیز کو انھوں نے سرکہ کی شکل میں پاک اور حلال ہونے کا فتویٰ دے دیا۔
قرآن وحدیث کی مخالفت تو مقلدین اور بطور خاص بقول غیر مقلدین احناف کیا کرتے ہیں، غیر مقلدین کا تو اپنے بارے میں دعویٰ یہ ہے کہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے ایک قدم ادھر ادھر نہیں ہوتے۔
علامہ ابن تیمیہ کا شراب کے سلسلے میں ارشاد ہے۔
قیل لا یجوز بحال وهذا هو الصحیح۔ (فتاوی ج۲ ص ۲۸۳)
شراب کے سلسلہ میں کہا گیا ہے کہ وہ کسی صورت میں جائز نہیں ہے اور یہی صحیح ہے۔
نیز فرماتے ہیں:

ثبت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ سئل عن خمر الیتامی فامر باراقتہا ونھی عن تخلیلہا۔ (ایضاً)

یعنی آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ سے یتیموں کے شراب کے سلسلہ میں پوچھا گیا تو آپ نے اس کو بہانے کا حکم دیا اور منع کیا کہ اس کا سرکہ بنایا جائے۔ نیز ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

ان الخلفاء الراشدین بعد موتہ عملوا بہذا کما ثبت عن عمر ابن الخطاب انہ قال لا تاکلوا خل خمر۔ (ایضاً ج ۲۱ ص ۴۸۲)

یعنی خلفاء راشدین کا آنحضور کے انتقال کے بعد اس پر عمل تھا جیسا کہ حضرت عمر بن خطاب کے بارے میں ہے کہ انھوں نے فرمایا۔

"شراب کا سرکہ مت کھاؤ"

ممکن ہے کہ غیر مقلدین یہ کہہ دیں کہ ہمارے مذہب میں صحابہ کا عمل حجت نہیں اور حضرت عمر کی بات قابل اعتبار نہیں، تو عرض یہ ہے کہ قرآن وحدیث تو قابلِ عمل ہیں، ان کے بارے میں جناب کا کیا ارشاد ہے؟۔

مسئلہ ۔
(۱۱۹)

غیر مقلدوں کے یہاں شراب سے گندھا ہوا آٹا اور اس سے پکی ہوئی روٹی ہو تو اس کا کھانا جائز ہے

نواب وحید الزمان حیدر آبادی لکھتے ہیں ۔

وکذلك الخبز اذا اختلط عجینه بالخمر لانه یحترق ویفنی بالطبخ ۔ (ص۱۰۲)

یعنی اسی طرح اس روٹی کا کھانا بھی جائز ہے جسکے آٹا میں شراب ملی ہو اسلئے کہ روٹی پکانے سے اثر جل کر ختم ہو جائے گا ۔

لیکن یہ صرف غیر مقلدین کا مذہب ہے جمہور علماء شراب کو مطلقاً حرام اور نجس کہتے ہیں اسلئے ان کے نزدیک شراب کا استعمال بہر صورت ناجائز ہے اس سلسلہ میں کتاب وسنت اور علماء امت کا جو فیصلہ ہے اس کیلئے مسئلہ نمبر دیکھو البتہ یہاں ایک سوال کئے بغیر نہیں رہا جاتا کہ معلوم نہیں اگر کسی گھر میں پیشاب سے آٹا گوندکر روٹی پکائی جائے تو اس کے کھانے کا کیا حکم ہوگا؟ ۔ اس وجہ سے کہ روٹی پکنے سے پیشاب کا بھی اثر ختم ہو جائے گا ، اگر کوئی غیر مقلد مفتی کتاب وسنت کی روشنی میں اس کا جواب دے تو ہم اس کے ممنون ہوں گے ۔

محتسب خم شکست ومن سر او

السن بالسن والجروح قصاص (نکاح محمدی ص۱)

ایک طرف غیر مقلدین کا شراب کے سلسلہ میں یہ مذہب ملاحظہ فرمائیے اور دوسری طرف غیر مقلدوں کے امام مولانا اسماعیل سلفی وزیر آبادی کی اس کذب بیانی پر جی چاہے تو سر پیٹ لیجئے ۔ اپنی کتاب حرکۃ الانطلاق الفکری

میں لکھتے ہیں۔

ولا یخفی ان التوسیع الذی یوجد فی استعمال الخمر فی المذهب الحنفی لیس فی مذهب آخر۔ (ص ۲۹۲)

یعنی یہ بات مخفی نہ رہے کہ خمر کے استعمال کے سلسلہ میں جو وسعت مذہب حنفی میں ہے وہ کسی اور مذہب میں نہیں ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ مولانا اسماعیل سلفی کو اپنے آباء و اجداد کے مسلک و مذہب کی بالکل خبر نہیں ہے ورنہ مذہب حنفی پر اس الزام تراشی سے ان کو شرم آتی۔ اس کتاب کے پڑھنے والے خود اندازہ کرلیں گے کہ شراب کے استعمال کے بارے میں بے پناہ وسعت مذہب حنفی میں ہے یا غیر مقلدین کے مذہب میں جو شراب سے گندھے آٹے کی روٹی کھانے کو جائز اور حلال سمجھتے ہیں اور جن کے نزدیک شراب کا نام بدل جائے تو وہ حلال ہو جاتی ہے اور جن کے نزدیک شراب کا پینا اسی وقت حرام ہے جب اس کی مقدار اتنی ہو جو نشہ پیدا کرے، اگر شراب پینے سے نشہ پیدا نہ ہو تو شراب کی اتنی مقدار حرام بھی نہیں۔

گر یہی بے خبری حضرت والا ہو گی
تار پود پیلدری سب تہ و بالا ہو گی

مسئلہ ۔

(۱۲۰) غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ آدمی کا پیشاب یا خانہ اصلاً ناپاک نہیں ہیں بلکہ ان کی ناپاکی کا حکم دینی ضرورت کی وجہ سے ہے ۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں

وثبوت نجاست بول و غائط آدمی بضرورت دینیہ ست (عرف ص۱)

یعنی آدمی کے پیشاب یا خانہ کی نجاست کا ثبوت دینی ضرورت کی وجہ سے ہے ۔

(ورنہ وہ اصلاً پاک ہیں)

غیر مقلدین کا یہ مذہب جمہور کے مسلک کے خلاف ہے اور بلا دلیل ہے، نیز ان احادیث کے بھی خلاف ہے جس میں پیشاب سے بچنے کا تاکیدی حکم ہے ۔ اور پیشاب سے احتیاط نہ کرنے والے پر عذاب قبر کا ذکر ہے ۔

اور غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ آدمی کے گوہ موت کا نجس ہونا دینی ضرورت کی وجہ سے ہے یہ تو ایسی بات ہے کہ غیر مقلدین کے علاوہ شاید اس کا کسی نے تصور بھی نہ کیا ہو ۔

شیخ عبدالعزیز بن المحمد السلمان ایک سلفی اور نجدی عالم ہیں انکی ایک کتاب ہے جس کا نام ہے ۔

الاسئلۃ والاجوبۃ الفقہیۃ المقرونۃ بالادلۃ الشرعیۃ ۔

اس میں وہ فرماتے ہیں : نجاست کی دو قسم ہے ایک نجاستِ عینیہ اور ایک نجاست حکمیہ، نجاست عینیہ کی تعریف میں وہ فرماتے ہیں ۔

اما العینیۃ فھی ما یستقذرہ ذو الطبع المستقیم ۔

یعنی نجاست عینیہ وہ نجاست ہے جس کو مستقیم الطبع (اچھی طبیعت والا) انسان گندہ سمجھے اور اس سے گھن کرے ۔

کوئی بتلائے کہ کیا (فرقہ غیر مقلدین کے علاوہ) کوئی صاف ستھری طبیعت والا ایسا انسان بھی ہے جس کو انسان کے پیشاب پیخانہ سے گھن نہ آتی ہو۔
اب معلوم نہیں کہ غیر مقلدوں کو نجاست سے اس درجہ تعلق خاطر کیوں ہے کہ وہ انسان کے پیشاب پیخانہ تک کو بھی بضرورت ہی نجس ہونے کا فتویٰ دے رہے ہیں گویا ان کے مذہب میں نجاستِ عینیہ و حقیقیہ کا کوئی تصور ہی نہیں ہے۔

مسئلہ۔ (۱۲۱)
غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ خطبۂ جمعہ میں اردو اشعار کا پڑھنا درست ہے۔
فتاویٰ نذیریہ میں ہے۔
"خطبۂ جمعہ میں اردو اشعار پڑھنا درست ہے" (ص ۶۱۴/۱)
اگر غیر مقلدین سچے ہیں کہ خطبۂ جمعہ میں اردو اشعار کا پڑھنا درست ہے تو وہ کسی صحیح حدیث کیا ضعیف ہی حدیث سے ثابت کردیں کہ آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبۂ جمعہ میں اردو اشعار تو کجا عربی ہی اشعار پڑھے ہوں "دیدہ باید"

مسئلہ (۱۴۴)

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ تین روز تک نبیذ کا پینا جائز ہے (نبیذ کا اطلاق غیر مقلدین شراب پر کرتے ہیں یعنی ان کے نزدیک شراب کا پینا تین روز تک جائز ہے۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں:

پس شراب نبیذ تا سہ روز باشد و بعد ازاں نزد شدت و زیادت در خور ریختن بود۔ (عرف صفحہ ۲۱۳)

یعنی نبیذ تین روز تک پی جا سکتی ہے اس کے بعد جب اس میں تیزی اور شدت پیدا ہو جائے تو وہ بہا دیے جانے کے لائق ہو جاتی ہے۔

غیر مقلدین کی کتابیں پڑھیے آپ کو معلوم ہو گا کہ ان کا احناف پر مستقل ایک الزام ہے کہ وہ نبیذ کی شکل میں شراب اور نشیلی چیزوں کی حلت کے قائل ہیں اور اور اس بات کو انھوں نے پروپگنڈائی انداز میں نہایت غلط ڈھنگ سے عوام کے سامنے پیش کیا ہے، اس وقت ہمارا یہ موضوع نہیں ہے کہ احناف کے خلاف غیر مقلدین کے اعتراض کا جواب دیں اور اس بارے میں انکا جھوٹ واضح کریں مگر اس موقع پر اتنا کہے بغیر نہیں رہا جاتا کہ غیر مقلدین عوام ہی نہیں بلکہ ان کے خواص بھی اپنے صحیح مذہب سے جاہل ہیں، ان کو پتہ ہی نہیں کہ ان کے بڑوں نے غیر مقلدوں کا جو مذہب بیان کیا ہے وہ کیا ہے اور ان کے مذہب میں کیا چیز حلال ہے اور کیا چیز حرام ہے کون سی چیز جائز ہے اور کونسی چیز نا جائز ہے۔

اب نہیں دیکھ لیجئے ان کے مجدد صاحب بھوپالی فرماتے ہیں کہ نبیذ پینا جائز ہے اور تین دن تک اسکو لگاتار پیا جا سکتا ہے۔ مگر غیر مقلدوں کو اس کا علم ہی نہیں ہے اگر ان کو اسکا علم ہوتا تو وہ احناف شے کے خلاف شرب نبیذ کے سلسلہ میں طعن اور بدزبانی نہ کرتے اور ان کے شیوخ و اکابر یہ نہ لکھتے کہ حنفیہ کے نزدیک چار قسم کی شراب

جائز ہے۔

بہرحال غیر مقلدوں کا یہ مذہب کہ نبیذ پیا جائز ہے اور تین روز تک اس کو پیا جا سکتا ہے جیسا کہ نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں تو ان کا یہ مذہب احادیث صریحہ کے خلاف ہے۔ اللہ کے رسول کا ارشاد ہے۔

کل مسکر خمر وکل مسکر حرام وما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام۔

یعنی ہر نشہ والی چیز خمر ہے اور ہر نشہ والی چیز حرام ہے۔ اور جس چیز کا زیادہ استعمال نشہ پیدا کرے اس کا تھوڑا بھی حرام ہے۔

اور آپ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

وما اسکر عنہ الفرق فملء الکف منہ حرام

یعنی جس نشہ کی چیز کا ایک فرق نشہ پیدا کرے اسکا ہتھیلی بھر بھی حرام ہے۔

(حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۱۸۸)

اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں۔ نشہ والی جو بھی چیز ہو وہ از قسم شراب ہے اور شراب کا قلیل حصہ بھی حرام ہے خواہ اس سے نشہ پیدا ہو یا نہ ہو۔

(ج ۲ ص ۱۸۸)

(۱۲۲) مسئلہ :

اگر کسی کافر نے شکاری کتے کو کسی شکار پر چھوڑ دیا اور کتے نے اس کا شکار کر لیا تو اس شکار کا کھانا غیر مقلدین کے مذہب میں حلال ہے۔

نواب صاحب بھوپالی لکھتے ہیں :

" ودلیلے بر عدم حل صید کلب مرسل کافر قائم نیست (عرف ص ۲۳۸)

یعنی اس پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ اگر کسی کافر نے کتا شکار پر چھوڑا ہو تو اس شکار کا کھانا حلال نہیں ہے۔

حالانکہ جمہور علماء کے نزدیک اگر مسلمان بھی بلا بسم اللہ پڑھے شکار پر کتا چھوڑ دے تو اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔

خود قرآن میں بھی اس کی تصریح ہے، اللہ کا ارشاد ہے :

" واذکروا اسم اللہ علیہ "

یعنی جب کتا یا کوئی دوسرا شکاری جانور شکار پر چھوڑو تو بسم اللہ پڑھ لو۔

مولانا شبیر احمد عثمانی فوائد تفسیر میں لکھتے ہیں۔

" شکاری کتے یا باز وغیرہ سے شکار کیا ہوا جانور ان شروط سے حلال ہے۔

۱۔ شکاری جانور سدھا ہوا ہو

۲۔ شکار پر چھوڑا جائے

۳۔ اسے اس طریقہ سے تعلیم دی گئی ہو جس کو شریعت نے معتبر رکھا ہے یعنی کتے کو سکھلایا جائے کہ شکار کو پکڑ کر کھائے نہیں اور باز کو یہ تعلیم دی جائے کہ جب اسکو بلاؤ گو شکار کے پیچھے جا رہا ہو فوراً چلا آئے اگر کتا شکار خود کھانے لگے یا باز بلانے سے نہ آئے تو سمجھا جائیگا کہ جب اسکے کہنے میں نہیں تو شکار بھی اس کیلئے نہیں پکڑا ہے۔

۴ــــ چھوڑتے وقت اللہ کا نام لو یعنی بسم اللہ کہہ کر چھوڑو
ان چار شرطوں کی تصریح نص قرآنی میں ہوگئی۔

اب ان غیر مقلدین سے کوئی پوچھے کہ کیا بلا ان چار شرطوں کے ان کے نزدیک کتے کا شکار کردہ جانور جائز ہوگا، اگر جائز ہوگا تو ان کے پاس قرآن کے بیان کے مقابلہ میں اس کی دلیل کیا ہے؟ اگر وہ کوئی دلیل پیش کر دیتے ہیں تو سمجھا جائے گا کہ کافر کے شکار پر چھوڑے جانور کا شکار حلال ہے۔

ورنہ کم از کم شریعت کا پاس ولحاظ رکھتے ہوئے غیر مقلدین حضرات کو حرام کو بے دھڑک حلال بنانے کی کوشش ترک کر دینی چاہیئے۔

مسئلہ۔

(۱۲۴)

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ اگر کوئی ناپاک اور نجس چیز ایسی ہے کہ ناپاکی کا اثر اس پر نمایاں نہیں ہے یعنی نجاست کا رنگ یا اسکی بو یا اسکی تری محسوس نہیں ہوتی ہے تو اس پر نماز پڑھی جاسکتی ہے۔

نواب صاحب حیدرآبادی فرماتے ہیں:

والصلوٰۃ علی نجس لم یظہر علیہ لونہ، وریحہ ورطوبتہ۔

(ص ۲، کنز)

یعنی ایسی نجس چیز پر بھی نماز پڑھی جاسکتی ہے جس پر نجاست کا رنگ یا اسکی بو یا اس کی تری ظاہر نہ ہو۔

غیر مقلدین کا یہ مذہب تمام امت کے خلاف ہے، اسلئے کہ نجس چیز پر یہ جان کرکے کہ یہ چیز نجس ہے نماز پڑھنا کسی کے مذہب میں بھی جائز نہیں ہے۔

امام اہلسنت حضرت امام احمد بن حنبل کا مسلک اس باب میں یہ ہے۔

اذا لم تکن ثیابہ طاہرۃ وموضع صلاتہ طاہرا عاد۔

(المغنی ج ۲ ص ۶۳)

یعنی اگر مصلی کے کپڑے پاک نہیں ہیں یا نماز پڑھنے کی جگہ پاک نہیں ہے تو مصلی نماز کو دہرائے گا۔

حافظ ابن قدامہ فرماتے ہیں۔

وطہارۃ موضع الصلوٰۃ شرط ایضا۔ (ج ۱ ص ۶۲ المغنی)

یعنی نماز کی جگہ کا پاک ہونا بھی نماز کی صحت کیلئے شرط ہے۔

اور حافظ ابن عبد البر الکافی میں امام مالک کا مذہب بیان کرتے ہیں۔

ویفسدھا نجاسۃ الثوب او البدن او الموضع الذی یصلی فیہ

عامداً۔ (جلد ا ص ۲۴۳)

یعنی کپڑے یا بدن یا اس جگہ کی نجاست جہاں اس نے نماز گزاری ہے نماز کو فاسد کر دیتی ہے، اگر اس نے عمداً ایسا کیا ہے۔

غیر مقلدوں کا یہ مذہب اس حدیث کے بھی خلاف ہے۔

عن عائشۃ قالت: امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ببناء المساجد فی الدار وان تنظف وتطیب، (رواہ الترمذی)

یعنی حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے گھروں میں مسجدوں کے بنانے کا اور انکو صاف ستھرا رکھنے کا امر فرمایا ہے۔

(۱۲۵) مسئلہ۔

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ

۔ برتنا ولایتی کپڑوں یا برتنوں کا استعمال جن میں تصویریں بنی ہوتی ہیں جائز ہے۔ اور انکی بیع و شرا بھی جائز ہے۔

(فتاویٰ نذیریہ ج۳ ص ۳۰۳)

غیر مقلدوں کا یہ مذہب صریح حدیث کے خلاف ہے، جاندار مخلوق کی جن چیزوں پر تصویر ہو ان کا استعمال کرنا شرعاً ممنوع ہے، بخاری و مسلم کی مشہور روایت ہے کہ جس گھر میں تصویر اور کتے ہوتے ہیں ملائکہ وہاں نہیں جاتے۔

بخاری میں حضرت عائشہؓ کی یہ روایت بھی موجود ہے۔

۔ لم یکن فی بیتہ تصالیب (تصاویر) الا نقضہ۔

یعنی آپ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں جس تصویر کو بھی دیکھتے اسکو توڑ ڈالتے اور پھاڑ ڈالتے۔

بخاری و مسلم کی یہ روایت بھی ہے۔

۔ حضرت عائشہؓ نے ایک ٹیک لگانے والی چیز از قسم گدا یا تکیہ خریدا اس پر تصویر بنی ہوئی تھی، آپ صلے اللہ علیہ وسلم گھر میں آرہے تھے کہ دروازہ ہی پر آپ کی نگاہ اس مسند جیسی چیز پر پڑی۔ آپ وہیں کھڑے ہوگئے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ آپ کے چہرہ مبارک پر ناگواری کے آثار ہیں، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھ سے کیا گناہ سرزد ہوگیا ہے؟ آپ کیوں ناراض ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ مسند کیسا ہے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اسکو میں نے آپ ہی کے لئے خریدا ہے کہ آپ اس سے ٹیک لگاکر آرام فرمائیں گے۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ تصویر (بنانے) والے قیامت کے روز عذاب میں ہونگے۔

ان سے کہا جائے گا جو تصویر تم نے بنائی ہے اس میں روح ڈالو، اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس گھر میں تصویر ہوتی ہے اس گھر میں فرشتے نہیں جاتے۔

آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی اتنی واضح ہدایات اور تعلیمات اور صحیح حدیثوں کے ہوتے ہوئے غیر مقلدوں کا یہ کہنا کہ تصویر والے "ولایتی" کپڑے اور برتن استعمال کرنا جائز ہے فرمودات رسول کے مقابلہ میں حد درجہ جرأت اور گستاخی ہے۔

کتنے جھوٹے ہیں یہ غیر مقلدین جب وہ یہ کہتے ہیں۔

"قرآن و حدیث کے سامنے ہر اہل حدیث کا سر جھکا ہوا ہے اور جھکا رہیگا۔"

(مذہب حنفی کا مذہب اسلام سے اختلاف ص۲۰)

اور جب یہ گاتے ہیں۔

قرآن و حدیث مجھ کو بس ہے
ناحق تجھے اور کوئی ہوس ہے

(طریق محمدی ص ۱۰۲)

اور جب یہ راگ الاپتے ہیں۔

نہادا اہل حدیث اتباع سنن
صبائے راتنیابد گذر درین گلشن

(الظفر ص۸)

مسئلہ ۔
(۱۳۶) غیر مقلدوں کے یہاں استمناء بالید (ہاتھ سے منی نکالنا) جائز ہے بلکہ واجب بھی ہے، اور غیر مقلدوں کا عقیدہ ہے کہ معاذ اللہ صحابہ کرام بھی یہ گندہ عمل کیا کرتے تھے ۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں :
،، وبالجملہ استنزال منی بکف یا بچیزے از جمادات نزد دعائے حاجت مباح ست .... بلکہ گاہے واجب گردد ،
واحادیث وارده در منع از نکاح ید ثابت و صحیح نشده، بلکہ بعض اہل علم نقل این استمناء از صحابہ نزد غیبت از اہل خود کرده اند و در مثل این کار حرج نیست بلکہ ہم چوں استخراج دیگر فضلات از بدن ست
(عرف صـ۲۰۷)

یعنی حاصل کلام یہ ہے کہ منی کا ہاتھ سے یا کسی دوسری جمادات کی قسم (جیسے آج کل یورپ میں پلاسٹک کی اسکیلئے عورت بناتے ہیں) کی چیز سے نکالنا ضرورت کے وقت مباح ہے .... بلکہ کبھی یہ کام کرنا واجب ہو جاتا ہے ۔
اور ہاتھ سے منی نکالنے سے ممانعت کی جو احادیث ہیں وہ ثابت اور صحیح نہیں ہیں (چہ خوب) بلکہ بعض اہل علم نے تو صحابہ کرام سے بھی اس عمل کو جب کہ وہ اپنی بیویوں سے دور رہتے تھے نقل کیا ہے (یہاں صحابہ کرام کا عمل حجت ہو گیا اور قرأت خلف الامام میں فرمایا جاتا ہے کہ قول جابر قول جابر ہے اور صحابی کا قول حجت نہیں)
غرض اس طرح کے کام میں کوئی حرج نہیں (اسلئے غیر مقلدین اس پر

ضرور عمل کریں) بلکہ ہاتھ سے منی نکالنا ایسا ہی ہے جیسے بدن سے دوسرے فضلات (تھوک بلغم پیشاب پاخانہ وغیرہ) کو نکالا جائے۔

غیر مقلدین نے اپنے اس مذہب کو بیان کرنے میں بے حیائی بے شرمی سے قطع نظر ہاتھ سے منی نکالنے کو صحابہ کرام کی طرف بھی منسوب کر کے اپنی دیانت اپنی شرافت کا جنازہ نکالدیا ہے۔

کون ہیں وہ صحابہ کرام جن کی طرف غیر مقلدین اس غیر شریفانہ عمل کو منسوب کرتے ہیں؟

این ست اگر بزعم تو آئین رہ نجات
بس گمرہی ست جانب حق رہنموں مَن

مسئلہ: (۱۲۷)
غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ جو مچھلی مر کر پانی کے اوپر آجائے اسکا کھانا حلال ہے۔
نواب صاحب حیدرآبادی فرماتے ہیں۔
ولا بأس بأكل الطافی ای السمك الذی مات علی وجه الماء۔
(کنز ص ۱۸۷)
حالانکہ قرآن میں مردار کو مطلقاً حرام کہا گیا ہے، خواہ کسی قسم کا مردہ ہو۔
قرآن کا ارشاد ہے۔
حرمت عليكم الميتة۔
یعنی تم پر مردار کو حرام کیا گیا ہے۔ (اس کا کھانا جائز نہیں ہے)

مسئلہ: (۱۲۸)
غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ چوہے کا پاخانہ اگر روٹی کے بیچ پایا گیا ہو تو اس کا کھانا جائز ہے۔
ولو وجد خرء فارة خلال خبز يحل أكله۔ (کنز ص ۲۳۶)
یعنی اگر روٹی کے بیچ میں چوہے کا پاخانہ پایا گیا ہو تو اس کا کھانا جائز ہے۔

مسئلہ: (۱۲۹)
غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ اگر کسی نے ذبیحہ پر بائی نیم آف گاڈ کہا اور ذبح کیا تو جائز ہے۔ (کنز ص ۱۸۲)
ٹھیک ہے جائز ہے مگر کیا یہ سنت بھی ہے، غیر مقلدین تو صرف سنت والا عمل کرتے ہیں۔

مسئلہ (۱۳۰)

غیر مقلدین کے مذہب میں منی خون شرمگاہ کی رطوبت شراب سب پاک ہیں، اور سور کے علاوہ تمام حیوانات کا پیشاب بھی پاک ہے۔

نواب صاحب حیدر آبادی فرماتے ہیں۔

والمنی طاهر وکذلك الدم غیر دم الحیض ورطوبة الفرج والخمر وبول الحیوانات غیر الخنزیر (ص۱۱ کنز الحقائق)

یعنی منی پاک ہے اسی طرح حیض کے خون کے علاوہ اور خون پاک ہے، نیز شرم گاہ کی رطوبت اور شراب بھی پاک ہے اور سور کے علاوہ تمام جانوروں کا پیشاب بھی پاک ہے۔

یہ غیر مقلدین کا مذہب ہے، عام جمہور مسلمین کا اس مذہب سے کوئی تعلق نہیں غیر مقلدین ان چیزوں کے پاک ہونے کی دلیل کتاب وسنت سے پیش کریں۔

مسئلہ۔
(۱۲۱)

غیر مقلدین کا مسلک ہے کہ سور اور کتے کے جھوٹے اور اس کے پسینہ میں دو قول ہے یعنی ایک قول انکی پاکی کا ہے اور دوسرا انکی ناپاکی کا۔

وبول مایوکل لحمہ طاهر وکذا اسورہ وجمیع الاسار غیر سور الکلب والخنزیر ففیہ قولان وکذا فی ریق الکلب والعرق کالسور (۳ الکنز)

یعنی جن چیزوں کا گوشت کھایا جاتا ہے۔ ان کا پیشاب پاک ہے، اور اور ان کا جھوٹا بھی پاک ہے، اسی طرح تمام جانوروں کے جھوٹا پاک ہیں (خواہ ان کا گوشت کھایا جاتا ہو یا نہ کھایا جاتا ہو) سوائے کتے اور سور کے کتے اور خنزیر کے جھوٹے کے بارے میں دو قول ہیں (ایک قول انکے پاکی کا اور دوسرا انکی ناپاکی کا) اسی طرح کتے کے تھوک اور پسینے کے بارے میں دو قول ہیں۔

کتے کا جھوٹا ناپاک ہے، یہی عام مسلمانوں کا مذہب ہے، بخاری ومسلم کی روایت گزر چکی ہے کہ آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان برتنوں کو سات مرتبہ دھونے کا حکم فرمایا ہے جن میں کتا منہ ڈال دے، بلکہ ایک مرتبہ مٹی سے بھی دھونے کا حکم فرمایا ہے۔

جب کتے کا یہ حال ہے تو سور تو نجس العین ہے۔ اسکے لعاب اور جھوٹے کے پاک ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

کتاب اللہ اور صحیح حدیث کی موجودگی میں غیر مقلدین کا کتے اور سور کے بارے میں رواداری کا یہ مسلک بالکل ناقابل فہم ہے۔

کتے اور سور سے دلچسپی تو یورپ کی اقوام کی مشہور ہے لیکن اب معلوم ہوا کہ برادران غیر مقلدین کو ان سور ذریتوں سے دلچسپی ان یورپی اقوام سے کم نہیں ہے۔

مسئلہ۔
(۱۳۳)

سود خور کی دعوت قبول کرنا اور اس کا کھانا کھانا جائز ہے۔

فتاوی نذیریہ سے یہ سوال و جواب پیش خدمت ہے۔

سوال۔ ایک شخص سود لیتا ہے، اور علاوہ اسکے وہ حلال پیشہ بھی ہے اور جب کسی کی ضیافت کرتا ہے تو اس وقت کہتا ہے کہ جو میں کھلاتا ہوں حلال میں سے ہے، ایسے شخص کے یہاں کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ اسکے یہاں کھانا کھانا جائز ہے۔

میں کہتا ہوں کہ سود خور فاسق ہے، اور وہ بزبان رسالت ملعون ہے، تو فاسق کی بات کا اعتبار کیا؟ پھر اسکی دلیل تو غیر مقلدوں کو کتاب و سنت سے دینی چاہئے، ایسے اہم مسئلہ میں فقہ کی کتابوں سے استدلال کرنا وہ بھی احناف کی فقہ کی کتابوں سے غیر مقلدوں کو زیب نہیں دیتا بلکہ یہ انکی دورخی پالیسی کو واشگاف کرتا ہے، جب غیر مقلدوں کا دعویٰ ہے کہ، فقہ حنفی بیشمار گندگیوں کا مجموعہ ہے، انکی بیشمار باتیں قرآن حکیم اور حدیث رسول کے خلاف ہیں، بے اصل بے سند ڈھکوسلے ہیں، تو پھر انکو اس ڈھکوسلی چیز سے کوسوں دور رہنا چاہئے مگر تعجب ہے کہ فتاویٰ نذیریہ کا زیادہ تر مدار فقہ حنفی ہی پر ہے۔

بہر حال غیر مقلدوں کو چاہئے کہ مسئلہ مذکورہ میں کتاب و سنت سے دلیل پیش کریں، ہمارے سامنے تو اللہ کے رسول کا یہ ارشاد ہے۔

من وقع فی الشبہات وقع فی الحرام (بخاری و مسلم)

یعنی جو مشتبہ چیزوں میں پڑتا ہے وہ حرام سے بچ نہیں سکتا۔

اللہ کے رسول کا یہ ارشاد بھی ہے۔

لعن آکل الربو و موکلہ۔

سود کھانے اور کھلانے والا ملعون ہے۔

غیر مقلدین قرآن کا یہ ارشاد بھی نہ بھولیں۔
یاایھا الذین اٰمنوا کلوا من طیبات ما رزقناکم اور قرآن
کا یہ ارشاد یاایھا الرسل کلوا من الطیبات "
انبیاء اور رسل اور تمام مومنین کو ہدایت یہی ہے کہ وہ مال طیب
کھائیں حرام اور مشتبہ سے بچیں۔

مسئلہ: (۱۳۲)
غیر مقلدوں کے مذہب میں یہ ہے کہ ڈاڑھی کو بالکلیہ چھوڑ دینا چاہیئے۔
مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوری فرماتے ہیں۔
" واضح ہو کہ احادیث صحیحہ مرفوعہ سے جو ثابت ہے وہ یہی ہے کہ
ڈاڑھی کو بالکلیہ چھوڑ دینا چاہیئے طول و عرض سے کچھ تعرض نہیں کرنا چاہیئے، اور کسی
حدیث مرفوع سے ڈاڑھی کا ترشوانا اور بقدر ایک قبضہ کے رکھنا ثابت نہیں ہے اور
جامع ترمذی میں جو یہ حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی ڈاڑھی
کے عرض و طول سے کچھ لیتے تھے سو یہ حدیث ضعیف ہے"

(فتاویٰ نذیریہ جـ ۳ صـ ۳۶)

غیر مقلدین کے چہرے کو دیکھ کر ہر شخص خود فیصلہ کر سکتا ہے کہ انکا اس
مسئلہ میں احادیث صحیحہ مرفوعہ پر کتنا عمل ہے۔
اب غیر مقلدوں کا یہ دعویٰ کتنا کھوکھلا ہے کہ
اہلحدیث کا معنی ہی قرآن و حدیث کا ماننے والا ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ
اہلحدیث ہو اور قرآن و حدیث کو نہ مانے۔

(مذہب حنفی کا اسلام سے اختلاف صـ ۱۹)

مسئلہ۔
(۳۲۱)

غیر مقلدوں کے یہاں مندرجہ ذیل امور سے غسل واجب نہیں ہوتا۔
(۱) اگر کسی جن نے کسی عورت کی شرمگاہ میں اپنا حشفہ (آلۂ تناسل کا سرا) داخل کر دیا ہو اور عورت نے اس جن کو دیکھا نہ ہو اور اسکو انزال بھی نہ ہوا ہو۔
(۲) اگر کسی آدمی نے اپنا آلۂ تناسل کسی جانور کی شرمگاہ میں داخل کر دیا ہو۔
(۳) اگر آدمی نے اپنا آلۂ تناسل کسی آدمی کی دبر (پیخانہ کے مقام) میں داخل کیا ہو۔
(۴) اگر کسی نے اپنا آلۂ تناسل کسی جانور کی دبر میں داخل کر دیا ہو۔
نزل الابرار میں غیر مقلدوں کے مایہ ناز عالم نواب وحید الزماں حیدرآبادی لکھتے ہیں۔

فلو ادخل الجنی حشفته فی فرج المرأة ولم تره ولم تنزل لایلزم علیها الغسل، وکذا اذا اولج فی فرج البھیمة او دبر الآدمی او دبر البھیمة، (ج۱ ص۲۳)

یعنی اگر کسی جن نے اپنا حشفہ کسی عورت کی شرمگاہ میں داخل کر دیا اور اس عورت نے اسکو نہیں دیکھا اور اسکو انزال بھی نہیں ہوا تو اس عورت پر غسل واجب نہیں ہے۔
اسی طرح اگر کسی نے کسی جانور کی شرمگاہ میں یا کسی آدمی کی دبر یا کسی جانور کی دبر میں اپنا آلۂ تناسل داخل کر دیا تو اس پر غسل نہیں۔
لطف کی بات یہ ہے پہلی صورت کے علاوہ میں اسکی تصریح بھی نہیں کی اس آلۂ تناسل داخل کرنے والے شخص کو انزال ہو کہ نہ ہو، اس عدم تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکو انزال ہو جائے تب بھی غسل واجب نہیں ہوگا، اگر غیر مقلدوں کا مذہب یہی ہے تو "چہ خوب"۔

بہر حال غیر مقلدین حضرات کے یہاں ان تمام وجوہ مذکورہ میں غسل واجب نہ ہونے کی کوئی حدیث مرفوع متصل الاسناد غیر منقطع اور غیر شاذ ضرور ہوگی۔ ہم ممنون ہوں گے کہ وہ اسے پیش فرمائیں۔

کلک ما نیز زبانے و بیانے دارد۔

مسئلہ ۔ (۱۲۵)

غیر مقلدوں کے نزدیک جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے انکا پیشاب پاک ہے ۔

مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری لکھتے ہیں :

وعندی القول الظاهر قول من قال بطهارة بول مایوکل لحمه

(تحفہ ج ۱ ص ۱۰)

یعنی میرے نزدیک انہیں کی بات قوی ہے جو لوگ ان جانوروں کے پیشاب پاک ہونے کے قائل ہیں جن کا گوشت کھایا جاتا ہے ۔

غیر مقلدوں کا یہ مذہب جمہور کے مذہب کے خلاف ہے خود مولانا مبارکپوری لکھتے ہیں :

وذهب الشافعی والجمهور الی القول بنجاسة الابوال والارواث کلها من ماکول اللحم وغیره ۔ (تحفہ ج ۱ ص ۱۰)

یعنی امام شافعی اور جمہور کا قول یہ ہے کہ تمام جانوروں کا پیشاب اور گوبر خواہ ان کا گوشت کھایا جاتا ہو یا نہ کھایا جاتا ہو، ناپاک ہے ۔

لیکن غیر مقلدوں نے جمہور اور سلف کے مذہب سے ہٹ کر کھانیوالے جانوروں کے پیشاب کی پاکی کا قول اختیار کیا ہے ، یہ بھی ان کا شذوذ ہے جس پر ان کا عام طور پر عمل ہوتا ہے ۔ غیر مقلدوں نے اس مسئلہ میں مندرجہ ذیل احادیث کی مخالفت کی ہے ۔

حضرت ابوہریرہؓ کی مرفوع روایت ہے ۔

استنزهوا عن البول فان عامة عذاب القبر منه ۔

یعنی اللہ کے رسول کا ارشاد ہے کہ پیشاب سے بچو اسلئے کہ قبر کا عام طور پر

عذاب اسی کی وجہ سے ہوتا ہے۔

ابن خزیمہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے نیز حضرت ابن عباس کی اس روایت کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔

مرالنبی صلی اللہ علیہ وسلم بقبرین فقال انہما یعذبان وما یعذبان فی کبیر اما احدھما فکان لا یستترہ من البول۔ (تحفہ ج صـ)

یعنی آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا گزر دو قبروں کے پاس سے ہوا تو آپ نے فرمایا کہ ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے۔ اور عذاب بھی کسی ایسی بڑی بات کی وجہ سے نہیں ہو رہا ہے کہ جس سے بچنا دشوار رہا ہو۔ ان میں سے ایک وہ ہے جو پیشاب سے احتیاط نہیں کرتا تھا۔

غرض ان احادیث میں مطلقاً پیشاب کا ذکر ہے خواہ آدمی کا ہو یا جانور کا اور خواہ ان جانوروں کا ہو جن کا گوشت کھایا جاتا ہے یا ان جانوروں کا ہو جن کا گوشت حرام ہے، مطلقاً پیشاب کے نجس ہونے پر یہ حدیثیں ناطق ہیں، اور غیر مقلدین کی اس سلسلہ میں جو بھی تاویلات ہیں مقلدانہ ہیں اور ناقابلِ التفات ہیں۔

مولانا محمد جوناگڑھی کو احناف کا تمسخر اڑانے کیلئے موقع ہو کہ نہ ہو اشعار پڑھنے کا بڑا شوق ہے، انھیں کی کتاب کا یہ شعر انکی خدمت میں۔

الٹی سمجھ کسی کو بھی ایسی خدا نہ دے
دے آدمی کو موت پر ایسی ادا نہ دے

یعنی جس سے پیشاب بھی پاک و طیب بن جائے۔

مسئلہ - (۲۰۳)

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ زانیہ کی بنائی ہوئی مسجد کا حکم زمین مغصوب کا ہے اور زمین مغصوب میں نماز پڑھنا قولِ صحیح میں جائز ہے۔

(فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۲۴۳)

اگر غیر مقلدین کا یہ دعویٰ سچا ہے کہ وہ ہر بات کتاب و سنت سے کہتے ہیں تو میں انکو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ ان دونوں باتوں کو یعنی زانیہ کی مسجد میں نماز پڑھنے اور زمین مغصوب میں نماز پڑھنے کو کتاب و سنت سے ثابت کریں ــــ اگر پوری غیر مقلدیت بھی حرکت میں آجائے گی تو بھی ان دونوں باتوں کو وہ کتاب و سنت سے ثابت نہیں کر سکتی۔

یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

(۱۲۷) **مسئلہ۔**

غیر مقلدوں کے یہاں ذی ناب جانوروں کے علاوہ (یعنی ان جانوروں کے علاوہ جن کے دانت درندوں جیسے ہوتے ہیں) تمام قسم کے جانور حلال ہیں، خواہ وہ زمین پر رینگنے والے کیڑے ہوں یا اڑنے والے جانور گدھ کوا چمگادڑ اُلو وغیرہ کے قسم کے ہوں، حتیٰ کہ چوہا کھانا بھی غیر مقلدوں کے مذہب میں جائز ہے۔

ویحل ما سواها من ذوات القوائم والطیور وحشرات الارض کوبر ولسر ورخم وعقعق ولقلق وغراب وخفاش وهدهد وببغاء وطاؤس وخطاف وقنفذ والفیران

(کنز ص ۱۸۶)

(۱۲۸) **مسئلہ۔**

غیر مقلدوں کے مذہب میں گیہوں یا چنا اور اسی طرح دوسرے غلے اگر پیشاب میں پڑے رہیں اور پیشاب سے وہ پھول بھی جائیں، پھر اس کو پانی میں ڈبو دیا جائے اور خشک کر لیا جائے تو وہ پاک ہو گا۔

ولو انتفخت الحنطة من بول الانسان او الحمص او نحوه وتنقی فی الماء وتجففت فتطهر۔ (نزل الابرار ص۱/۵۰)

مسئلہ۔ (۱۳۹)

غیر مقلدوں کے مذہب میں سڑا گوشت سڑی چربی سڑا گھی سڑا دودھ اور سڑا اور بدبودار کھانا سب جائز ہے۔

نواب صاحب حیدرآبادی نزل الابرار میں لکھتے ہیں:

ولا یحرم اکل اللحم المنتن ولا اکل شحم کذالک ولا شراب سمن ولبن ولا اکل طعام کذلک (ص ۴۲/۱)

اور حرام نہیں ہے بدبودار سڑا گوشت کا کھانا اسی طرح اسی قسم کی چربی کا کھانا اور اسی طرح سڑے بدبودار گھی کا کھانا اور دودھ کا پینا نیز اسی طرح سڑے اور بدبودار کھانے کو کھانا۔

یعنی تمام سڑی گلی گندی چیز جائز ہے۔

مسئلہ۔ (۱۴۰)

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ بہا ہوا خون، پیچھا، پیپ اور قے یہ سب پاک ہے۔

نواب صاحب حیدرآبادی اپنی اس کتاب نزل الابرار میں لکھتے ہیں:

والدم ولوکان مسفوحًا، والقیح والصدید والقیئ لا دلیل علی نجاستها غیر دم الحیض فانہ نجس کما مر۔ (ص ۵۵/۱)

خون اگرچہ بہا ہوا ہو پیچھا پیپ اور قے یہ سب پاک ہے اور انکی نجاست پر کوئی دلیل نہیں ہے، صرف حیض کا خون ناپاک ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

مسئلہ (۱۳۱)

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ شراب پینے والے کا جھوٹا پاک ہے اگرچہ شراب پینے والے کے شراب پینے کے معا بعد ہی کا وہ جھوٹا ہو، اس لئے کہ صحیح مذہب غیر مقلدوں کا یہ ہے کہ شراب پاک ہے۔

اسی طرح گندگی اور نجاست کھانے والے جانوروں کا پسینہ اور جھوٹا بھی پاک ہے۔

وسور شارب الخمر طاهر سواء كان فور شربه الخمر او بعده لان الصحيح طهارة الخمر وكذا سور الجلالة وعرقها۔

(نزل الابرار ج ۱ ص ۳۱)

یعنی شراب پینے والے کا جھوٹا پاک ہے خواہ شراب پینے کے فوراً ہی بعد کا وہ جھوٹا ہو یا اس کے بعد کا، اس لئے کہ صحیح مذہب (غیر مقلدوں کا) یہ ہے کہ شراب پاک ہے، اسی طرح گندگی کھانے والے جانوروں کا جھوٹا اور ان کا پسینہ بھی پاک ہے۔

(١٣٢) مسئلہ ۔

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ اگر کپڑے کا سوت نجاست میں رنگا جائے تو وہ پاک ہے بشرطیکہ وہ کپڑا (بدیسی) دوسرے ملک سے آیا ہو ۔

والثیاب التی یصبغ غزلہا بالنجاسة طاهرة اذا جلبت من بلاد اُخریٰ ۔ (ص ۵۰ ج ۱ ایضاً)

یعنی وہ کپڑے جن کا دھاگا نجاست سے رنگا گیا ہو وہ پاک ہیں بشرطیکہ انکو باہر سے (دوسرے ممالک) سے منگایا گیا ہو ۔

اب یہ غیر مقلدین ہی بتلائیں گے کہ اپنے ملک کی نجاست سے گھن اور نفرت کیوں اور دوسرے ممالک کی نجاستوں سے اتنا لگاؤ اور پیار کیوں ہے ؟

(١٣٣) مسئلہ ۔

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ کنواں خواہ کتنا ہی چھوٹا ہو اور اس میں پانی خواہ کتنا ہی کم ہو اس میں کسی طرح کی نجاست پڑنے سے وہ نجس نہیں ہوتا اسی طرح اگر اس میں خون والا جانور یا بلا خون والا جانور گر جائے اور پھول پھٹ جائے تو اس کنویں کا پانی پاک ہے بشرطیکہ اس کے رنگ مزہ اور بو میں سے کوئی وصف نہ بدلے ۔

ولا یفسد ماء البیر ولو کان صغیرا والماء فیہ قلیلا بوقوع نجاسة اوموت حیوان دموی اوغیر دموی ولو انتفخ او تفسخ فیہ بشرط ان لا یتغیر احد اوصافہ والا یفسد (نزل الابرار ص ۳۱ ج ۱)

مسئلہ۔
(۱۴۴)
غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ اگر چوہا شراب میں پڑ جائے پھر وہ شراب سرکہ
بن جائے تو سرکہ پاک ہے۔
ولو وقعت (الفارۃ) فی الخمر ثم تخلل فالخل طاھر
یعنی اگر چوہا شراب میں پڑ جائے پھر وہ شراب سرکہ ہو جائے تو یہ سرکہ
جائز ہے۔

مسئلہ۔
(۱۴۵)
غیر مقلدوں کے یہاں اگر شراب سرکہ میں گر جائے اور پھر وہ سرکہ بنجائے
تو اس کا کھانا پینا جائز ہے۔
(نزل الابرار ج ۱ ص ۵۴)

مسئلہ۔
(۱۴۶)
غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ شراب سے بنی ہوئی خوشبودار مینے کی چیز
پاک ہیں، ان کا کھانا اور استعمال کرنا جائز ہے۔
(ص۵۵ نزل الابرار)

مسئلہ۔

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ کتے اور سور کا جھوٹا اور اس کا لعاب پاک ہے
عرف الابرار میں ہے۔
واختلفوا فی لعاب الکلب والخنزیر و سورھا والارجح طھارتہ
کما مر۔ (ص۴۹)
یعنی لوگوں کا اس میں اختلاف ہے کہ کتے اور سور کا جھوٹا اور ان کا لعاب
پاک ہے یا ناپاک، اور راجح مذہب یہ ہے کہ وہ پاک ہے جیسا کہ اس کا
بیان گزر چکا۔

مسئلہ۔

غیر مقلدین کے نزدیک کتے کا پیشاب اور اس کا پیخانہ پاک ہے
عرف الابرار میں ہے۔
وکذا الشک فی بول الکلب وخرائہ والحق انہ لا دلیل علی النجاسۃ۔
(ص۴۹ — ۵۰)
یعنی لوگوں کا اس میں بھی اختلاف ہے کہ کتے کا پیشاب اور پاخانہ پاک
ہے یا ناپاک اور حق بات یہ ہے کہ ان کی نجاست پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

مسئلہ۔
(۱۲۹)

غیر مقلدوں کے یہاں مٹی کھانی جائز ہے۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں۔

واما اکل تراب پس در منع ازاں دلیلے نیامدہ (ص۲۳۷ عرف)

یعنی اس بات کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ مٹی کھانی ممنوع ہے۔

خاں صاحب کو شاید معلوم نہیں کہ منع کیلئے دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ مدعی کے ذمہ دلیل پیش کرنی ہوتی ہے پس جو اس بات کا مدعی ہے کہ مٹی کھانی جائز ہے وہ دلیل پیش کرے، اور وہ بھی کتاب وسنت سے۔

غیر مقلدوں کو اگر مٹی کھانے کا شوق ہے تو ہمیں بھی اس پر کوئی اعتراض نہیں وہ شوق سے کھائیں مگر کتاب وسنت سے انکی دلیل تو پیش کریں۔

ہاں ہمیں ایک عام شرعی قاعدہ معلوم ہے وہ ہم بتلائے دیتے ہیں مانا یا نہ مانا غیر مقلدین حضرات کا کام ہے، وہ قاعدہ یہ ہے کہ ہر مضر صحت چیز سے شریعت نے بچنے کا حکم دیا ہے اور صحت کی حفاظت از روئے شرع بھی ضروری ہے۔ اب غیر مقلدین حضرات مٹی کھا کر دیکھ لیں اگر اس سے انکی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا تو وہ شوق سے کھائیں اور اگر اس مٹی کے کھانے سے صحت متاثر ہوتی ہے تو شرعی اصول بھی یہی ہے اور میری مخلصانہ نصیحت بھی یہی ہے کہ وہ مٹی کھانے سے پرہیز کریں۔

ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے جائیں گے

مسئلہ۔

غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ زانیہ (بدکار پیشہ کرانے والی عورت) کی بنائی ہوئی مسجد کا حکم بھی عام مساجد کی طرح ہے، اور اس میں نماز پڑھنا درست ہے۔

(فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۲۹۸)

غیر مقلدوں کا یہ مذہب اس حدیث کے خلاف ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ طیب ہے اور طیب ہی کو قبول کرتا ہے۔

غیر مقلدوں کے یہاں کوئی تفصیل نہیں ہے کہ زانیہ نے جس پیسے سے مسجد بنوائی ہے وہ اس کے پیشہ خاص سے حاصل شدہ ہے یا اس نے کسی دوسری جائز کمائی سے وہ پیسے حاصل کئے ہیں جس سے اس نے مسجد کی تعمیر کرائی ہے۔ پہلی شکل میں تو قطعاً جائز ہونے کی کوئی شکل نہیں البتہ دوسری صورت میں بحث کی اور جواز کی گنجائش ہے۔

مگر غیر مقلدوں کو پھر بھی کسی فقہ کی کتاب سے نہیں، اور نہ کسی امام اور مجتہد کے قول سے بلکہ ان کو کتاب و سنت سے اس مسئلہ کو ثابت کرنا چاہئے اور قرآن کی کسی آیت یا رسول اللہ کی کسی صحیح حدیث کو پیش کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ انکا دعویٰ یہ ہے۔

"اہلحدیث براہ راست قرآن و حدیث پر عمل کرتے ہیں"۔ (ص ۵ طریق محمدی)

آپ میاں نذیر حسین صاحب دہلوی امام اہلحدیث نے جو یہاں مسئلہ بیان کیا ہے اسی کو قرآن و حدیث سے ثابت کر دیں کہ پیشہ کرانے والی بدکار زانیہ عورت کی کمائی سے مسجد بنانا جائز ہے، اور اس کا حکم بھی عام مساجد کا ہے اور اس میں نماز پڑھنا درست ہے، تو ہم مان لیں گے کہ آپ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں۔

مسئلہ۔
(۱۵۱)
غیر مقلدوں کے یہاں اگر کسی عورت نے اپنی شرمگاہ میں روئی کا کوئی ٹکڑا ڈالا، اور اس میں کوئی دوا یا غذا نہیں تھی تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔
(اور اگر اس روئی کے ٹکڑے میں دوا یا غذا تھی تو اس کا روزہ جاتا رہے گا خواہ وہ پیٹ تک پہونچے یا نہیں)

اذا دخلت قطنة ثم اخرجتها ولم یکن علیها دواء او غذاء۔ (کنز ص۳۰)

یا روزہ دار عورت نے روئی کا کوئی ٹکڑا اپنی شرمگاہ میں ڈالا اور پھر اسکو نکال لیا اور اس پر دوا یا غذا نہیں تھی تو اسکا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔
غیر مقلدین چونکہ کوئی بات صحیح حدیث کے بغیر نہیں کہتے اس وجہ سے اس مسئلہ کے ثبوت کیلئے صحیح حدیث پیش کریں۔

مسئلہ۔
(۱۵۲)
غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ اگر روزہ دار اپنی عورت سے فرج کے علاوہ میں یا دبر میں جماع کرے اور منی نہ نکلے تو اس سے اسکا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔
کنز الحقائق میں ہے۔ او جامع امرأته فیما دون الفرج او الدبر (ص۲۸)
یعنی اگر کسی نے اپنی عورت سے شرمگاہ کے علاوہ میں یا پیخانہ کے مقام میں جماع کرے تو اسکا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔
اس سے معلوم ہوا کہ غیر مقلدوں کے یہاں عورتوں سے پیخانہ کے مقام میں جماع کیا جا سکتا ہے۔
بہر حال اس مسئلہ کی دلیل صحیح حدیث سے مطلوب ہے۔

(۱۵۳) **مسئلہ۔**

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ کھلی شرمگاہ اور ناپاک کپڑے میں نماز ہو جاتی ہے۔
نواب صاحب بھوپالی عرف الجادی میں فرماتے ہیں۔

وازینجا دریافتہ باشی کہ ہر کہ چیزے از عورتش در نماز نمایاں شد یا در جامہ ناپاک نماز گذارد نمازش صحیح است وزاعم بطلانش مطالب بدلیل۔ (ص ۲۲)

یعنی یہیں سے تم کو یہ بات بھی معلوم ہو گئی کہ اگر کسی کی شرمگاہ کا کچھ حصہ نماز میں کھلا رہا، یا اس نے ناپاک کپڑے میں نماز ادا کی تو اس کی نماز صحیح ہے، اور جو یہ گمان کرتا ہے کہ اس کی نماز باطل ہے اسکو دلیل پیش کرنی چاہیئے۔

مسئلہ (۱۵۴)

غیر مقلدوں کے یہاں اگر دبر (پیخانہ کے راستہ) یا آلہ تناسل کے راستے پیٹ میں پانی چلا جائے تو روزہ دار کا روزہ نہیں ٹوٹتا۔

کنز الحقائق میں نواب حیدرآبادی فرماتے ہیں۔

اذا استنجی فدخل الماء من الدبر او الاحلیل الی جوفہ (ص۳۶)

یعنی اس سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا کہ روزہ دار نے استنجا کیا اور اس کے پاخانہ یا آلہ تناسل کے راستہ اس کے پیٹ میں پانی پہنچ گیا۔

غیر مقلدین چونکہ بلا کتاب وسنت کوئی بات نہیں کہتے اس وجہ سے اس مسئلہ کی دلیل یقیناً ان کے پاس کتاب وسنت سے ہوگی وہ پیش کریں۔

مسئلہ (۱۵۵)

غیر مقلدوں کے یہاں اگر کسی روزہ دار نے اپنی دبر (پیخانہ کے راستہ) میں یا کسی عورت نے اپنی پیشاب گاہ میں انگلی ڈالی تو اس سے اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا۔

اذا ادخل اصبعہ فی دبرہ او ادخلتہا فی فرجہا (ایضاً ص۳۶)

یعنی اگر روزہ دار نے اپنی انگلی اپنے مقعد میں یا عورت اپنی پیشاب گاہ میں ڈالی تو اس سے اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

غیر مقلدین اس مسئلہ کو بھی صحیح حدیث سے ثابت کریں۔

مسئلہ۔ (۱۵۹)

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ اگر کسی نے اپنی دبر (پیخانہ کی جگہ) میں
چھری لوہا یا لکڑی ڈالی تو اس سے اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

وادخال عود او حدیدۃ او خشبۃ (ایضا ص ۳۸)

یعنی (مقعد میں) چھری لوہا اور لکڑی ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔
غیر مقلدین اس مسئلہ کو بھی صحیح حدیث صحاح ستہ و ما وا فقہا سے ثابت کریں۔

میں نے یہ چند مسئلے محض یہ دکھانے کیلئے ذکر کئے ہیں کہ اگر کوئی چاہے
تو غیر مقلدوں کے مذہب کا بھی کوک شاستر رسالہ کی شکل میں تیار کر سکتا ہے
ورنہ طبع سلیم پر ان مسائل کا ذکر کرنا بار بھی ہے اور کچھ مناسب بھی نہیں،
غیر مقلدین اس سے عبرت حاصل کریں۔

مسئلہ (۱۵۷)

غیر مقلدوں کے یہاں منی پاک ہے۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں:

"منی ہر چند پاک ست واما غسل وفرک وحت از شارع علیہ السلام ثابت شدہ" (عرف ص۱)

یعنی منی ہر چند کہ پاک ہے مگر اس کا دھونا اور رگڑنا اور کھرچنا شارع علیہ السلام سے ثابت ہے۔

منی کے پاک ہونے کا مذہب اس حدیث کے خلاف ہے۔

عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یغسل المنی ثم یخرج الی الصلوٰۃ فی ذلک الثوب وانا انظر الی اثر الغسل فیہ: (بخاری ومسلم)

یعنی حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منی کو دھویا کرتے تھے پھر نماز کیلئے اسی کپڑے میں تشریف لے جاتے اور کپڑے میں دھونے کا جو اثر ہوتا اس کو میں دیکھا کرتی۔

علامہ شوکانی بھی منی کی نجاست کے قائل ہیں، فرماتے ہیں:

فالصواب ان المنی نجس یجوز تطہیرہ باحد ھذہ الامور الواردۃ (اتحاف الکرام ص۱۲ و تحفۃ ج۱ ص۱۱۳)

(یعنی درست یہ ہے کہ منی ناپاک نجس ہے اور اسکی نجاست کا ازالہ احادیث میں مذکورہ امور سے ہوگا (یعنی یا غسل سے یا کھرچنے سے یا رگڑنے سے۔)

گفتگو اسمیں نہیں ہے کہ اور ائمہ کا منی کے پاک یا ناپاک ہونے کے بارے میں کیا مسلک ہے، بلکہ گفتگو اسمیں ہے کہ یہ مدعیان حدیث بخاری ومسلم کی اس صحیح روایت کے علی الرغم منی کے پاک ہونے کے قائل ہیں، اور دعویٰ یہ کریں گے کہ ہم صحیح حدیث پر عمل کرنے والے ہیں۔

مسئلہ۔

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ اگر کسی نے مردہ عورت کی شرمگاہ میں اپنا حشفہ داخل کر دیا تو اس پر غسل واجب نہیں ہے، یہی راجح مذہب ہے۔

(اذا ولج فی فرج امرأۃ میتۃ فالراجح فیہ عدم الوجوب۔

(نزل الابرار ج۱ ص۳۲)

اگر کسی نے مردہ عورت کی شرمگاہ میں اپنا آلہ تناسل داخل کیا تو راجح مذہب یہ ہے کہ اس پر غسل واجب نہ ہوگا۔

احناف کا کوک شاستر تو غیر مقلدوں کو نظر آ گیا، کیا انھیں اپنے گھر کی بھی کچھ خبر ہے؟

ایک صاحب فرماتے ہیں۔

اہلحدیث ہر مسئلے کی دلیل قرآن وحدیث سے دیتے ہیں:

اگر غیر مقلدوں کا یہ دعویٰ محض زبانی جمع خرچ نہیں ہے تو وہ اس مسئلے کی دلیل قرآن وحدیث سے پیش کر دیں۔

اگر صرف دعویٰ ہی کرنا کوئی چیز ہے تو اس قسم کا دعویٰ تو ہر باطل فرقے شیعہ خوارج، قادیانی، بریلوی سبھی کیا کرتے ہیں۔

مسئلہ۔

غیر مقلدوں کے مذہب میں عورت سے لواطت کرنے والا کافر تو کجا فاسق بھی نہیں۔

(نزل الابرار ج۱ ص۲۰۶)

(۱۶۰) **مسئلہ۔**

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ اگر نجس چیز میں ایسی تبدیلی پیدا ہو جائے کہ اسکی حالت اور اس کا نام بدل جائے تو وہ پاک ہے اور اس کا کھانا و استعمال کرنا جائز ہے ۔۔۔ نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں:

اگر کسے دعویٰ کند کہ نجاست باوجود ذہاب اسم وصفت باقی است وے دلیل بیارد (صد ۲۳۶ عرف)

یعنی اگر کوئی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ نجس چیز کی نجاست نام اور صفت کے ختم ہو جانے کے باوجود باقی رہتی ہے تو اس کو دلیل پیش کرنی چاہیئے۔

خاں صاحب مرحوم کی اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگر شراب کی حالت بدل جائے اور اس کا کوئی اور نام رکھ دیا جائے تو اب شراب کا پینا اس نام اور اس صفت کے ساتھ جائز ہوگا اور شراب بایں صورت موجودہ نجس نہ رہے گی۔ اسی طرح گدھے کا گوشت، سور کی چربی، کتا کا گوشت اس کا لعاب، آدمی کا پیشاب پاخانہ وغیرہ جتنی بھی نجاستیں اور غلاظتیں ہیں اگر اس کا نام بدل جائے اور انکی حالت میں تغیر پیدا ہو جائے تو ان کا کھانا پینا حلال ہوگا۔

نواب صاحب کے اس ارشاد گرامی کے بعد غیر مقلدین کو شرم آنی چاہیے کہ وہ فقہ حنفی کی کتابوں سے مسائل نکال کر یہ شور مچائیں کہ

۔ دیکھو حنفی مذہب بڑا گندہ ہے اس میں شراب حلال ہے، کتوں کی تجارت جائز ہے، حنفی مذہب میں نجاست کی اتنی مقدار جائز ہے، جانوروں کا پیشاب جائز ہے

۔ مذہب حنفی کا مذہب اسلام سے اختلاف، رسالہ کے مصنف نے اسی قسم کی بیہودگی سے اپنے اس رسالہ کو کوک شاستر سے بھی بدتر بنا دیا ہے، جس کا پڑھنا کسی شریف سلیم الطبع آدمی کے بس کی بات نہیں۔

مسئلہ۔ (۱۹۱)

غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ شہد کی مکھی ہد ہد مورچہ (چھوٹی چیونٹی) اور صرد (ممولا) کھانا جائز ہے۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں:

"ابن عباس گفتہ کہ نہی فرمود از کشتن چہار دابہ مگس شہد و ہد ہد و مورچہ وصرد، رواہ احمد و ابوداؤد وصححہ ابن حبان و نہی از قتل دلیل ست بر حرمت اکل اینہا" (عرف صـ ۲۲۵)

یعنی حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ (آنحضور نے) چار جانوروں کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے شہد کی مکھی، ہد ہد، مورچہ اور صرد، امام احمد اور ابوداؤد نے اسکو روایت کیا ہے اور ابن حبان نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے، اور قتل سے منع فرمانا یہ دلیل ہے کہ ان کا کھانا حرام ہے

لیکن خانصاحب پھر فرماتے ہیں :

"ولیکن دریں استدلال بحث ست"

لیکن اس استدلال میں بحث ہے

یعنی نواب صاحب کو ان جانوروں کے کھانے کی حرمت تسلیم نہیں ہے۔ بلکہ ان جانوروں کا کھانا ان کے نزدیک جائز ہے۔

یعنی صحیح حدیث میں ان جانوروں کے کھانے سے منع کیا جارہا ہے مگر خانصاحب کو ان جانوروں کا حرام ہونا تسلیم نہیں، بلکہ اس حدیث سے جن لوگوں نے انکے کھانے اور مارنے پر استدلال کیا ہے، یہ استدلال خاں صاحب کے نزدیک قابلِ بحث ہے۔ صحیح حدیث کے مقابلہ میں یہ ہمت اور جرأت یہ غیر مقلدین ہی کرسکتے ہیں۔

مسئلہ۔ (۱۶۲)

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ اسلامی حکومتوں کو سود لینا جائز ہے

واجاز فی الدول الاسلامیۃ ان لم تجد قرضا حسنا ان یاخذ الاموال بالربا (کنز مـــ۱)

یعنی علماء نے اسلامی حکومتوں کے لئے اجازت دی ہے کہ اگر یہ حکومتیں قرض حسن نہ پائیں تو سود پر قرض حاصل کریں۔

اب غیر مقلدین ہی بتلائیں گے کہ یہ ان کے کون سے علماء ہیں جو اس حرام کو حلال کرنے کا حق رکھتے ہیں۔

قرآن میں سود کی حرمت قطعی ہے مگر اب غیر مقلدین اپنے اجتہاد کے زور سے قطعیات میں بھی دخل اندازی کرنے لگے ہیں۔

دہن را بمسمار بر دوختن
بہ از گفتہ وگفتہ را سوختن

(۲۲) **مسئلہ۔**

غیر مقلدوں کے یہاں موتی مرجان اور جواہرات کے زیور پہننا مردوں کیلئے جائز ہے۔ کچھ حرج نہیں۔

ولا بأس بلبس اللولوء والمرجان والجواهر للرجال (کنز)

اور کوئی حرج نہیں ہے کہ مرد موتی مرجان اور جواہرات کا زیور پہنیں۔ شیشے کی چوڑی، کانچ کا کڑا، پیتل کی بالی اور ناک کی نتھیا اور کاٹن اور سوت کی ساڑی اگر مرد پہنیں تو کیا حرج ہے، اور اگر شلوار اور جمپر بھی پہنیں تو کیوں کوئی حرج ہوگا۔ مرد اور عورت کا فرق تو جسمانی ساخت سے ہوتا ہی رہے گا۔

قرآن کا ارشاد بھی ملاحظہ فرمائیں۔

اومن ینشؤا فی الحلیۃ۔

(کیا یہ کفار اللہ کیلئے لڑکیاں تجویز کرتے ہیں) جو کہ زیور میں پرورش پاتی ہیں ـــــ یعنی زیورات کا پہننا عورتوں کا خاصہ ہے، اور ایک طرح کا عیب ہے۔ عورتوں کی فطرت اور انکی طبیعت کا لحاظ کر کے شریعت نے ان کیلئے جائز رکھا ہے، زیورات نہ مردوں کیلئے جائز ہیں اور نہ مناسب اور نہ انکی مردانگی کے ہم آہنگ ـــــ تفسیر مظہری میں ہے۔

یہاں آیت میں عورتیں مراد ہیں اسلئے کہ انکا حسن اور انکی خوبصورتی کا انحصار صرف صورت و شکل ہی ہے، اسلئے وہ زیورات سے زینت حاصل کرتی ہیں تاکہ انکا حسن دوبالا ہو۔ بخلاف مردوں کے، اسلئے کہ انکا حسن یہ ہے کہ وہ اعلیٰ اوصاف اور کردار اور اخلاق کے حامل ہوں اس کیلئے زیور کی ضرورت نہیں، اور اس میں یہ بھی تعریض ہے کہ زیورات اور زینتوں میں پلنا عیب ہے اسلئے مردوں کو اس سے پرہیز کرنا چاہئے اور انکو تقویٰ کے لباس سے زینت حاصل کرنی چاہئے۔

مسئلہ۔ (۱۶۴)

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ اگر کوئی شخص حالت حیض میں اپنی بیوی سے ہم بستری کرلے تو ایک دینار یا نصف دینار صدقہ کرے۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں۔

"وہر کہ زن خود را در حیض جماع کند یک دینار یا نیم دینار صدقہ دہد" (عرف صفحہ ۱۶)

جو آدمی حالت حیض میں اپنی بیوی سے ہمبستری کرے تو وہ ایک دینار یا آدھا دینار صدقہ کرے۔

حالانکہ حالت حیض میں مجامعت قطعاً حرام ہے۔ ایک دینار یا آدھا دینار کے وسیلے سے اسکو جائز نہیں کیا جاسکتا۔ المغنی میں ہے:

انہ یحرم وطی الحائض فی الفرج لقول اللّٰہ تعالیٰ یسئلونک عن المحیض قل ھو اذیً فاعتزلوا النساء فی المحیض ولا تقربوھن حتی یطھرن۔ (ج۱ ص۳۰۶)

یعنی حائضہ عورت سے وطی کرنا حرام ہے، اسلئے کہ اللہ کا ارشاد ہے۔ پوچھتے ہیں آپ سے حیض کے بارے میں آپ فرمادیجئے گندگی کی حالت ہے اسلئے ایام حیض میں تم بیویوں سے دور رہو اور جماع کیلئے ان کے قریب بھی مت جاؤ تاآنکہ وہ پاک ہوجائیں۔

اور رہی وہ حدیث جس سے غیر مقلدین حضرات استدلال کرتے ہیں تو اسکو وہ صحیح مرفوع متصل الاسناد غیر منقطع غیر شاذ اور محدثین کے اصول پر قابل احتجاج و استدلال ثابت کردیں تو ہم بھی اس مسئلہ میں ان کے ہم نوا ہوجائیں گے۔ جب دوسرے سے انھیں اوصاف کی حامل حدیث کا آپ مطالبہ کرتے ہیں تو خود بھی استدلال کرتے وقت ذرا ان اوصاف کو اپنے دھیان میں رکھا کریں۔

مسئلہ۔
(۱۹۶)

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ سمندر میں مرا ہوا ہر جانور حلال ہے۔ خواہ مچھلی ہو، گائے ہو، بکری ہو کتا ہو سور ہو سمندری انسان ہو یا سانپ ہو غرض سمندری جانور کی کوئی بھی قسم ہو جیسے "جریث" یا "کوسج" وغیرہ سب مردار کا کھانا جائز ہے۔

فمیتۃ البحر حلال سواء ماتت بنفسھا او بالاصطیاد، ...... سواء کان سمکا او بقرا او غنما او کلبا او خنزیرا او انسانا بحریا او کوسجا او مارماھی والجریث یحل اکلہ بلا ذبح (ص۱۰۵ اکنز)

یعنی سمندر کا مردار حلال ہے خواہ وہ خود سے مرا ہو یا شکار کرنے سے مرا ہو اور خواہ وہ مردار مچھلی ہو یا گائے یا بکری یا کتا یا سور یا سمندری انسان یا کوسج اور مارماہی یا جریث (یہ تینوں ایک قسم کے سمندری جانور ہیں) ان کا بغیر ذبح کئے ہوئے جب مردار ہیں تو ذبح کرنا چہ معنی دارد) کھانا حلال ہے۔

اور سانپوں کے سلسلہ میں فرمایا جاتا ہے۔

اما حیات البحر التی لا تبقی حیۃ فی البر فھی حلال لانھا فی حکم السمک (ص۱۰۵ اکنز)

یعنی سمندری سانپ جو خشکی میں زندہ نہیں رہتے ہیں وہ بھی حلال ہیں اس لئے کہ ان کا حکم مچھلی کا ہے۔

(۱۶۶) مسئلہ:

غیر مقلدوں کے یہاں سونے کا زیور مردوں کو حرام ہے مگر چاندی کا زیور پہننا جائز ہے۔

نواب صاحب حیدرآبادی لکھتے ہیں:

ویحرم التحلی بالذھب علی الرجال لا التحلی بالفضۃ۔ (کنز ص ۹۱-۹۰)

یعنی مردوں کو سونے کا زیور استعمال کرنا حرام ہے۔ چاندی کا نہیں۔

غیر مقلدوں کا یہ مذہب جمہور کے خلاف ہے، خود فتاوی نذیریہ میں ہے:

"اگرچہ جمہور کے نزدیک جسطرح سونے اور چاندی کے برتن میں کھانا اور پینا حرام ہے اسی طرح سونے اور چاندی کی ہر چیز کا استعمال حرام ہے" ج ۳ ص ۳۵۲

اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

وکذالک تحریم الاکل والشرب فی آنیۃ الذھب والفضۃ یقتضی المنع من البعاض ذالک (فتاوی ج ۱۲ ص ۸۵) یعنی سونے اور چاندی کے برتن میں کھانے پینے کو حرام قرار دینا اس بات کا مقتضی ہے کہ انکا ہر حصہ (خواہ اسکا استعمال کسی طرح ہو) حرام اور ناجائز ہو۔

مولانا اسمٰعیل سلفی اپنی کتاب حرکۃ الانطلاق الفکری میں لکھتے ہیں:

ان الذھب والفضۃ والحریر حرام علی الرجال (ص ۲۹) یعنی سونا چاندی اور ریشم مردوں پر حرام ہیں۔

ایک طرف غیر مقلدوں کو یہ بھی تسلیم ہے کہ چاندی کا استعمال مردوں کیلئے حرام اور دوسری انکا یہ بھی مذہب ہے کہ اگر مرد چاندی زیور کی شکل میں استعمال کریں تو جائز ہے۔

کیا یہ شعر صرف احناف ہی کو سنانے کیلئے ہے۔

مسلک سنت پر اے سالک چلا جا بے دھڑک
جنت الفردوس کو سیدھی گئی ہے یہ سڑک (طریق محمدی ص ۹۵)

ٹھیک ہے چاندی کی بالی اور تھمیا اور جھمکا اور پائل غیر مقلدین مرد پہن کر کے جنت الفردوس کو جائیں خود ہی پتہ چل جائیگا کہ انکا ٹھکانا جنت الفردوس ہے یا کوئی اور جگہ۔

(۱۹۷) مسئلہ۔

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ قطب الدین، جمال الدین، شمس الدین وغیرہ نام رکھنا مکروہ ہے۔

(کنز الحقائق ص ۱۹۶)

(۱۹۸) مسئلہ۔

غیر مقلدوں کے یہاں فرعون، ہامان، شداد، قارون شیطان ابلیس نمرود، ابوجہل وغیرہ نام رکھنا صرف مکروہ ہے۔

ویکرہ باسماء الکفار کفرعون وھامان وقارون وشیطان وابلیس ونمرود وشداد وابی جھل۔ (ص ۱۹۶ کنز)

گویا ان ناموں میں اور شمس الدین وقطب الدین وغیرہ ناموں میں کوئی فرق نہیں، دونوں قسم کے نام رکھنے کا حکم ایک ہی ہے۔

(۱۹۹) مسئلہ۔

غیر مقلدین کے مذہب میں یزید، ولید اور عقبہ نام رکھنا مکروہ ہے۔

وباسماء الطغاۃ العصاۃ کیزید وولید وعقبۃ۔

(کنز ص ۱۹۶)

معلوم ہونا چاہیے کہ عقبہ ایک صحابی کا نام ہے۔

مسئلہ۔
(۱۶۰)
غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی شخص کو
بھی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مستقلاً ذکر کیا جا سکتا ہے۔
ویجوز ان یصلی علی غیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولو استقلالاً۔
(کنز ص ۲۰۳)
جمہور علماء کا یہ مذہب نہیں ہے، غیر نبی پر استقلالاً درود وسلام شیعوں
کا مذہب ہے۔

مسئلہ۔
(۱۶۱)
غیر مقلدین کے یہاں کوئی نام بھی ہو پیشاب پیخانہ، گوبر لید وغیرہ نجاستوں
پر لکھنا صرف مکروہ ہے۔ (کنز ص ۱۹۶)
جن ناموں میں اللہ، محمد، احمد، رحمٰن، رحیم وغیرہ اسماء نبی اور صفات
الٰہی جزء بنتے ہوں، ان ناموں کو نجاست پر لکھنے کو صرف مکروہ قرار دینا یہ غیر مقلدوں
کا نرالا مذہب ہے۔ اس کی دلیل قرآن وحدیث سے پیش کرنی چاہیئے۔
علمائے دین اپنی واقعی رائے سے ہمیں آگاہ کریں۔

مسئلہ۔

غیر مقلدین کا عقیدہ ہے کہ مندرجہ ذیل صحابہ کرام کا نام رضی اللہ عنہ کے ساتھ نہیں لیا جائے گا۔

حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ — حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ — حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ۔

غیر مقلدوں کے مایہ ناز عالم مولانا وحید الزمان حیدر آبادی کنز الحقائق میں لکھتے ہیں۔

ویستحب الترضی للصحابة غیر ابی سفیان ومعاویة وعمرو بن العاص ومغیرة بن شعبة وسمرة بن جندب۔ (ص۲۳۴)

یعنی تمام صحابہ کرام کو رضی اللہ عنہ کے ساتھ یاد کرنا مستحب ہے مگر ابو سفیان، معاویہ، عمرو بن عاص، مغیرہ بن شعبہ اور سمرہ بن جندب کیلئے رضی اللہ عنہ کا استعمال کرنا مستحب نہیں ہے۔

یہ خالص شیعی عقیدہ ہے اور اس کتاب کے مقدمہ میں واضح کیا گیا ہے کہ غیر مقلدوں کو شیعوں کے ساتھ اعتقادات و مسائل میں بڑی نسبت ہے، خاص طور پر صحابہ دشمنی اور ان سے بغض رکھنے میں یہ دونوں فرقے ہم خیال ہیں۔

(۱۷۳) مسئلہ۔

غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ اس فاقہ کش کو سوال کرنا جائز ہے جسکی فاقہ کشی پر تین آدمی گواہی دیں۔

نواب صاحب بھوپالی فرماتے ہیں۔

سوم فاقہ کش کہ کس از مردم دانشمند تصدیق اصابت فاقہ بوے کنند

(عرف ص ۰۰)

یعنی تیسرے اس شخص کو سوال کرنا جائز ہے جس کی فاقہ کشی پر تین عاقل اور دانشمند آدمی گواہی دیں کہ وہ محتاج ہے۔

ذرا غیر مقلدین سے اس کی دلیل (کتاب وسنت سے) طلب کر لیجئے تو وہ دائیں بائیں جھانکیں گے، اور آئیں شائیں بانکیں گے۔

(۱۷۴) مسئلہ۔

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ اگر کسی کا باغ ہو اور وہ دیوار سے گھرا ہوا نہ ہو اور اس کا کوئی رکھوالا بھی نہ ہو تو اس باغ کا پھل مالک کی اجازت کے بغیر کھایا جا سکتا ہے، اگرچہ ڈال پر لگا ہوا ہی پھل کیوں نہ ہو۔

(کنز ص ۱۸۷) فله ان یاکل مجانا ولو عن غصونه

مسئلہ۔
(۱۵۸)

غیر مقلدوں کا مذہب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص حرام کھانے پر مجبور ہو جائے تو اس کیلئے جائز ہے کہ وہ پیٹ بھر اور خوب آسودہ ہو کر کھا سکتا ہے۔

ومن اضطر جاز له اکل المحرم ولو الی الشبع (کنز ص۱۸۱)

یعنی اگر کوئی شخص مضطر اور مجبور ہو جائے تو اس کیلئے جائز ہے کہ وہ حرام کھائے (جیسے مردار، سور، کتا وغیرہ) اور وہ خوب آسودہ ہو کر بھی کھا سکتا ہے۔

غیر مقلدوں کا یہ مسئلہ قرآن کے اس واضح ارشاد کے بالکل خلاف ہے۔

فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیه۔

یعنی جو حرام کھانے پر مجبور ہو جائے تو اس کو اتنا ہی کھانا ہے جس میں اللہ کی نافرمانی اور حد سے تجاوز نہ ہو۔

مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی اپنے فوائد تفسیریہ میں لکھتے ہیں:

"یعنی اشیائے مذکورہ حرام ہیں لیکن جب کوئی بھوک سے مرنے لگے تو اس کو لاچاری کی حالت میں کھا لینے کی اجازت ہے بشرطیکہ نافرمانی اور زیادتی نہ کرے نافرمانی یہ کہ مثلاً نوبت اضطرار کی تو پہونچے اور کھانے لگے اور زیادتی یہ کہ قدر ضرورت سے زائد خوب پیٹ بھر کر کھالے بس اتنا ہی کھائے جس سے مرے نہیں"

مسئلہ۔ (۱۷۶)

غیر مقلدین کا مذہب کہ اگر کسی کو کچھ کھانے کو نہ ملے تو وہ کسی بھی مسلمان اور کافر میں سے جس کا مارڈالنا حلال ہے اسکو قتل کرکے اس سے اپنا پیٹ بھر سکتا ہے۔

ومن لم یجد الا آدمیا مباح الدم کحربی وزان محصن قتله وأکله۔ (کنز ص ۱۸۷)

یعنی اگر کوئی شخص کچھ کھانے کو نہیں پاتا سوائے اس آدمی کے جس کا قتل کرنا جائز ہے جیسے حربی یا وہ مسلمان جس نے شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کیا ہو تو اس بھوکے آدمی کے لئے جائز ہے کہ وہ ان کو قتل کرے اور اس کو کھائے اور پیٹ بھرے۔

مسئلہ۔ (۱۷۷)

غیر مقلدوں کے یہاں ہاتھی اور خچر کے کھانے میں دو قول ہے، ایک قول میں ان کا کھانا حلال ہے۔

وفی البغل والفیل قولان

(کنز ص ۱۸۶)

یعنی خچر اور ہاتھی میں دو قول ہیں (ایک قول کی رو سے ان کا کھانا جائز ہے۔)

(۱۴۶) **مسئلہ :**

غیر مقلدوں کا مذہب ہے کہ اگر کافر نے اللہ کیلئے یا اللہ کے نام پر جانور ذبح کیا تو کافر کا ذبیحہ مسلمانوں کیلئے جائز ہے۔

وذبیحۃ الکافر حلال اذا ذبح للہ وذکر اسم اللہ عند الذبح

(کنز ص ۱۸۲)

(۱۴۷) **مسئلہ :**

غیر مقلدین کے مذہب میں اجرت دے کر تراویح کی نماز پڑھوانا اور اجرت لیکر قرآن پڑھنا جائز ہے۔

فتاویٰ نذیریہ میں ہے۔

سننا قرآن کا اور پڑھنا اجرت کے ساتھ نماز تراویح میں جائز ہے، اور ثواب ہوگا۔ (فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۶۴۳)

غیر مقلدین کا یہ مسئلہ قرآن کی اس آیت کے صریح خلاف ہے۔

ولا تشتروا بآیاتی ثمنا قلیلا۔

یعنی میری آیات کے بدلے تھوڑی پونجی حاصل مت کرو

قرآن کی ایک آیت کا معاوضہ پوری دنیا نہیں ہو سکتی اور وہ اس کے مقابلہ میں تھوڑی پونجی سے بھی کمتر ہے۔

قرأت خلف الامام کے متعلق ایک دلچسپ بحث[1]

غیر مقلدین حضرات کا ہندوستان میں وجود جیسا کہ اہل علم کو معلوم ہے میاں نذیر حسین دہلوی کے زمانہ سے ہوا، یا غیر مقلدین اہل علم کی بات تسلیم کرلی جائے تو انکے وجود کا زمانہ زیادہ سے زیادہ حضرت مولانا اسماعیل شہید علیہ الرحمہ کا زمانہ قرار پائے گا، جیسا کہ علامہ محمد اسماعیل سلفی وزیر آبادی نے اپنی مشہور کتاب "حركة الانطلاق الفكري وجهود الشاه ولي الله في التجديد" میں ص۲۳۵ پر اسکی وضاحت کی ہے[2]۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

"حينما وصلت هذه اليقظة الى الشاه اسماعيل الشهيد واصحابه المخلصين تحولت الى ترك التقليد وقد دعم هذا الاتجاه العلامة السيد نذير حسين وتلاميذه"۔

یعنی جس وقت یہ بیداری حضرت اسماعیل شہید کے زمانہ تک پہنچی تو اس نے ترک تقلید کی صورت اختیار کرلی اور پھر اسکو علامہ سید نذیر حسین اور ان کے تلامذہ نے

---

(۱) یہ مضمون المآثر مئو شمارہ نمبر ۳ جلد نمبر ۲ میں شائع ہوا تھا۔ افادۂ عام کی خاطر اس کتاب کا اس کو ضمیمہ بنادیا گیا ہے۔

(۲) یہ کتاب اصلاً اردو میں ہے اس کا عربی ترجمہ مذکورہ بالا نام سے جامعہ سلفیہ کے استاذ مقتدیٰ حسن ازہری نے کیا ہے، میرے سامنے اس کا عربی ایڈیشن ہے، اس وجہ سے اس عربی ایڈیشن ہی کا اس مضمون میں حوالہ دیا جائے گا، اور عربی عبارت کا ترجمہ میرا اپنا ہوگا۔

تقویت پہونچائی۔

بہر حال کہنا یہ ہے کہ ڈیڑھ صدی پہلے تک کم از کم ہندوستان میں غیر مقلدیت کا کوئی وجود نہیں تھا، اور جب یہ فرقہ وجود میں آیا یا اسے وجود میں لایا گیا۔ (۱) تو عام مسلمانوں میں مذہبی بحث و مباحثہ کا زور شروع ہوا، غیر مقلدین علماء نے جب ہندوستانی مسلمانوں کے مذہب حنفی کے خلاف آواز بلند کی اور اپنے علاوہ سارے مسلمانوں کے گمراہ ہونے کا نعرہ بلند کیا تو شورش زیادہ بڑھی، ایک دوسرے کے خلاف کتابیں لکھی جانے لگیں، مناظرے اور مباحثے خوب ہوئے اور طرفین کی طرف سے مناظرانہ کتابوں کا ایک بڑا ذخیرہ وجود میں آگیا۔

غیر مقلدین حضرات کا زیادہ زور چند فروعی مسائل پر رہا جن میں اہم ترین مسئلہ

---

(۱) حقیقت میں انگریزوں نے ہندوستان کے عام مسلمانوں میں افتراق پیدا کرنے اور پھوٹ ڈالنے اور انگریزوں کے خلاف انکی جو جدوجہد اور طاقت تھی اس کو کمزور کرنے کیلئے اس فرقہ کو کھڑا کیا تھا، یہ انگریزوں کی زبردست سازش تھی اور کوئی شک نہیں کہ انکی یہ سازش بڑی کامیاب رہی، میں نے اپنے ایک دوسرے مضمون میں اس کو ذرا وضاحت سے ثابت کیا ہے یہاں صرف دو ایک بات آپ بھی اس سلسلہ کی سن لیں: نواب صدیق حسن خاں صاحب لکھتے ہیں: "فرماں روایان بھوپال کو ہمیشہ آزادگی مذہب میں کوشش رہی ہے جو خاص منشا گورنمنٹ انڈیا کا ہے" (ترجمان وہابیہ ص۲۲) آزادگی مذہب سے مراد یہی غیر مقلدیت ہے جسکی وضاحت درج ذیل عبارت سے ہوتی ہے۔ "اگر کوئی بدخواہ و بد اندیش سلطنت برٹش کا ہوگا تو وہی شخص ہوگا جو آزادگی مذہب کو ناپسند کرتا ہے۔ اور ایک مذہب خاص پر جو باپ داداؤں کے وقت سے چلا آتا ہے جما ہوا ہے۔ (ایضاً ص۸) اور اس غیر مقلدیت یا نواب صاحب کے الفاظ میں "آزادگی مذہب" سے انگریز کیا چاہتے تھے، تو اس کی وضاحت نواب صاحب کی درج ذیل عبارت کرتی ہے ——— "کل مسلمانوں کو سرکار کی مخالفت ناجائز ہے اور کسی شخص کو حیثیت موجودہ پر ہندوستان کے دار الاسلام ہونے میں شک نہ رہے۔" (ایضاً ص۳۲) نیز فرماتے ہیں: "جب یہ ملک دار الاسلام ہوا تو پھر یہاں جہاد کیا معنی بلکہ عزم جہاد ایسی جگہ گناہ ہے، بڑے گناہوں میں سے۔" (ایضاً ص۱۵)

قرأت خلف الامام کا تھا، یعنی مقتدی امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کی قرأت کرے یا نہ کرے۔
جمہور علماء، فقہ و حدیث کا مذہب اس بارے میں یہ ہے کہ مقتدی کو امام کے پیچھے سورہ فاتحہ یا کسی اور سورہ کی قرأت نہیں کرنی چاہیے، کم از کم جہری نماز میں تو اس پر شوافع کو چھوڑ کر سبھی کا اتفاق ہے، حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کا مصر ہو پہنچنے کے بعد بھی عرصہ تک قرأت خلف الامام کے سلسلہ میں جمہور کے مسلک کے مطابق ہی عمل تھا۔ وفات سے کچھ روز پہلے (تقریباً دو سال) ان کی رائے بدلی، اور انھوں نے سورہ فاتحہ کو امام کے پیچھے پڑھنا ضروری قرار دیا۔

امام شافعی علیہ الرحمہ مجتہد تھے، مجتہد کی رائے بدلتی بھی رہتی ہے، اسلئے دلائل کی روشنی میں انکی بات کو رد تو کیا جاسکتا ہے مگر ان پر کسی طرح کی طعنہ زنی یا انکی جناب میں کوئی نازیبا بات نہیں کہی جاسکتی، وہ امام برحق تھے لیکن بشر تھے، مجتہد تھے نبی نہیں تھے۔ والمجتهد یخطئ ویصیب مجتہد کی رائے غلط بھی ہوتی ہے اور صحیح بھی، لیکن مجتہد اپنے اجتہاد میں خواہ مخطی ہو یا مصیب بہرحال اپنے حسن نیت کی وجہ سے ماجور ہی ہوتا ہے۔

اگر غیر مقلد حضرات بھی حسن نیت کے ساتھ یہی مذہب اختیار کرتے کہ مقتدی کو خواہ سری نماز ہو یا جہری سورہ فاتحہ کی قرأت کرنا ضروری ہے اور دوسروں کی نماز کے باطل اور فاسد ہونے کا شور و غل نہ مچاتے تو اس سلسلہ میں کسی حنفی کو کچھ کہنے سننے کی ضرورت ہی نہ ہوتی اور غیر مقلدین کے سلسلہ میں احناف وغیرہ کا وہی موقف ہوتا جو شوافع کے سلسلہ میں ان کا موقف ہے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ غیر مقلدین مذہب تو اختیار کریں گے کتاب و سنت کے خلاف اور مسلک جمہور سے ہٹ کر اور تبلیغ کریں گے اس انداز میں اور اس عنوان جلی کے ساتھ۔

تمام دنیا کے علمائے احناف کو کھلا چیلنج

"ہم تمام علمائے احناف ہند، سندھ، پنجاب، بنگال، خراسان، چین، جاپان، افریقہ، امریکہ، آسٹریلیا، یورپ، مصر، عراق وغیرہ کو بذریعہ چیلنج اشتہار ہذا کے دعوت دیتے ہیں کہ ان مسائل مندرجہ ذیل کو کسی آیت یا حدیث صحیح مرفوع متصل سے اور وہ حدیث جس مسئلہ کے ثبوت میں پیش کریں، نص صریح ہو صحاح و ما وافق بہا سے ثابت فرمادیں تو ہم انکو اس حق محنت اور ہمت تحفہ صداقت کے صلہ میں ہر آیت اور ہر حدیث کے بدلہ میں پچیس روپے انعام دیں گے۔ انشاء اللہ العزیز" (فصل الخطاب ص۳)

اور پھر دس مسئلے چیلنج کرنے والے نے ذکر کیے ہیں، اوراق میں پہلے نمبر پر یہی مسئلہ قرأت خلف الامام کا ہے اور اسکو پہلے نمبر پر ذکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی مسئلہ مذہب غیر مقلدین میں سب سے عظیم الشان اور دلیل کے اعتبار سے سب سے زیادہ قوی ہے۔

جب بات اس طرح چیلنج بازیوں کی ہونے لگے تو پھر صورت حال بالکل بدل جاتی ہے۔ اور غیر مقلدین کا بحیثیت ایک مسلم فرقہ (اگرچہ شاذ ہی سہی) جو قلب میں احترام

۱؎ ناظرین کرام معاف فرمائیں میں غیر مقلدین کو "اہلحدیث" کہنے پر ہزار کوشش کے باوجود اپنے کو آمادہ نہیں کر پاتا ہوں اس وجہ سے کہ غیر مقلدین کیلئے "اہلحدیث" کا لقب گورنمنٹ برطانیہ کا عطیہ ہے چنانچہ مولوی عبد المجید خادم سوہدری غیر مقلد رقم طراز ہیں۔

"مولوی محمد حسین بٹالوی نے "اشاعۃ السنۃ" کے ذریعہ اہلحدیث کی بڑی خدمت کی، لفظ وہابی آپ ہی کی کوشش سے سرکاری دفاتر اور کاغذات سے منسوخ ہوا اور جماعت کو "اہلحدیث" کے نام سے موسوم کیا گیا آپ نے حکومت کی خدمت بھی بہت کی اور انعام میں جاگیر پائی" (اہلحدیث اور انگریز بحوالہ سیرت ثنائی) اور مولانا بٹالوی مرحوم کی انگریز دوستی اور خدمت سرکار کا اعتراف تو خود مولانا محمد اسماعیل سلفی

ہونا چاہیے اس کی توقع رکھنا ہی فضول ہے۔ اب یہ تو ہو نہیں سکتا کہ آپ تو تمام دنیا کے حنفیوں کو چیلنج کرتے پھریں اور حنفیت کے خلاف زبان و قلم کی طاقت کا پوری آزادی سے جس طرح چاہیں استعمال کریں اور پھر بھی آپ اسکی توقع کسی حنفی سے کریں کہ وہ آپ کو عزت و احترام کا وہی مرتبہ دیگا جس کی شدید خواہش کا آپ حضرات کی تحریروں سے اظہار ہوتا ہے اور آپ کو اہلسنت والجماعت و اہل توحید والایمان اور داعی کتاب و سنت کے مقام رفیع پر فائز کردے گا۔

غیر مقلدین کو سمجھایا گیا کہ دیکھو تمہارا قرأت خلف الامام کے سلسلہ میں جو مذہب ہے وہ نہ کتاب اللہ کی روشنی میں درست ہے اور نہ از روئے احادیث ہی وہ قابل اختیار ہے اور نہ وہ جمہور اہلسنت کے مسلک کے موافق ہے مگر جو، روِش میاں نذیر حسین دہلوی کے زمانہ سے چلی تھی اس میں ذرہ برابر بھی فرق نہ ہوا۔ مسلسل صدی ڈیڑھ صدی تک یہی شور مچایا گیا۔

انا وجدنا آبائنا علی امۃ وانا علی آثارھم مقتدون۔ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم انھیں کی راہ چلیں گے۔

اور باپ دادوں کی یہ راہ چلنے کا نتیجہ ہوا کہ غیر مقلدین نے قرآن کی کھلی آیت اور متعدد صحیح حدیثوں کا یا تو انکار کیا یا انکی تحریف معنوی کی اور ان کا غلط مطلب بیان کیا اور

کرتی ہے چنانچہ حرکۃ الانطلاق الفکری، میں ہے وکان عالم من علماء اہل الحدیث فی پنجاب وھو الشیخ محمد حسین البٹالوی یذھب الی التعاون مع الحکومۃ الانجلیزیۃ و یثنی ظاھرا علی نظامھا (ص) یعنی پنجاب کے ایک اہلحدیث عالم محمد حسین بٹالوی انگریز گورنمنٹ کے ساتھ تعاون کرتے تھے اور کھلے طور پر اسکے نظام اور انتظام کی تعریف کرتے تھے۔

سلفی اور اثری بھی انکو میں سمجھ پاتا ہوں اس وجہ سے کہ ابھی خود فرقہ غیر مقلد یہی طے نہیں کرپایا ہے کہ وہ سلفی ہے کہ اثری ویسے تو غیر مقلدین کا سب ناموں پر ہے۔ یہی موحدین ہیں یہی اہلحدیث ہیں یہی محمدی ہیں یہی سلفی ہیں یہی اثری ہیں غرض چاروں طرف سے چھاپہ مار رکھا ہے۔

اس طرح قصداً اور عمداً باپ دادا کی پیروی میں یہ فرقہ سخت قسم کے گناہ کا مرتکب ہوا، اور انکی بے حسی اور بے دینی کا عالم یہ ہے کہ ان کو اس کا احساس بھی نہیں کہ ہم کون سے گناہ کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

آئیے اصل عنوان پر گفتگو سے پہلے تھوڑی گفتگو اس مسئلہ کی بھی ہو جائے۔

امام ابن تیمیہ کا جو مقام خود غیر مقلدین کی جماعت میں ہے وہ کسی سے مخفی نہیں[1]۔ ابن تیمیہ کا مسلک قرأت خلف الامام کے سلسلہ میں یہ ہے کہ کم از کم جہری نمازوں میں مقتدی کا کچھ پڑھنا خواہ سورہ فاتحہ ہی کیوں نہ ہو قطعاً جائز نہیں، اور اس مسئلہ میں احناف قرآن کی جس آیت سے استدلال کرتے ہیں امام ابن تیمیہ کا استدلال بالکل اسی آیت سے ہے، چنانچہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

فالدليل على الاول الكتاب والسنة والاعتبار

یعنی اس مسئلہ میں امام کے پیچھے مقتدی کو جہری نمازوں میں قرأت نہ کرنی چاہئے۔ کتاب اللہ سے بھی دلیل ہے سنت رسول اللہ سے بھی اور قیاس سے بھی۔ اور جو کتاب اللہ کی دلیل ہے وہ یہ آیت ہے۔

واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون (فتاوی ۲۶۹/۲۳)

یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو کان لگا کر سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر اللہ کی رحمت ہو۔

اس آیت کو ذکر کرکے ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

وقد استفاض عن السلف انها نزلت في القراءة في الصلوٰة۔ (ایضاً)

---

[1] بلکہ صحیح تو یہ ہے کہ ابن تیمیہ ابن قیم اور شیخ محمد بن عبد الوہاب کے ناموں کا استغلال (استحصال) جس طرح غیر مقلدین نے کیا ہے اور اس سے جتنا مالی فائدہ اٹھایا ہے اسکی نظیر ملنی بہت مشکل ہے۔ آج کل ہر غیر مقلد کی سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو ابن تیمیہ ابن قیم اور محمد بن عبد الوہاب کی جماعت کا سب سے زیادہ وفادار ثابت کرے، خواہ اس کے لئے اپنے جذبات کا خون ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔

یعنی سلف سے یہ بات بطورِ شہرت کے منقول ہے کہ یہ آیت نماز میں قرآن پڑھنے کے بارے میں اتری ہے۔

پھر ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

وذکر احمد بن حنبل الاجماع علی انھا نزلت فی ذلک (ایضا)

یعنی یہ بات کہ قرآن کی یہ آیت نماز کے بارے میں ہے امام احمد فرماتے ہیں کہ لوگوں کا اس پر اجماع ہے

اور پھر امام احمد کا یہ مسلک بیان کیا ہے۔

وذکر الاجماع علی انہ لاتجب القراءۃ علی الماموم حال الجھر (ایضا)

امام احمد یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس پر بھی اجماع ہے کہ بحالتِ جہر میں مقتدی پر قرأت واجب نہیں۔

یعنی امام اہلسنت احمد بن حنبل اور ابن تیمیہ علیہما الرحمہ جیسے جلیل القدر ائمہ تحریر فرمائیں کہ قرآن کی اس آیت کا تعلق اس سے ہے کہ مقتدی کو کان لگا کر صرف سننا چاہیے اور خاموش رہنا چاہیے سورہ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے (امام احمد کے نزدیک) اور نہ جائز (ابن تیمیہ کے نزدیک) اور ابن تیمیہ بزورِ قوت یہ فرمائیں کہ۔

فتبین ان الاستماع الی قراءۃ القرآن امر دل علیہ القرآن دلالۃ قاطعۃ۔ (فتاوی ص۲۲) یعنی یہ معلوم ہو گیا کہ امام کی قرأت کو کان لگا کر سننا وہ بات ہے جس پر قرآن کی قطعی دلیل قائم ہے۔

اور جب غیر مقلدین حضرات سے یہ کہا جاتا ہے کہ دیکھو قرآن کی اس واضح آیت کا انکار مت کرو اور اس پر عمل کرتے ہوئے قرأت خلف الامام سے باز رہو تو ان کا جواب صرف یہ ہوتا ہے۔

بل نتبع ما الفینا علیہ اٰبائنا۔

نہیں صاحب ہم تو صرف انکی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے

اور جب ان سے یہ کہا جاتا ہے کہ باپ دادا کی پیروی کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ کے مقابلہ میں حرام ہے جائز نہیں تو وہ بڑے طنطنے سے کہتے ہیں کہ قرآن و حدیث کے

مقابلہ میں امام ابوحنیفہ امام شافعی امام مالک اور امام احمد بن حنبل کی تقلید شرک اور حرام ہے تو کیا ہمارے سلف میاں صاحب دہلوی، نواب صاحب بھوپالی اور حافظ عبداللہ صاحب غازی پوری وغیرہ کی۔ بہرحال غیر مقلدین نے اس مسئلہ قرأت خلف الامام میں پوری بیباکی اور بڑی جرأت کے ساتھ قرآن کی اس آیت کے واضح حکم کو ٹھکرا دیا ہے۔ اور پھر اس سلسلہ کی احادیث تو ایک نہیں دسیوں حدیثوں اور بیسیوں آثار کا محض آباء واجداد کی پیروی میں انکار کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مثلاً اس مسئلہ کی بڑی مشہور حدیث ہے۔

من کان له امام فقراءة الامام له قراءة۔

یعنی جس کا امام ہو تو امام کا پڑھنا اور قرأت کرنا مقتدی کا پڑھنا اور قرأت کرنا ہے۔ (اب مقتدی کو سورہ فاتحہ یا کچھ اور پڑھنے کی حاجت نہیں)

ابن تیمیہ اس حدیث کو ذکر کرکے فرماتے ہیں:

وهذا الحديث روى مرسلا ومسندا لكن اكثر الائمة الثقات رووه مرسلا عن عبد الله بن شداد عن النبي صلى الله عليه وسلم واسنده بعضهم ورواه ابن ماجه مسندا، وهذا المرسل قد عضده ظاهر القرآن والسنة، وقال به جماهير اهل العلم من الصحابة والتابعين ومثل هذا المرسل يحتج به باتفاق الائمة الاربعة وقد نص الشافعي على جواز الاحتجاج بمثل هذا المرسل۔ (فتاویٰ ج $\frac{۲۷۲}{۲۳}$)

یعنی اس حدیث کو لوگوں نے مرسل بھی روایت کیا ہے اور مسند بھی لیکن ثقہ اماموں کی اکثریت اس حدیث کو مرسل ہی روایت کرتی ہے بعض نے اسکو مسند بھی روایت کیا ہے، ابن ماجہ نے اس کو مسند ہی روایت کیا ہے اور (بصورت ارسال) اس مرسل کی تائید ظاہر کتاب وسنت سے ہوتی ہے اور صحابہ وتابعین اور جمہور اہل علم اسی کے قائل ہیں (کہ امام کی قرأت مقتدی کو کفایت کرتی ہے اور مقتدی کو امام کے

پیچھے کچھ پڑھنا درست نہیں ہے) اور اس طرح کے مرسل کے بارے میں ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ اس سے احتجاج کیا جائے گا، امام شافعی نے بھی اس طرح کے مرسل سے حجت پکڑنے کی تصریح کی ہے۔

یعنی یہ حدیث خواہ اسے مرسل تسلیم کرو یا مسند اور مرفوع بہر حال صحیح ہے۔ اور قابل احتجاج ہے تمام ائمہ حدیث بقول ابن تیمیہ اس طرح کے مرسل سے (اگر اس کو مرسل ہی تسلیم کرلیا جائے) دلیل پکڑتے ہیں، اور اس کی روشنی میں اکثریت صحابہ کرام اور تابعین عظام اور جمہور اہل علم کی اس بات کی قائل ہے کہ امام کے پیچھے کچھ پڑھنا درست نہیں۔

اس حدیث کے علاوہ صحیح مسلم میں حضرت ابو موسیٰ اشعری کی بھی بڑی صاف اور واضح روایت موجود ہے۔ ابو موسیٰ اشعری روایت کرتے ہیں۔

قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبنا فبین لنا سنتنا وعلمنا صلوتنا فقال اقیموا صفوفکم ثم لیؤم احدکم فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا۔

یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا، آپ نے ہمارے سامنے ہماری سنت کو بیان کیا اور ہمیں ہماری نماز سکھلائی، آپ نے نماز کے سلسلہ میں فرمایا، تم لوگ اپنی صفوں کو سیدھی رکھو اور پھر تم میں کا کوئی ایک امامت کرے اور جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرآن کی تلاوت شروع کرے تو تم خاموش رہو۔

ابن تیمیہ اس حدیث کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

وھذا من حدیث ابی موسیٰ الطویل المشھور، لکن بعض الرواۃ زاد فیہ علی بعض فمنھم من لم یذکر قولہ اذا قرأ فانصتوا ومنھم من ذکرھا وھی زیادۃ من الثقۃ لا تخالف المزید بل توافق معناہ ولھذا رواہ مسلم فی صحیحہ (فتاوی ۲۸۲/۲۳)

یعنی یہ حدیث ابو موسیٰ اشعری کی مشہور طویل حدیث کا ایک ٹکڑا ہے لیکن بعض راویوں نے اس میں کچھ اضافہ کیا ہے، چنانچہ کسی نے اذا قرأ فانصتوا کو ذکر کیا ہے اور کسی نے اس کو ذکر نہیں کیا ہے لیکن جس نے اس زیادتی کو ذکر کیا ہے وہ ثقہ ہے (اور یہ ثقہ کی ایسی زیادتی ہے جو پہلے حصہ کی مخالف بھی نہیں ہے بلکہ اس کے معنی کی مؤید اور اس کے موافق ہے اور یہی وجہ ہے کہ امام مسلم نے اس کو اس زیادتی کے ساتھ) اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ دیکھا آپ نے ابن تیمیہ کس صراحت کے ساتھ اس حدیث کی صحت کو ثابت کر رہے ہیں۔ اور پھر اس حدیث کا اس زیادتی کے ساتھ نقل کرنیوالا بھی کون ہے؟ امام مسلم جن کا درجہ اور جن کی کتاب کا مرتبہ امام بخاری اور ان کی کتاب صحیح بخاری کے بعد ائمہ حدیث اور کتاب حدیث میں سب سے اونچا ہے۔

غیر مقلدین حضرات سے کہا گیا کہ بھائی تسلیم کرلو رسول اللہ کی ان احادیث کو لیکن سب کا جواب نذیر حسین میاں دہلوی سے لیکر آج تک غیر مقلدین علماء کا بھی اور ان کے عامیوں کا بھی بس ایک تھا۔

"نہیں مانیں گے"

پہلی حدیث کو یہ کہہ کر رد کر دیا کہ وہ مرفوع نہیں ہے مرسل ہے، حالانکہ ابن تیمیہ اس کو جیسا کہ آپ نے دیکھا کہ صرف مرسل ہی نہیں بلکہ مرفوع اور مسند بھی بتلا رہے ہیں اور اگر مرسل ہی مان لیا جائے تو یہ ایسی مرسل ہے کہ بقول ابن تیمیہ اس طرح کے مرسل سے تمام اہل علم اور ائمہ حدیث نے احتجاج کیا ہے، حتیٰ کہ امام شافعی جو حدیث مرسل کے قبول کرنے کے سلسلہ میں سب سے زیادہ محتاط ہیں انھوں نے بھی اس طرح کے مرسل کو قبول کیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ جمہور سلف اور جمہور صحابہ و تابعین کا یہ مذہب ہوا کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کا پڑھنا جائز نہیں یا کم از کم اولیٰ اور بہتر نہیں...... مگر غیر مقلدین نہ ابن تیمیہ کی مانیں نہ ابن قیم کی نہ قرآن کو مانیں نہ حدیث کو نہ جمہور صحابہ و تابعین کی بات مانیں اور نہ علمائے سلف کی اکثریت کو

اور "نہیں مانیں گے" کی ضد اور ہٹ جو روز اول سے رہی وہ آج تک ہے۔

ختم الله على قلوبهم وعلى سمعهم وعلى ابصارهم غشاوة۔

حالانکہ ابن تیمیہ صاف صاف فرمارہے ہیں۔[1]

فان الانصات الى قراءة القارى من تمام الائتمام به فان من قرأ على قوم لا يستمعون لقراءته لم يكونوا موتمين به وهذا مما يبين حكمة سقوط القراءة على الماموم۔ (فتاوی ج ۲ ص ۱۴۲)

یعنی امام کی قرأت کو خاموشی سے کان لگا کر سننا اسی سے امام کی پوری اقتدار ہوگی، اسلئے کہ جو امام کی قرأت کو خاموشی سے سنتے نہیں ہیں (اور پڑھتے رہتے ہیں) وہ امام کی اقتدا کرنے والے ہوتے ہی نہیں، اور اسی سے مقتدی سے قرأت کے ساقط ہونے کی حکمت کا پتہ چلتا ہے۔

بہرحال عرض کرنا یہ ہے کہ غیر مقلدین نے پہلی حدیث کا بھی انکار کیا اور امام مسلم نے جو حدیث ذکر کی تھی اس کا بھی انکار کیا اور اس دوسری حدیث کے

---

[1] یہ وہی ابن تیمیہ جن کے بارے میں ضرورت کے وقت اور دیوبندیوں کے خلاف سلفیوں کے جذبات بھڑکانے کیلئے مجدد دین، کتاب و سنت کا سب سے بڑا عالم، محدث، مفسر، امام مجتہد، سلفیت کا داعی وغیرہ کے ناموں سے یاد کرتے ہیں (دیکھو الدیوبندیہ کتاب کا مقدمہ) اور ایک غیر مقلد نے تو ان کے بارے میں اس حد تک غلو کیا کہ غضب ہی کر دیا لکھتا ہے۔ میرا یقین ہے کہ ابن تیمیہ معلم ثانی ہیں جو معلم اول کے دین کی تجدید کرنے کے واسطے پیدا ہوئے تھے۔ (ابن تیمیہ بطل الاصلاح الدینی ص ۲۴۰) یعنی آنحضور معلم اول تھے اور پھر ابو بکر صدیق کچھ نہیں عمر فاروق کچھ نہیں عثمان غنی نے اور نہ ہی غائب علی مرتضی نے کچھ نہیں کیا، صحابہ و تابعین اور ائمہ مجتہدین نے بھی دین کی تجدید کے لئے کچھ نہیں کیا۔ اگر دین کا کچھ کام کیا تو آنحضور معلم اول کے بعد ابن تیمیہ معلم ثانی نے صحابہ کی شان میں یہ گستاخی غیر مقلدیت کا خاصہ ہے۔

انکار کی جو بنیاد بنائی یعنی بعض الفاظ کا ابو موسیٰ اشعری کی حدیث میں زیادہ ہونا تو اس کو خود امام ابن تیمیہ نے ذکر کر کے یہ کہکر ڈھا دیا کہ یہ جو زیادتی ہے وہ ثقہ کی ہے اور ثقہ کی زیادتی سب کے نزدیک (اگر اس میں کسی طرح کا تضاد یا اختلاف نہ ہو تو) مسلم ہے۔

خیر! ان دو حدیثوں سے تو انکار تھا ہی امام ابن تیمیہ نے ایک تیسری حدیث بھی ذکر کی ہے۔

عن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما جعل الامام لیوتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا رواہ احمد وابو داؤد والنسائی و ابن ماجہ۔

یعنی حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول نے فرمایا کہ امام کو اس واسطے مقرر کیا جاتا ہے کہ لوگ اس کی اقتدا کریں اس لئے جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب قرأت کرے تو خاموشی اختیار کرو۔ اس کو امام احمد، ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ، ان چاروں اماموں نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث جیسا کہ ابن تیمیہ نے اسی جگہ ذکر کیا ہے امام مسلم کے نزدیک بھی صحیح ہے۔

غیر مقلدین نے اس کو بھی قابل اعتبار نہیں سمجھا۔ اور یہ کہ خواہ کوئی بھی روایت کرے، خواہ امام مسلم ہی اسکی صحت کے قائل کیوں نہ ہوں، ہم نہیں مانیں گے۔ کیوں نہیں مانیں گے اس وجہ سے کہ ہمارے آباء و اجداد اور بڑوں نے نہیں مانا ہے۔ پیروی تو ہم انھیں کی کریں گے۔

وانا علی آثارھم مقتدون

اس طرح غیر مقلدین نے محض آباء و اجداد کی پیروی میں قرآن کے ساتھ دسیوں حدیث اور بیسیوں آثار صحابہ کا انکار کیا۔ اور انکار کی بنیاد محض آباء و اجداد کی پیروی اور ایسی تاویلات پر رکھی کہ جس سے عقل سلیم ابا کرے۔ اگر مجھے اس مسئلہ کو موضوع بنا کر لکھنا

ہوتا اور یہ گفتگو ضمناً کر رہا ہوتا تو میں پوری تفصیل سے اس مسئلہ پر ابن تیمیہ علیہ الرحمہ کے استدلالات کی روشنی میں گفتگو کرتا۔ مگر بات زیادہ طویل نہ ہو اور یہ گفتگو ضمنی کی ضمنی ہی رہے میں اہل علم سے عرض کروں گا کہ اس مسئلہ کو سمجھنے اور حق کیا ہے اسکو معلوم کرنے کیلئے اور غیر مقلدین نے اس بارے میں جو ضد اور ہٹ دھرمی کا رویہ اختیار کر رکھا ہے، اور وہ جو بلا محابا صحیح حدیث کو رد کر دینے میں ذرا بھی خوف خدا نہیں کھاتے ان امور کو جاننے کے لئے کسی حنفی کی نہیں صرف ابن تیمیہ کی تالیفات اور کم از کم ان کے فتاوی کے مجلدات کا مطالعہ فرمائیں۔ اور خود غیر مقلدین علماء و اکابر کے یہاں قرأت خلف الامام کے وجوب کے سلسلہ میں جو دلائل ہیں ابن تیمیہ کے نزدیک وہ اگر ذرا بھی در خور اعتناء ہوتے تو شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی ہستی (خصوصاً غیر مقلدین کے یہاں) ایسی نہیں تھی کہ وہ ان سے صرف نظر کرتے اور ان کا مسلک ان احادیث و آثار کے خلاف ہوتا جن سے غیر مقلدین حضرات استدلال کرتے ہیں۔

مثلاً غیر مقلدین کا سب سے اہم مستدل حضرت عبادہ بن صامت کی یہ حدیث ہے۔ لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب۔ یعنی جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی ہے۔

یہ حدیث بخاری و مسلم اور دوسری کتابوں میں بھی ہے، اور بلا شبہ یہ حدیث صحیح ہے اور احناف اور ابن تیمیہ وغیرہ اس کا انکار بھی نہیں کرتے ہیں۔ ہاں وہ ضرور یہ کہتے ہیں کہ دیکھو اللہ کے رسول کے صحابہ کا اس سلسلہ میں کیا فرمان ہے، ان کے نزدیک اس حدیث کا مطلب کیا ہے، صحابہ سے بڑھ کر آنحضور کے ارشادات کی تفسیر کرنے والا دوسرا کون ہو سکتا ہے، آپ کے فرمودات کو صحابہ سے زیادہ سمجھنے والا اور آپ کے ارشادات پر ان سے زیادہ عمل کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟ صحابہ سے بڑھ کر اتباع نبی کا دعویدار امت مسلمہ میں کوئی اور گروہ بھی ہے؟ اگر نہیں ہے، اور یقیناً نہیں ہے تو اس سلسلہ میں صحابہ کرام جو فرمائیں مان لو، اور آباء و اجداد کی پیروی میں صحابہ کی بارگاہ میں

گستاخی کا ارتکاب مت کرو۔

دیکھو موطا میں وہب بن کیسان سے امام مالک روایت کرتے ہیں۔

انہ سمع جابر بن عبد اللہ یقول: من صلی رکعۃ لم یقرأ فیہا لم یصل الا وراء الامام۔ (فتاویٰ ج۲ص۲۰۵)

یعنی وہب بن کیسان فرماتے ہیں کہ انھوں نے جابر بن عبد اللہ سے سنا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ جس نے کوئی رکعت ادا کی اور اس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی نماز نہ ہوئی الا یہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو۔ اور امام مالک ہی کی یہ روایت بھی ہے۔

عن نافع ان عبد اللہ بن عمر اذا سئل ھل یقرأ خلف الامام؟ یقول اذا صلی احدکم خلف الامام تجزئہ قراءۃ الامام واذا صلی وحدہ فلیقرأ (ایضاً)

یعنی نافع فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمر سے جب یہ پوچھا جاتا کہ امام کے پیچھے قرأت کی جائے گی؟ تو آپ فرماتے کہ جب امام کے پیچھے کوئی نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس کو کافی ہوتی ہے اور جب کوئی تنہا نماز پڑھے تو اسے قرأت کرنی چاہئے۔

اور نافع ہی کا یہ قول بھی امام مالک نقل کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمر امام کے پیچھے فاتحہ نہیں پڑھتے تھے۔ (ایضاً)

اور امام مسلم اپنی صحیح میں عطاء بن یسار کا یہ قول ذکر کرتے ہیں۔

عن عطاء بن یسار انہ سأل زید بن ثابت عن القراءۃ مع الامام فقال لا قراءۃ مع الامام فی شئی (ایضاً)

یعنی عطاء بن یسار نے زید بن ثابت سے پوچھا کہ امام کے ساتھ قرأت کی جائیگی؟ تو آپ نے فرمایا امام کے ساتھ کچھ قرأت نہیں ہے۔

اور امام بیہقی نے ابو وائل سے نقل کیا ہے کہ:

ان رجلا سأل ابن مسعود عن القراءۃ خلف الامام فقال: انصت فان فی الصلوٰۃ شغلا وسیکفیک ذالک الامام۔ (ایضاً ج۲ص۲۰۵)

یعنی ایک آدمی نے عبد اللہ بن مسعود سے پوچھا کہ کیا امام کے پیچھے قرأت کی جائے گی؟ آپ نے فرمایا امام کے پیچھے خاموش ہو، اسلئے کہ نماز میں دھیان لگتا ہے اور امام کا پڑھنا تمہارے لئے کافی ہوگا۔

ان آثار صحابہ کو ذکر کرنے کے بعد ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

وابن مسعود و زید بن ثابت هما فقیها اهل المدینة واهل الکوفة من الصحابة وفی کلامهما تنبیه علی ان المانع انصاته لقراءة الامام (ایضا)

یعنی ابن مسعود اور زید بن ثابت ان میں کا ایک اہل مدینہ کا فقیہ ہے اور دوسرا اہل کوفہ کا، اور ان کے کلام میں یہ تنبیہ ہے کہ قرأت نہ کرنے کی وجہ اور اس سے مانع یہ ہے کہ امام کی قرأت کو سننا اور خاموش رہنا مقتدی کا وظیفہ ہے۔

غرض ان آثار صحابہ سے معلوم ہوا کہ حدیث مذکورہ بالا جس سے غیر مقلدین قرأت خلف الامام کے سلسلہ میں استدلال کرتے ہیں اس کا تعلق صرف منفرد سے ہے۔ مقتدی اس سے خارج ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

ومعلوم ان النهی عن القراءة خلف الامام فی الجهر متواتر عن الصحابة والتابعین ومن بعدهم (ایضا ص۲)

یعنی یہ بات معلوم ہے کہ حالتِ جہر میں قرأت خلف الامام سے منع کرنا صحابہ تابعین اور بعد کے لوگوں سے بتواتر ثابت ہے۔ اور یہ کہ:

وایضا ففی اجماع المسلمین علی انه فیما زاد علی الفاتحة یومر بالاجماع دون القراءة دلیل علی ان استماعه لقراءة الامام خیر له من قراءته معه بل علی انه مامور بالاستماع دون القراءة مع الامام (ایضا ص۲۶)

یعنی اس پر مسلمانوں کا اجماع اور اتفاق ہے کہ فاتحہ سے زائد کے سلسلہ میں مقتدی کے ذمہ صرف سننا واجب ہے اس میں یہ دلیل ہے کہ امام کی قرأت کا سننا (خواہ فاتحہ ہو یا غیر فاتحہ) اس کے ساتھ قرأت کرنے سے زیادہ بہتر ہے بلکہ اس پر بھی

دلیل ہے کہ مقتدی صرف سننے کا مامور ہے امام کے ساتھ پڑھنے کا اسے حکم نہیں۔

بہرحال عرض کرنا یہ ہے کہ جب صحابہ جو آنحضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے براہ راست استفادہ کرنے والے ہیں انکی توضیح و تشریح سے معلوم ہو گیا کہ "لاصلوٰۃ" والی حدیث کا تعلق جو اس مسئلہ خاص میں غیر مقلدین حضرات کا مدار ہے صرف منفرد سے ہے امام کے ساتھ جو نماز میں شامل ہو اس سے اس کا تعلق نہیں ہے تو ازراہِ دیانت انصاف وازروئے عقل سلیم غیر مقلدین کو صحابہ کی اس توضیح و تفسیر کو قبول کر لینا چاہئے تھا۔ اس کا فائدہ یہ ہوتا کہ رسول اللہ کی سنت کو ترک کرنے یا رد کرنے کا الزام ان پر نہ آتا، اور جمہور کے خلاف قول اور مذہب اختیار کرنے کی بات سے ان کا دامن بچا رہتا اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ کتاب اللہ کے چھوڑنے یا اس کی غلط تاویل و تفسیر کے الزام سے وہ اپنے آپ کو بچا لیتے ..... لیکن میں کیا عرض کروں کہ جو لوگ دعوائے غیر مقلدیت کے باوجود آباء و اجداد کی پیروی کا قلادہ اپنی گردن میں ڈالے ہوئے ہیں اور تقلید جاہلی کے شدید شکار ہیں۔ اور جن کا بالکل یہ حال ہو گیا ہے کہ :

اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللّٰہ۔

انھوں نے یہودیوں اور نصرانیوں کی طرح اپنے علماء و احبار کو اللہ کے علاوہ رب بنالیا ہے[1]۔

---

[1] یہاں ایک لطیفہ ذکر کئے بغیر آگے نہیں بڑھا جاتا۔ مولانا مقتدیٰ حسن ازہری جامعہ سلفیہ بنارس کے ایک موقر استاذ ہیں اور موجودہ وقت میں غیر مقلدیت کی کھیتی میں پانی دینے میں سب سے آگے ہیں، احناف کے خلاف مضامین والی کتابوں کی تعریب (عربی میں ترجمہ کرنا) آپ کا خاص مشغلہ ہے ہندوستان میں غیر مقلدیت کا جھنڈا سب سے اونچا دیکھنا چاہتے ہیں۔ انھیں نے مولانا اسمٰعیل سلفی کی زہریلی کتاب جو خاص احناف کے رد میں ہے اس کا عربی میں ترجمہ تقریباً پانچ سو صفحات میں بڑی محنت اور عرق ریزی سے کیا ہے۔ جب اس کتاب کا پہلا اڈیشن طبع ہوا تو عام مصنفین کی تقلید میں انھوں نے غالباً انکو

انھوں نے صحابہ کرام کے ان آثار و اقوال سے جان چھڑانے کیلئے اس اصول کا اختراع کیا۔

افعال الصحابۃ رضی اللہ عنھم لا تنتھض للاحتجاج لھا۔

(نذیر حسین دہلوی بحوالہ تیسیر شنانی صفحہ ۱۹۶)

یعنی صحابہ کے افعال سے حجت قائم نہیں ہوسکتی۔ (اور عرف الجادی میں نواب صاحب فرماتے ہیں:

آرے اگر سخن ہست در قبول رائے ایشاں نہ در روایت۔ (صفحہ ۲)

یعنی اگر کلام ہے تو صحابہ کرام کی رائے قبول کرنے میں کلام ہے نہ کہ روایت۔

اپنی بیوی کے نام منسوب کیا۔ اس پر ان کے کسی دوست یا عالم نے تنبیہ کی کہ یہ حرکت غیر مناسب اور بدعت ہے اور ہمارے علماء اور شیوخ اسکو اچھا نہیں سمجھتے ہیں، پھر کیا ہوا معتقد کا حسن از برکے الفاظ میں، دون الاطلاع علی دلیلھم فی ذلک الخبیث عنوان الاھداء و عبارتہما، یعنی اگرچہ مجھے اس سلسلہ میں ان کی دلیل کیا ہے اس کا علم نہیں پھر بھی میں نے انتساب کے عنوان اور اس کی عبارت کو حذف کر دیا۔ اللہ اکبر! علماء و احبار کی تقلید ہو تو ایسی دلیل کا پتہ نہیں مگر علماء و احبار نے کتاب کے انتساب کی عبارت کو مکروہ اور مبغوض سمجھا تو محض انکی تقلید میں عبارت کو حذف کرنا اور انتساب کے عنوان کو ختم کرنا اس غیر مقلد عالم پر ضروری ہو گیا۔ اگر بلا دلیل امام ابوحنیفہ کی بات مانو تو حرام اور شرک امام شافعی امام مالک، امام احمد بن حنبل کی بات انکے علم و فضل پر اعتماد کرتے ہوئے مان لو تو سب سے بڑا گناہ مگر انکے مشائخ ربوبیت اور شارحیت کے ایسے مقام پر فائز ہیں کہ یہ جو کہدیں اگرچہ بلا دلیل اور اگرچہ ان کے دلائل کا علم نہ ہو مگر اس کا ماننا ضروری اور رہیں گے پھر بھی یہ خالص موحد اور خالص غیر مقلد، میں کہتا ہوں کہ پہلی طباعت میں انتساب والا عمل نہ بدعت تھا نہ گناہ مگر آباء و اجداد کی تقلید میں یہ انتساب و الاہداء کا عمل جو کیا گیا ہے اور دلیل و حجت کے علم کے بغیر ایسے مذہب غیر مقلدیت میں یقیناً حرام اور شرک ہے۔

اور نواب صاحب اسی مسئلہ قرأت خلف الامام کے سلسلہ میں فرماتے ہیں۔

وحدیث جابر درین باب قول جابر است وقول صحابی حجت نباشد (ص۳۹)

یعنی مسئلہ قرأت خلف الامام میں قرأت کے عدم جواز کے بارے میں حضرت جابر کی جو حدیث ہے وہ حضرت جابر کا قول ہے اور صحابی کا قول حجت نہیں۔ اور ان غیر مقلدین نے محض اتباع ہوی کی خاطر دلائل شرعیہ کے سلسلہ میں اپنا مسلک یہ قرار دیا کہ:

ادلہ دین اسلام وملت حقہ خیر الانام منحصر در دو چیز است یکے کتاب عزیز و دیگر سنت مطہرہ (ص۳) یعنی مذہب اسلام میں دلائل شرعیہ صرف دو چیز میں منحصر ہے، ایک کتاب اللہ اور دوسری سنت رسول اللہ۔

اور اسی بات کو نواب وحید الزماں حیدرآبادی نے بھی اپنی کتاب ہدیۃ المہدی میں لکھا ہے۔ اصول الشرع اثنان الکتاب والسنۃ ۔ (ص۳۲)

یعنی شرعی اصول صرف دو ہیں۔ کتاب اور سنت۔ غرض صحابہ کے اقوال وافعال کو تو غیر مقلدین نے یک قلم یوں ہبا ءً منثورا کر دیا کہ صحابہ کے اقوال افعال کے حجت ہونے ہی سے انکار کر دیا۔ اور ابن تیمیہ وغیرہ نے جو قرأت خلف الامام کے عدم جواز پر اجماع سے استدلال کیا تھا تو یہ کہہ کر جان چھڑائی کہ اجماع شریعت میں کوئی چیز ہی نہیں ... نہ ہے بانس نہ باجے بانسری۔

چنانچہ نواب صاحب بھوپالی اجماع کے خلاف عرف الجادی میں یوں زہر اگلتے ہیں ـــــــــــ "ہم نے اپنے اس رسالہ (عرف الجادی) میں مسائل اجماعیہ سے احتجاج کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے۔ اسلئے ضرورت ہے کہ اس رسالہ میں اجماع کی حقیقت سے پردہ اٹھا دیا جائے جس کی ہیبت لوگوں کے دلوں میں بیٹھ گئی ہے۔ اور جب یہ بات معلوم ہے کہ اجماع شریعت میں کوئی چیز نہیں تو اسی سے قیاس کی بھی حقیقت ظاہر ہو گئی جس کو لوگوں نے چوتھی دلیل بنا لیا ہے۔ (عرف الجادی)

اس طرح غیر مقلدوں نے اجماع قیاس اور صحابہ کے اقوال و افعال تمام سے کنارہ کشی اختیار کرلی اور پھر مادر پدر آزاد جو چاہا کہا اور جو چاہا کیا اب ان کی زبان و قلم پر کون پابندی لگانے والا ہے۔

پابندی تو اس وقت لگتی جب کتاب وسنت کی ان کی من مانی شرح کے مقابلہ میں صحابہ کے قول و فعل اور عامۃ مومنین کے مسلک کو ان کے سامنے بیان کیا جاتا اور ان سے یہ کہا جاتا کہ دیکھو تم نے اپنی عقل کا گھوڑا دوڑا کر جو فلاں حدیث اور فلاں آیت کا مطلب بیان کیا ہے یہ اس مطلب اور مفہوم کے خلاف ہے جو صحابہ کرام اور ائمہ مجتہدین اور اسلاف امت نے سمجھا ہے۔

اب جب کہ غیر مقلدین کا یہی مسلک بنا کہ نہ مسلمان کا اجماع حجت اور نہ صحابہ کے اقوال و افعال حجت اور دلیل وہی ہے جو آزادی رائے، اور غیر مقلدیت۔ کے دیوتا نے اپنا ئیں تو اب بتلایئے کہ ان آزاد خیال لوگوں کا کوئی مقابلہ کیسے کرسکتا ہے۔ خیر۔ غیر مقلدین نے صحابہ کے اقوال و افعال کے اتباع اور اقتدار اور اجماع کا انکار کر کے آزادی رائے اور بے راہ روی کے ذریعہ جو بھی فائدہ اٹھایا ہو مگر اس سے وہ خدا کی اس عظیم بشارت سے تو محروم ہو ہی گئے۔

۔ السابقون الاولون من المہاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ واعد لھم جنت تجری تحتھا الانھار خالدین فیھا ابدا ذلک الفوز العظیم۔

مہاجرین و انصار میں سے جو سابقین اولین ہیں اور جو ان کے مطیع اور پیروکار ہیں اللہ ان سے راضی ہے اور یہ لوگ اللہ سے راضی ہیں۔ اللہ نے ان کے لئے باغات تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ یہ لوگ ہمیشہ اس میں رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔ اور قرآن کی اس وعید میں آرہی ہے۔

ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدیٰ ویتبع غیر سبیل المومنین

قولہ ما تولی ونصلہ جہنم۔

یعنی جو رسول سے اختلاف کرے گا جب کہ کھل چکی ہے اس پر سیدھی راہ اور مومنین کی راہ کے علاوہ راہ چلے گا تو ہم اسکو وہی حوالہ کردیں گے جو اس نے اختیار کیا ہے اور اس کو جہنم میں پہونچادیں گے۔ کتاب وسنت سے اعراض اور حق سے انکار کا یہ سلسلہ غیر مقلدین نے روز اول ہی سے اپنایا۔ لیکن تابکے نہ حق چھپنے والا ہے اور نہ کتاب وسنت سے اعراض اور اجماع کے انکار اور صحابہ کی اقتدار و اتباع سے فرار کی راہ اختیار کرنے کے بعد کوئی اپنی عزت وآبرو بچا سکتا ہے۔

اسی قرأت خلف الامام والے مسئلہ کے سلسلہ میں دیکھئے ہوا کیا اور آخر حق کا جادو سر پر چڑھ کے بولا کیسے اور خود غیر مقلدیت کے حلقہ سے اس حق کی تائید اور اسکا اظہار کیسے ہوا۔

میں نے شروع میں عرض کیا تھا کہ مولانا محمد اسماعیل سلفی وزیرآبادی کی ایک نہایت گندی زہریلی اور احناف اور علمائے دین کے خلاف عفونت سے بھری کتاب کا ترجمہ حرکۃ الانطلاق الفکری وجہود الشاہ ولی اللہ فی التجدید. کے نام سے مولانا مقتدی حسن ازہری استاذ جامعہ سلفیہ بنارس کے قلم سے عربی میں ہوا ہے۔

کتاب کے مؤلف کے بارے میں خود مترجم نے اور غیر مقلد جماعت کی مشہور شخصیت مولانا عبید اللہ مبارکپوری نے بڑے اونچے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ مولانا اسماعیل کے بارے میں مقتدی حسن ازہری فرماتے رہیں۔

- بیسویں صدی کے ممتاز اور مشہور سلفی علماء میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔

معاصرین کا اتفاق ہے کہ کتاب وسنت میں آپ کو امامت کا درجہ حاصل تھا۔ بہترین مصنف تھے۔ معلومات آپ کی بڑی وسیع تھیں فکر آپ کا بڑا روشن تھا۔

اس امام کتاب وسنت نے اپنی اس کتاب میں قرأت خلف الامام کے سلسلہ میں بحث کرتے ہوئے وہی حدیث جس کا ذکر امام ابن تیمیہ نے بھی کیا ہے یعنی من کان لہ امام فقراۃ الامام لہ قراۃ کے بارے میں غیر مقلدین کی عادت کے

مطابق نہایت بھونڈے انداز میں یہ لکھ مارا کہ ان ھذا الحدیث ضعیف باتفاق الائمۃ ولم یصح لہ طریق (ص) یعنی یہ حدیث ضعیف ہے اور اس کے ضعیف ہونے پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے اور اس کی کوئی سند صحیح نہیں۔

حدیث رسول کے سلسلہ میں ان کی جرأت و بے باکی کا عالم یہ ہے کہ کس بے شرمی اور بے حیائی کے ساتھ اس صحیح پر ضعیف ہونے کا حکم لگا دیا۔ یہ تو ان کے اماموں کا حال ہے۔

اس سے آپ اندازہ لگائیں کہ اس جماعت کے مقتدیوں کی جرأت و بے باکی اور کتاب و سنت سے ان کی بیزاری کا کیا عالم ہوگا اور عدم تقلید اور آزادیٔ رائے کے نام پر یہ کیا کچھ نہ کر گزریں گے۔

بہرحال۔ اس کتاب کے شروع میں دو عرب عالموں کا بھی مقدمہ ہے۔ ان میں سے ایک شامی عالم ہیں (وہ بھی غیر مقلد اور ناصر الدین البانی کے شاگرد) ان کا نام استاد علی ہے۔ استاد چونکہ عرب ہیں مداہنت جن کا شیوہ نہیں اور حق بات کہنا عربوں کا معروف مزاج ہے۔ چنانچہ جب اس موقع پر اسماعیل سلفی نے اپنی غیر مقلدیت اور آباء و اجداد کی تقلید جامد کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس حدیث کی اس بے باکانہ اور غیر علمی اور غیر سنجیدہ انداز میں تضعیف کی تو عرب غیر مقلد عالم بھڑک اٹھا اور اس نے اسماعیل سلفی وزیرآبادی کے اس غیر محتاط اور جیالانہ اور غیر علمی انداز تضعیف پر ایک مفصل نوٹ لکھا جو اس کتاب کے حاشیہ پر موجود ہے۔

اس نوٹ کی اصل عربی عبارت نقل کرنے اور پھر اس کا ترجمہ کرنے میں تو بات بڑی طویل ہو جائے گی اس وجہ سے میں یہاں صرف اس عبارت کا حاصل مطلب ترجمہ کر رہا ہوں۔ جن کو اصل عربی عبارت دیکھنی ہو وہ اس کتاب کا ص اور ص دیکھ لیں، استاذ علی فرماتے ہیں ________ میں کہتا ہوں کہ اس حدیث پر علی الاطلاق عدم صحت کا حکم لگا دینا صحیح نہیں ہے اسلئے کہ اس حدیث کی متعدد سندیں صحیح ہیں۔ محدث شیخ ناصر الدین البانی نے اپنی کتاب صفۃ الصلوٰۃ میں ص میں اس کو ذکر کیا ہے، شیخ ناصر الدین وہاں فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو ابن ابی شیبہ دارقطنی ابن ماجہ طحاوی، اور امام احمد نے متعدد سندوں سے ذکر کیا ہے جن میں مرفوع سندیں بھی ہیں اور مرسل بھی

اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے بھی اس کو قوی قرار دیا ہے جیسا کہ فروع ابن عبد الہادی میں مذکور ہے، اور اس کی بعض سندوں کی تصحیح بوصیری نے بھی کی ہے اور میں نے "اصل" اور پھر "ارواء الغلیل" میں اس پر مفصل گفتگو کی ہے اور اس حدیث کے طرق کا تتبع کر کے ان کو ذکر کیا ہے۔ (ناصر الدین البانی کا کلام تمام ہوا)

یہاں سے ان لوگوں کی غلطی معلوم ہو گئی جنھوں نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے اور پھر یہ دعویٰ کرنا کہ اس حدیث کے ضعیف ہونے پر اجماع ہے یہ تو بالکل باطل ہے۔ ابھی میں نے بعض ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جو اس حدیث کے صحیح ہونے کے قائل ہیں۔ (الانطلاق الفکری ص۴۶)

اور جب کہ یہ حدیث صحیح قرار پائی اور جامعہ سلفیہ کے کسی محدث اور کسی مؤلف نے اس پر کوئی اعتراض اور کوئی کلام نہیں کیا، اور اس عرب غیر مقلد عالم کے دعویٰ صحت پر کوئی نکیر نہیں کی تو گویا انھوں نے زبان حال سے خود بھی اس حدیث کی صحت کا اعتراف کر لیا۔ اور جب غیر مقلدوں کی جماعت نے اس حدیث کی صحت کا خود بھی اعتراف کر لیا تو چلئے قرأت خلف الامام کا مسئلہ کسی حد تک طے تو ہوا، اب غیر مقلدوں میں حیا ہو گی تو اس طرح کا چیلنج نہیں کریں گے۔

تمام دنیا کے حنفی حضرات کو کھلا اور انعامی چیلنج دیا جاتا ہے کہ جیسا کہ ہم اہل حدیث امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کے پڑھنے کا خاص لفظ حدیث مرفوع صریح صحیح حسن سے دکھاتے ہیں ایسا ہی وہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کے نہ پڑھنے کا خاص لفظ حدیث مرفوع صریح صحیح حسن سے میدان مناظرہ میں آ دکھا دیں تو ہم ان کو اس حق محنت وادِ ہمت تمغہ عداوت کے صلہ میں فاتحہ کے ہر حرف کے بدلہ میں مبلغ ایک سو روپے دینے کو تیار ہیں۔

(انتہیٰ بلفظہ ص۲ فصل الخطاب ناشر کتب خانہ اہلحدیث کراچی)

خاتمۂ کلام

ناظرین کرام!

آپ کے سامنے یہ تقریباً پونے دو سو مسائل ہیں اور اگر مجھے اس کتاب کی ضخامت پریشان نہ کرتی تو ابھی میں اس قسم کے اس سے دو گناسہ گنا مسائل ذکر کر سکتا تھا، مگر جیسا کہ میں نے اس کتاب کے مقدمہ میں ذکر کیا ہے، مجھے صرف یہ نمونہ دکھلانا مقصود ہے کہ غیر مقلدین حضرات جو بزعم خود اہلحدیث اور سلفی ہیں اور جن کا اپنے بارے میں دعوی ہے کہ وہ کوئی بات کتاب وسنت اور سلف کے طریقے سے ہٹ کر نہیں کہتے اور ان کا عمل ہر صحیح حدیث پر ہوتا ہے، اور کتاب وسنت کے صریح احکام کو وہ کسی جائز یا ناجائز تاویل سے چھوڑنے کو حرام سمجھتے ہیں، وہ اپنی ان باتوں میں کہاں تک سچے ہیں۔

آپ نے دیکھا کہ میں نے جو انکی معتبر کتابوں سے مسائل بیان کئے ہیں ان مسائل میں ان کا رویہ کیا رہا ہے، کتاب وسنت اور سلف کے طریقہ پر انکے چلنے کا دعوی کس حد تک درست ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ غیر مقلدین حضرات کے پاس ان مسائل میں کوئی دلیل نہ ہوگی یا وہ کتاب وسنت سے ان کی تائید حاصل نہیں کر سکتے، یا سلف میں یہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر اپنا کوئی حمایتی پیش نہیں کر سکتے، مگر اس سے ان کے اس دعوی کو کوئی خاص تقویت نہیں پہنچ سکتی کہ

ہمارا سر ہر صحیح حدیث کے سامنے جھکتا ہے۔

اور یہ کہ

ہوتے ہوئے مصطفیٰ کی گفتار ✧ مت دیکھ کسی کا قول و قرار

کتاب وسنت سے دلیل ہر فرقہ پیش کرتا ہے، قادیانی بھی، شیعہ بھی، بریلوی بھی اور زمانہ حال کے متجددین کی جماعت مودودی حضرات بھی، مگر کیا ان حضرات کے دلائل میں کوئی وزن ہوتا ہے۔

اہل حق تو یہ دیکھتے ہیں کہ سلف کا مذہب کیا رہا ہے، جمہور امت نے دین کو کس انداز پر سمجھا ہے، صحابہ کرام جو مدرسہ نبوت کے تلامذہ اول ہیں انھوں نے مسائل دینیہ میں اپنی رائے کیا بیان کی ہے، یقیناً حق وہی ہوگا جو صحابہ کرام کریں اور سمجھیں اور جس کو جمہور امت کی تائید حاصل ہو، اس لئے کہ اس دور فتن میں خواہ کوئی کتنا بڑا بھی اپنے کو مجتہد سمجھے مگر دین کی فہم اور خدا و رسول کے احکام اور سنت رسول پر عمل کرنے کے بارے میں انکی گرد کو بھی نہیں پہونچ سکتا، ائمہ کرام اور فقہائے عظام نے دین کو صحابہ کرام کی فہم اور ان کے عمل کی روشنی میں سمجھا تھا۔ اس وجہ سے ان کے علم و عمل میں خیر و برکت تھی اور اللہ نے انکو مقبولیت و محبوبیت کا وہ مقام عطا کیا کہ بقول ابن تیمیہ:

ان المذاهب الاربعة قد طبقت المشرق والمغرب

مذاہب اربعہ نے مشرق و مغرب کو ڈھانک لیا۔

آج پوری دنیا میں انھیں چاروں مذاہب کی گونج ہے، اگرچہ سنت اللہ کے مطابق ہر خیر کے مقابلہ میں شر کا وجود رہتا ہے اور قیامت تک یہ سلسلہ رہے گا، اور ایمان کے ساتھ کفر ٹکراتا رہے گا اور طاعت کے ساتھ معصیت کی پنجہ آزمائی رہے گی اور ہدایت کے ساتھ ضلالت بھی بالکل ختم نہیں ہو جائے گی، اور حق کے ساتھ باطل کی معرکہ آرائی کا سلسلہ چلتا رہے گا۔

مگر

منصور و موفق اور مسعود و میمون وہی جماعت رہے گی جو صحابہؓ کے طریقہ پر ہو گی۔ اور جو سلف کے دامن کو تھامے رہے گی، جو امت کے سواد اعظم کے

نقش پا کی پیروی کرتی رہے گی ۔ جس کے ہاتھ میں کتاب و سنت کا پرچم ہوگا، اور جو دین اور فہم دین کے سلسلہ میں صحابہ کرام کی بابرکت جماعت کو نشانہ استخفاف نہیں بنائے گی جو ان کا دامن مضبوطی سے تھامے رہے گی ۔ اور جس کا نظریہ اس بابرکت جماعت اور تلامذہ مدرسہ نبوت کے بارے میں حسن عقیدت اور محبت کا ہوگا اور جو ان کے بارے میں اس طرح کی گہر باریوں، گل افشانیوں اور لن ترانیوں سے پرہیز کرے گی ۔

" قول صحابہ حجت نیست "

صحابہ کا قول حجت نہیں ہے ۔

" وافعال الصحابة لا تنتهض للاحتجاج بها ۔

صحابہ کرام کے افعال سے حجت قائم نہیں ہو سکتی ۔

اور

" حضرت عمرؓ نے کھلے کھلے ہوئے موٹے ان روزمرہ کے مسائل میں غلطی کی " ۔

صحابہ کرامؓ کے بارے میں شیعوں والا یہ عقیدہ اور نظریہ اور حضرت عمرؓ کے بارے میں یہ گستاخانہ اظہار خیال، غیر مقلدوں کو مبارک، ہم اس خیال سے بھی پناہ مانگتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کے بارے میں اسطرح کی باتیں کہیں یا سوچیں ۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں :

اگر کسی کو اقتدا کرنی ہو تو صحابہ کرام کی اقتدا کرے، یہ لوگ پاک دل، گہرے علم والے تھے ۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ امت کا اتفاق ہے کہ صحابہ کرام کی جماعت میں علم کے اعتبار سے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے بڑھ کر کوئی دوسرا نہیں تھا ۔

خود آنحضورؐ کا ارشاد تھا کہ میرے بعد ابوبکرؓ اور عمرؓ کی پیروی کرو ۔

جن نفوس قدسیہ کا دین میں یہ مقام ہو ان کے بارے میں گستاخ بن جانا اور ان پر

بداعتمادی اور بے اعتباری ظاہر کرنا، یہ گمراہی ہے، یہ ضلالت ہے، یہ رافضیت ہے، یہ شیعیت ہے یہ دین و ایمان کی موت ہے، ہم اللہ سے اس شر سے ہزار بار پناہ مانگتے ہیں۔

ائمہ دین اور اسلافِ امت کے بارے میں بد زبانی غیر مقلدین حضرات کا خاص مزاج ہے۔ یہ دین کے وہ "خدام" ہیں کہ جب تک ائمہ دین و اسلافِ امت اور فقہائے کرام جو دین کے بہترین شارح اور ترجمان تھے اور جن کی جدوجہد مجتہدانہ بصیرت اور علمی تگ و تاز سے کتاب و سنت کے علم و معارف کے دریا بہے ۔۔۔ کے بارے میں گستاخی نہ کرلیں اور انکو دو چار سنا نہ لیں انکے پیٹ کا کھانا ہضم نہیں ہوتا اور ان کا قرار نہیں۔ انھیں بے چین کئے رہتا ہے، مگر شاید یہ خدائی انتقام سے بے خبر ہیں، اللہ کے ولیوں سے دشمنی رکھنے والوں کا انھیں انجام معلوم نہیں، یہ نہیں جانتے کہ اللہ کے ولیوں سے محاربہ خود اللہ سے محاربہ ہے، اور اللہ سے جنگ کر کے کوئی جیت نہیں سکتا وہ دنیا میں بھی مردود ہوگا اور آخرت میں تو اس کا مردود ہونا کتاب و سنت کی روشنی میں دو اور دو چار کی طرح سے واضح ہے۔

خدائی انتقام غیر مقلدوں کا عبرت خیز انجام

غیر مقلدین اور ان تمام کے اہلحدیثوں نے اپنے وجود کے زمانہ سے لیکر آج تک یہی کیا ہے، صحابہ کرام، اسلاف امت، ائمہ دین، فقہائے شریعت اور محدثین کرام کے بارے میں انکی سب و شتم اور انکی ناگفتنیاں حد سے متجاوز رہی ہیں خدا ان کی حرکتوں کو دیکھ رہا تھا اور آخر وہ خدا کے انتقام میں اس دنیا ہی میں آگئے اور خود غیر مقلدین کی جماعت سے ایک ایسا پرجوش، موحد اعظم اٹھا جس نے زبانِ حال سے ان تمام "اہلحدیثوں" کے بددین اور گمراہ ہونے کا فیصلہ صادر کردیا، بلکہ اس نے یہ صاف صاف فیصلہ سنا دیا کہ اہلحدیثوں کا موجودہ طائفہ "ناجائز نکاح سے تولد

شدہ ہے۔ اور اہلحدیث خاندانوں میں جو انکی منکوحات، ہیں ان میں سے بیشتر
ناجائز نکاح کے ساتھ ہیں، اوران خاندانوں میں ان کے ساتھ زنا کا فعل
ہو رہا ہے، اور جوان سے اولاد پیدا ہو رہی ہے یا اب تک ہو چکی ہے وہ صحیح
النسب نہیں بلکہ، حرامی، ہے، اور یہ زنا اور حرام کاری کا فعل اس وقت
تک جاری رہے گا اور یہ غیر صحیح النسب اور حرامی اولاد اس وقت تک پیدا
ہوتی رہے گی جب تک موجودہ، اہلحدیث، کا طائفہ اپنے ان نکاحوں کی تجدید
نہیں کراتا جو ناجائز ہوئے ہیں۔

ان بطش ربك لشديد،

، اہلحدیث، اور، اہل توحید، کی صف میں سے ایک صاحب ہیں
، مولانا مولوی ابوالشکور عبدالقادر خطیب جامع مسجد گنگا ضلع حصار،
انھوں نے ایک رسالہ تصنیف فرمایا ہے۔ رسالہ کا نام ہے۔

سیاحۃ الجنان بمناکحۃ اھل الایمان

اس رسالہ کے ٹائیٹل پر پہلے تو یہ آیت لکھی ہے۔
، ولا تنکحوا المشرکات حتی یومن، اس کا ترجمہ انھوں نے کیا ہے۔
یعنی شرک کرنیوالی عورتیں جب تک شرک نہ چھوڑیں ان سے نکاح مت کرو۔
اس کے بعد اسی ٹائیٹل پر انکی یہ عبارت ہے۔
، بہت ہی کم ایسے اہل توحید، اہلحدیث، اہلسنت وجماعت ہونگے
جو خدائے تعالیٰ کے اس فرمان پر عمل کرتے ہونگے، اپنا یا اپنے کسی عزیز
کا نکاح کسی موحدہ لڑکی سے کرتے ہونگے اور اپنی یا اپنے کسی عزیز کی
دختر لڑکی کا نکاح کسی موحد متبع سنت لڑکے سے کرتے ہونگے، ورنہ
اکثر توحید، اتباع سنت کا دم بھرنے والے حضرت خدائے تعالیٰ کے
اس فرمان کی کچھ پرواہ نہیں کرتے، بدعتی مشرک مبتدعہ عورتوں سے

نکاح کر لیتے ہیں، اور بیشتر کون بے دینوں، بدعتیوں کے حوالے اپنی دیندار لڑکیاں کر دیتے ہیں جو پرلے درجہ کا ظلم بے انصافی اور بے غیرتی ہے۔"

اور اس کے بعد اصل رسالہ کے صفحہ ۳ پر یہ عنوان ہے اور اسکے تحت یہ عبارت ہے:

"آمدم برسر مطلب، جب یہ امر روشن ہو چکا کہ حق مذہب اہلحدیث ہے اور باقی جہنمی ہیں تو اہلحدیثوں پر واجب ہے کہ ان تمام گمراہ فرقوں سے بچیں اور ان سے خلا ملا، اختلاط، میل جول، دینی تعلقات نہ رکھیں یعنی باطل مذہب والوں کے پیچھے نماز نہ پڑھیں اور انکے جنازہ میں شامل نہ ہوں ان سے سلام نہ کریں، ان سے مناکحت نہ کریں نہ انکو اپنی لڑکیاں دیں اور نہ ان سے لیں۔"

"یہ خادم الموحدین اپنے موحد اہل حدیث بھائیوں پر اظہار افسوس کرتا ہے کہ وہ باوجود اپنے مذہب کو حق پر سمجھنے کے اور دوسرے تمام فرقوں کو گمراہ اور جہنمی قرار دینے کے پھر ان سے دینی میل جول رکھتے ہیں، بالخصوص یہ امر کہ ان سے مناکحت کرتے ہیں۔"

"باقی گمراہ فرقوں سے تو نکاح کرنے اور کروانے کا رواج کم ہے زیادہ رواج مناکحت کا مقلدین کے ہر دو فرقوں دیوبندیوں اور بریلویوں سے ہے اور ہمارے بھائی ان بھول بھلیوں میں پڑے ہوئے ہیں کہ جیسے ہم مسلمان ہیں ویسے یہ بھی مسلمان ہیں حالانکہ یہ سراسر غلط ہے مقلدین حنفیہ کے ہر دو فرقے دیوبندی اور بریلوی بلاشبہ گمراہ ہیں اور اہلحدیثوں جیسے مسلمان نہیں ہیں۔"

پھر اسکے بعد رسالہ کا مصنف صفحہ ۸ پر لکھتا ہے:

"خواص تو جانتے ہیں میں عوام کی خاطر کچھ عرض کرتا ہوں کہ مقلدین[1] موجودہ

---

(۱) یعنی تمام تقلید کرنے والے حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی یہ تمام مقلدین مذکورہ وجہوں سے گمراہ ہیں اور ان سے مناکحت جائز نہیں۔

دس وجہوں سے گمراہ اور فرقہ ناجیہ سے خارج ہیں جن سے مناکحت جائز نہیں"
پھر ان دس وجہوں سے مقلدین کی گمراہی اور ان کا شرک ثابت کر کے
صفحہ پر رسالہ کا مصنف "اہلحدیث" اور اہل توحید "کی غیرت اور انکی دینی حمیت
کو یوں للکارتا ہے۔

"اب غور کرو کہ کتنے قسم کے حنفی دنیا میں موجود ہیں۔ اہلحدیثوں کی کیسی
بے غیرتی اور بے شرمی ہے کہ ان سب فرقوں کو گمراہ بھی جانتے ہیں اور پھر
ان سے مناکحت بھی کرتے ہیں۔ جب یہ مشرک اور بدعتی ہیں تو پھر ان سے
محبت کی مجالست اور مناکحت کس طرح روا ہو سکتی ہے؟ کچھ غیرت سے
جواب دو۔"

اور صفحہ ۱۴ پر لکھتا ہے:

"یہ ظاہر بات ہے کہ حنفی فرقہ بدعتی، اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کا مخالف
ہے اور اس آیت سے ثابت ہوا کہ خدا اور رسول کے مخالف سے دوستی
رکھنا مومن کی شان نہیں ہے، تو پھر رشتہ داری کرنا اور ان سے سگاوٹ ڈالنا
جو محبت اور دوستی کا موجب ہے کس طرح جائز ہو سکتا ہے۔؟"

اور صفحہ ۱۵ پر لکھتا ہے:

"حنفیوں کے عقائد و اعمال ذکر کر کے ہم ثابت کر چکے ہیں کہ وہ مشرک
اور بدعتی ہیں اور بدعتی کے بارے میں حدیث سے یہ ثابت ہے کہ وہ
اسلام سے اس طرح نکل جاتا ہے جس طرح آٹے سے بال نکل جاتا ہے،
جب قرآن و حدیث سے یہ ثابت ہو گیا کہ مشرکین کو نکاح نہ دو اور نہ مشرکہ
عورتوں کو نکاح کرو تو پھر اس زمانہ کے مدعیان عمل بالحدیث کس منہ سے
اہلحدیث بنتے ہیں، جو اہل بدعت حنفی مذہب والوں کو اپنی لڑکیاں
دے رہے ہیں، یہ دیدہ و دانستہ قرآن و حدیث کی خلاف ورزی

کر رہے ہیں "

" اپنے وعظوں میں تقریروں میں مجلسوں میں تو یہ کہہ رہے ہیں کہ حنفی مذہب جھوٹا ہے، حنفی بدعتی ہیں، مشرک ہیں اور کتابوں رسالوں میں اخباروں بھی یہ سب کچھ لکھ رہے ہیں، لیکن جب بیاہ کا موقع آتا ہے تو لڑکی بھی دیتے ہیں اور لے بھی لیتے ہیں "

حرص و شہوت مرد را احمق کند
عقل را بے نور و بے رونق کند

اور پھر اس پر مزید تعجب یہ ہے بعض علماء اس مناکحت کو جائز کہہ رہے ہیں۔
اور صفحہ ۱۶ کی یہ عبارت بھی ملاحظہ فرمائیں اہل علم حضرات کو مخاطب کر کے فرمایا جارہا ہے:

" اہل علم حضرات! ذرا غور فرمائیں یہ نکاح کس طرح جائز ہے، قرآن مجید میں صاف وارد ہے الزانی لاینکح الا زانیۃ او مشرکۃ والزانیۃ لاینکحھا الا زان او مشرک، وحرم ذالک علی المومنین " یعنی زانی تو زانیہ اور مشرکہ ہی سے نکاح کرتا ہے اور زانیہ کو زانی یا مشرک ہی نکاح میں لاتا ہے لیکن مومنوں پر یہ نکاح حرام کیا گیا ہے۔

اس آیت سے صاف واضح ہے کہ زانیہ اور مشرکہ سے عفیف اور موحد شخص کو نکاح نہ کرنا چاہئے اور اس حرمت کی دو وجہیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ مشرک موحد کا اور عفیف زانیہ کا کفو نہیں ہے، دوم یہ کہ ایک سے دوسرے کو علت اس شرک و زنا کی نہ لگ جائے۔

اور صفحہ ۱۷ پر لکھتا ہے:

" حنفیوں کی لڑکیاں مراسم شرکیہ کرنے والیاں چونکہ عند الشرع کافرہ ہیں لہذا موحدین اہلحدیث کو ان کا نکاح میں لانا اور ان کے نکاح پر قائم رکھنا حرام ہوا،

«اہلحدیث» حضرات نے صحابہ کرام تابعین عظام ائمہ اسلام اور علماء و فقہائے مذاہب اربعہ پر اور اللہ کے ولیوں پر جو دشنام کے کیچڑ اچھالے ہیں، انکو دنیا ہی میں اسکی سزا مل رہی ہے کہ خود ان کے اپنے ہم مذہب کی زبان سے ان کی اولاد حرامی ثابت ہو رہی ہے، انکا نکاح ناجائز بتایا جا رہا ہے اور وہ اپنی اپنی منکوحات کے ساتھ مستقل زنا میں مبتلا ثابت ہو رہے ہیں اور یہ کہ وہ مستقل ضلالت میں پڑے ہوئے ہیں۔

اللہ، اللہ، کیسا خطرناک اور عبرتناک انجام ہے ان اہلحدیثوں کا۔

اور ابھی اسی پر بس نہیں بلکہ وہ اپنے اسی ہم مذہب کی زبانی اپنے کفر و شرک کا بھی فتویٰ سن لیں اور اگر ذرا بھی غیرت ہے تو شرم سے چلو بھر پانی میں ڈوب کر مر جائیں، سنئے "سیاحۃ الجنان" رسالہ کا مصنف اپنے ہم عقیدہ ہم مسلک بھائیوں کے بارے میں کیا فتویٰ صادر کرتا ہے، لکھتا ہے،

"اسلام میں کفو دینی معتبر ہے کہ زوجین کا مذہب ایک ہو ذات اور پیشہ خواہ جدا جدا ہو، جو لوگ نسبی کفو اور قوموں ذاتوں کا کفو اعتقاد کر کے بے دینوں گمراہوں کافروں مشرکوں بدعتیوں کو نکاح دیتے ہیں اور ان سے لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ہمارے قدیمی ساک ہیں، وہ در اصل خود بے دین بدعتی اور کافر ہیں اگر مسلمان ہوتے تو ایسا حرام نہ کرتے ان سے تو مرزائی اس میں سمجھدار رہیا کہ وہ غیر مرزائیوں سے نہیں کرتے شیعہ بھی بغیر شیعہ کے سنیوں سے نہیں کرتے اسی طرح بہت سے فرقے ہیں جو اپنے مذہب سے باہر نہیں کرتے" لیکن یہ نام نہاد اہلحدیث ایسے بے وقوف ہیں کہ قبر پرستوں سے تعزیہ پرستوں سے بے نمازی کافروں سے ہر قسم کے بے دینوں سے مناکحت کر لیتے ہیں اور کچھ غیرت مذہبی نہیں رکھتے۔۔۔۔۔

پھر ان بے وقوفوں سے بڑھ کر احمق وہ ملاں مولوی ہیں جو ان مخالف مذہب مرد و عورت کا نکاح پڑھتے ہیں، وہ صرف چار روپیہ کے بدلے اپنا ایمان فروخت

کر رہے ہیں حالانکہ یہ جانتے ہوئے کہ اہل بدعت سے مناکحت ٹھیک نہیں ہے نعم ما قیل۔

مولوی اب طالبِ دنیائے جیفہ ہو گئے
وارثِ علمِ پیمبر کا پتہ لگتا نہیں (ص ۱۹ و ص ۳۰)

رسالہ مذکورہ کی یہ عبارت اتنی صاف اتنی واضح اور اتنی بولتی ہوئی ہے کہ اس پر میں اپنی طرف سے کچھ تبصرہ کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ البتہ ناظرین سے گزارش کروں گا کہ وہ دیدہ عبرت کھولیں اور اللہ کے ولیوں کے ساتھ جو گستاخ جناب ان کی اہانت کرتا ہے، اور اپنے پندار علمی کے بل بوتے پر جو انکے منہ آتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے اس دنیا ہی میں کس طرح اور کس ڈھنگ سے انتقام لے لیتے ہیں وہ اس کا عبرت خیز نمونہ مذکورہ ان عبارتوں میں دیکھیں، ہم احناف اور مقلدین تو بس یہ کہتے ہیں:

جتنا جی چاہے ستالیں ستم ایجاد ہمیں
مثل تصویر ہیں آتی نہیں فریاد ہمیں

اب ذرا آگے بڑھیں اور "اہلحدیث" حضرات اس آئینہ میں بھی اپنا منہ دیکھ لیں، یہ آئینہ انکو کوئی مقلد کوئی حنفی کوئی "بدعتی" کوئی "مشرک" کوئی دیوبندی نہیں بلکہ انکا اپنا ایک "موحد" "بھائی" دکھلاتا ہے۔ اور وہ موحد بھائی وہی صاحب رسالہ "سیاحۃ الجنان بمنا کحۃ اہل الایمان" ہے، وہ اپنے اس رسالہ کے ص ۲۲ پر لکھتا ہے۔

"آج اسلام کے مدعیان کا یہ حال ہے کہ نہ انکو اہل ایمان کی خبر ہے نہ دین کی نہ قرآن کی نہ سنت کی بس چاروں طرف بدعت ہی چھا گئی ہے حتیٰ کہ اہل حق پر بھی اہل بدعت کی کثرت سے اثر ڈالدیا۔ ...... پس وہ گروہ جو قرآن و حدیث سے ایک قدم نہیں ہٹتا تھا آخر کار اہل بدعت کے رنگ میں رنگ گیا اور ان میں جذب ہو گیا جس کا انجام یہ ہوا کہ بیاہ اور مرنے میں وہی رسوم کرنے لگا

جو اہل بدعت کیا کرتے ہیں .... آج اہل حدیث کہلانے والے اشخاص بھی احادیث نبویہ سے غفلت اور بے پرواہی اس طرح کر رہے ہیں جس طرح اہل بدعت کیا کرتے تھے ،.....

۔ لیکن افسوس ہے کہ اہل حدیث کہلانے والے آج اہل بدعت کے ساتھ ہر دینی کام نماز سلام جنازہ نکاح مجالست وغیرہ میں اشتراک کر کے ان میں ایسے جذب ہوئے ہیں کہ ان کا عین بن گئے ہیں ۔۔ (ص ۱۲)

میں اب یہ سطریں ختم کر رہا ہوں اور ،، اہلحدیث ،، ،، اہل توحید ،، اہل ایمان ،، اہل اسلام ،، اور دین و شریعت اور کتاب وسنت پر زبانی فدا ہونے والوں کو سلام اسلام پیش کرتا ہوا شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں ان سے یہ عرض پرداز ہوں کہ وہ اپنے دل سے اس خیال کو نکال دیں کہ کنویں سے زیادہ پانی نہیں ہو سکتا۔

ناز ہے گل کو نزاکت پہ چمن میں اے ذوق
اس نے دیکھے ہی نہیں ناز و نزاکت والے

فقط

محمد ابوبکر غازیپوری

قاسمی منزل، سید واڑہ غازیپور یوپی
۲۹ محرم الحرام ۱۴۱۷ھ

فہرست مضامین

صفحہ	عنوانات

حضرت مولانا ابوبکر صاحب غازی پوری کی تصانیف

مسائل غیر مقلدین

آئینہ غیر مقلدیت

غیر مقلدین کے لیے لمحۂ فکریہ

صلوۃ الرسول پر ایک نظر

کچھ دیر غیر مقلدین کے ساتھ

مقام صحابہ کتاب وسنت کی روشنی میں

حدیث کے بارے میں غیر مقلدین کا معیار رد وقبول

صحابہ کے بارے میں غیر مقلدین کا نقطہ نظر

کیا ابن تیمیہ علماء اہل سنت والجماعت میں سے ہیں؟

وقفه مع معارضي شيخ الاسلام (عربی)

هل الشيخ ابن تيمة من اهل السنة والجماعة؟

(صوت الاسلام عربی) سه ماهی رساله

وقفه مع لا مذهبيه

غیر مقلدین کی ڈائری

ارمغان حق ۲ جلدیں

سبیل الرسول پر ایک ساتھ

صور تنطق (عربی)

(زم زم اردو ۲ ماہی رسالہ)

حضرت مولانا محمد ابوبکر صاحب غازی پوری کی اہم

تصنیفات

۱ - وقفہ مع معارضی شیخ الاسلام — عربی

۲ - ارمغان حق ۲ جلد — تیسری جلد زیر طبع

۳ - مسائل غیر مقلدین

۴ - غیر مقلدین کی ڈائری

۵ - غیر مقلدین کے لئے لمحہ فکریہ

۶ - آئینہ غیر مقلدیت

۷ - غیر مقلد عالم مولانا صادق سیالکوٹی کی کتاب ”سبیل الرسول پر ایک نظر“

۸ - کیا ابن تیمیہ اہل سنت والجماعت میں سے ہیں؟

۹ - حدیث کے بارے میں غیر مقلدین کا معیار رد وقبول

۱۰ - صحابہ کرام کے بارے غیر مقلدین کا نقطہ نظر

۱۱ - صلوٰۃ الرسول پر ایک نظر

۱۲ - دوماہی رسالہ ”زمزم“ اردو

۱۳ - سہ ماہی رسالہ ”صوت الاسلام“ (عربی)



RABBANI
BOOK DEPOT
1813, Shaikh Chand Street, Lalkuan, Delhi-110 006
Mob.: 91-9811504821, Fax: 011-23262788
E-mail: rabbaniprinters@rediffmail.com